واعظ الجماعۃ

تحسینِ خطابت

جلد دوم

2023ء

مدیر

ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن تحسینی

معاونین

مفتی عبد الرشید ہمایوں المدنی

مفتی عبد الرزاق ہنگورو قادری

مفتی محمد کاشف محمود ہاشمی

مفتی محمد احتشام قادری

اھل السنۃ

للتحقیق الکتب والطباعۃ والنشر

واعظ الجمعہ

تحسینِ خطابت

جلد دُوم

(جولائی تا دسمبر ۲۰۲۳ء)

تالیف و ترتیب

ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن تحسینی حفظہ اللہ تعالیٰ

https: //www.facebook. com/darahlesunnat

موضوع: وعظ و نصیحت

نام کتاب: واعظ الجمعہ (تحسینِ خطابت، ۲۰۲۳ء) جلد دُوم

تالیف و ترتیب: ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن تحسینی

مُعاونین: مفتی عبدالرشید ہمایوں المدنی، مفتی عبدالرزاق ہنگورو قادری، مفتی محمد کاشف محمود ہاشمی، مفتی محمد احتشام قادری حفظہم اللہ تعالیٰ

مجموعی تعداد صفحات: ۹۴۴

عدد صفحات جلد دُوم: ۴۵۸

سائز: 13×21

ناشر: ادارۂ اہلِ سنّت کراچی

: idarakhutbatejuma@gmail.com

: 00971559421541

: 00923458090612

آن لائن/نشر اوّل

۱۴۴۵ھ/۲۰۲۴ء

فہرستِ مضامین

فہرستِ مضامین

تحسینِ خطابت

جلد دُوم

(جولائی تا دسمبر ۲۰۲۳ء)

ہر مسلمان مبلّغ ہے

(جمعۃ المبارک ۱۸ذی الحجہ ۱۴۴۴ھ - ۰۷/۰۷/۲۰۲۳ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ بالله مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

باہم اِصلاح کا فریضہ

برادرانِ اسلام! نیکی کی دعوت دینے اور بُرائی سے منع کرنے کے لیے اللہ ربّ العالمین نے حضراتِ انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کو مبعوث فرمایا، اور آخر میں حضور نبئ کریم ﷺ پر اس سلسلۂ نبوّت کو ختم فرمایا، اس کے بعد اس منصبِ عالی کی بجاآوری کی ذمّہ داری اُمّتِ محمدیّہ کے سپرد کردی گئی، اور ارشاد فرمایا: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ﴾[1] "تم ان سب اُمّتوں میں بہتر ہو جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں؛ بھلائی کا حکم دیتے ہو اور بُرائی سے منع کرتے ہو، اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو"۔

---

(١) پ٤، آل عمران: ١١٠.

حکیم الاُمّت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اس آیتِ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں کہ "اس سے معلوم ہوا کہ ہر مسلمان کو مبلغ ہونا چاہیے، (جسے) جو مسئلہ معلوم ہو دوسرے کو بتائے، اور خود اس کی اپنے عمل سے تبلیغ کرے"(۱)۔ لہذا رہتی دنیا تک حسبِ استطاعت ولیاقت اب ہر مسلمان مبلّغ ہے، اب کوئی نبی نہیں آئے گا، ہمیں ہی ایک دوسرے کی اِصلاح کا فریضہ انجام دینا، اور اس سلسلے میں بھرپور کوشش کرنی ہے!۔

اُمّتِ محمدیّہ کا وصفِ خاص

عزیزانِ محترم! نیکی کا حکم دینا اور بُرائی سے روکنا، حسبِ استطاعت ہر مسلمان پر لازم ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾(۲) "مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں؛ بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں"۔

فریضۂ تبلیغ سنّتِ انبیاء ہے

جانِ برادر! اللہ تعالی کے پیغام کو لوگوں تک پہنچانا، انہیں نیکی کی دعوت دینا، برائی سے منع کرنا، اور صراطِ مستقیم کی طرف اُن کی رَہنمائی کرنا، سنّتِ انبیاء ہے، اللہ ربّ العالمین نے سرورِ دو جہاں صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو تبلیغ کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ﴾(۳) "اے رسول! جو کچھ تم پر اُترا تمہارے رب کی طرف سے، اس کی تبلیغ فرما دیں، اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اُس کا کوئی پیغام بھی نہ پہنچایا"۔

---

(۱) "تفسیر نور العرفان" پ۴، آلِ عمران، زیرِ آیت: ۱۱۰، ص۱۰۰۔
(۲) پ۱۰، التوبة: ۷۱.
(۳) پ٦، المائدة: ٦٧.

میرے محترم بھائیو! دعوت و تبلیغِ دین کی ذمّہ داری ہر مسلمان پر حسبِ اِستطاعت ولیاقت لازم ہے، چاہے وہ مسلمان دنیا کے کسی بھی کونے یا ملک میں رہتا ہو، لہذا ہمیں چاہیے کہ اس سنّتِ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام پر عمل کریں، اور جس بات کا صحیح علم ہو اُسے دوسروں تک پہنچا کر اپنے حصہ کا فریضہ انجام دیں۔

دعوت و تبلیغ سے متعلق حکمِ شرعی

حضراتِ گرامی قدر! حکیم الاُمّت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نیکی کی دعوت دینے اور برائی سے منع کرنے سے متعلّق حکمِ شرعی بیان فرماتے ہیں کہ "اَمر بالمعروف ہر شخص پر اُس کے منصب کے اعتبار سے، اور حسبِ استطاعت واجب ہے، اس پر قرآن وسنّت ناطق ہے، اور اِجماع امّت بھی ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ فرضِ کفایہ ہے، جیسے: ﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾[1] "اور تم میں ایک ایسا گروہ ہونا چاہیے جو بھلائی کی دعوت دیں، نیکی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں" (جیساکہ) ﴿مِّنْكُمْ اُمَّةٌ﴾ کے الفاظ سے واضح ہوتا ہے، لیکن بعض اوقات یہ فرضِ عین ہو جاتا ہے، مثلاً کسی جگہ برائی ہو رہی ہو اور ایک آدمی کو اس کا علم ہو، کسی دوسرے کو معلوم نہ ہو، تو صرف اس پر فرض ہے دوسروں پر نہیں۔ نیکی کا حکم دینے والا اپنا فرض ادا کر دے تو بَرِیُ الذِّمہ ہو جاتا ہے، (چاہے) مخاطب قبول کرے یا نہ "[2]۔

---

(۱) پ٤، آل عمران: ١٠٤.

(۲) "مرآۃ المناجیح" کتاب الآداب، باب نیک باتوں کا حکم دینا، پہلی فصل، ۶/۵۳۱۔

ہر مسلمان مبلِّغِ اسلام ہے

عزیزانِ مَن! کسی کو نیکی کی دعوت دینا، یا برائی سے روکنا، صرف علمائے دین ہی کی ذمّہ داری نہیں، حکمِ نبوی یہ ہے کہ جسے جس چیز کا جتنا صحیح علم ہے، وہ کمی بیشی کیے بغیر اُسے دوسروں تک پہنچا دے، حضرت سیّدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں کہ مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ہمیں ایامِ تشریق کے وسط میں "خطبۂ حجۃ الوداع" میں فرمایا: «يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ، وَإِنَّ أَبَاكُمْ وَاحِدٌ، أَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى عَجَمِيٍّ، وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلَى عَرَبِيٍّ، وَلَا لِأَحْمَرَ عَلَى أَسْوَدَ، وَلَا أَسْوَدَ عَلَى أَحْمَرَ، إِلَّا بِالتَّقْوَى، إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللهِ أَتْقَاكُمْ، أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ؟» "اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے، اور تمہارا باپ (آدم علیہ الصلوۃ والسلام) بھی ایک ہے، کسی عربی کو عجمی پر، اور کسی عجمی کو عربی پر، کسی گورے کو کالے پر، اور کسی کالے کو گورے پر تقویٰ کے سوا کوئی فضیلت نہیں۔ سنو! کیا میں نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا؟!" صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم نے عرض کی: یا رسول اللہ کیوں نہیں! پھر حضور نبیٔ کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: «فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ!»[1] "پھر حاضر غائب کو تبلیغ کردے" یعنی جو مَوجود ہیں یہ اُن کی ذمّہ داری ہے، کہ اس پیغام کو اُن لوگوں تک پہنچا دیں جو یہاں اِس وقت موجود نہیں۔

ایک اَور مقام پر حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عَمرو رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے،

(۱) "شُعب الإيمان" ۳٤- باب في حفظ اللسان، فصل في حفظ اللسان عن الفخر بالآباء، ر: ۵۱۳۷، ٤/ ۱۸۲۰.

سرورِ کونین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمان ہے: «بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً!»[1] "میری طرف سے لوگوں تک پہنچادو، اگرچہ کوئی ایک ہی آیت (بات) ہو!"۔

حکیم الاُمّت مفتی احمد یار خاں نعیمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اس حدیثِ پاک کی شرح میں فرماتے ہیں کہ "آیت کے لُغوی معنی ہیں: علامت اور نشان، اس لحاظ سے حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے معجزات، اَحادیث، اَحکام اور قرآنی آیات سب آیتیں ہیں۔ اصطلاح میں قرآن کے اس جملے کو آیت کہا جاتا ہے جس کا مستقل نام نہ ہو، نام والے مضمون کو "سورۃ" کہتے ہیں۔ یہاں آیت سے لُغوی معنی مُراد ہیں، یعنی جسے کوئی مسئلہ یا حدیث یا قرآن شریف کی آیت یاد ہو، وہ دوسرے تک پہنچادے!"[2]۔

حکیم الاُمّت مفتی احمد یار خاں نعیمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ ایک اَور مقام پر ارشاد فرماتے ہیں کہ "اَمر بالمعروف حکمرانوں، علماء ومشایخ، بلکہ ہر مسلمان کی ذمّہ داری ہے، اسے صرف ایک طبقہ تک محدود کر دینا صحیح نہیں، اور حقیقت یہ ہے کہ اگر ہر شخص اس کو اپنی ذمّہ داری سمجھے، تو مُعاشرہ نیکیوں کا گہوارہ بن سکتا ہے"[3]۔

قدرت کے باوُجود برائیوں کو نہ روکنے کی وَبا

حضراتِ ذی وقار! "آج کل ہمارے مُعاشرے میں یہ وَبا بڑی عام ہو چکی ہے، کہ برائی اور گناہ ہوتا اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں، لیکن اِستطاعت وقدرت

---

(١) "سنن الترمذي" أبواب العلم، باب ما جاء في الحديث عن بني إسرائيل، ر: ٢٦٦٩، صـ٦٠٥.

(۲) "مرآۃ المناجیح" علم کی کتاب، پہلی فصل، ۱/۱۶۹۔

(۳) اَیضاً، کتاب الآداب، باب نیک باتوں کا حکم دینا، پہلی فصل، ۶/۵۳۱، ۵۳۲۔

ہونے کے باوُجود اُسے روکنے یا منع کرنے کی کوشش نہیں کرتے، اور بڑی آسانی سے کہہ دیتے ہیں کہ "کوئی نیکی کرے یا گناہ، ہمیں کیا؟ وہ جانے اُس کے اعمال!" ایسی سوچ رکھنا دُرست نہیں بلکہ جو شخص بُرائی اور گناہوں کی روک تھام پر قادِر ہو، اُس پر لازم ہے کہ اپنی طاقت واختیار کے ذریعے اُسے روکے۔

حضرت سیّدنا ابو سعید خُدری رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: «مَنْ رَأَى مُنْكَراً فَلْيُنْكِرْهُ بِيَدِهِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الإِيمَانِ!»[1] "جو برائی دیکھے اُسے اپنے ہاتھ سے روکے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے روکے، اور اگر ایسا بھی نہ کر سکے تو اُسے اپنے دل میں بُرا جانے، اور یہ نہایت کمزور اِیمان ہے!"۔

علاوہ ازیں ہمارے علمائے دین، مذہبی پیشوا، دینی مدارِس کی انتظامیہ واساتذۂ کرام، تعلیمی اداروں کے سربراہان، اور سرکاری ونجی دفاتر کے افسران، اور والدین کو بھی چاہیے کہ اپنے ماتحت مُلازمین، کارکنان، شاگردوں، مریدوں اور اپنی اَولاد کو نیکی کا حکم دیں، برائی سے منع کریں، اور انہیں خاص طَور پر اس کی نصیحت کریں۔ قرآنِ کریم میں ہے کہ حضرت سیّدنا لقمان رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ نے اپنے بیٹے کو اَمر بالمعروف سے متعلق نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: ﴿يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَاۤ اَصَابَكَ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ﴾[2] "اے میرے بیٹے! نماز قائم رکھو، اور اچھی بات کا حکم دیتے رہو، اور بُری بات سے منع کرتے رہو، اور جو

---

(١) "سنن الترمذي" أبواب الفِتن، ر: ٢١٧٢، صـ٤٩٩.

(٢) پ٢١، لُقمان: ١٧.

مصیبت تم پر آپڑے اس پر صبر کرو، یقیناً یہ سب بلند ہمت کے کام ہیں!"[۱]۔

قدرت واختیار کے باوُجود گناہ کرنے والوں کو نہ روکنے کی سزا

عزیزانِ مَن! گناہوں کو روکنے کی قدرت رکھنے کے باوُجود غفلت برتنا، نام نہاد مصلحت پسندی کا مُظاہرہ کرنا، اور مجرِمانہ خاموشی اختیار کیے رہنا، بہت بڑا جرم اور عذابِ الٰہی کا باعث ہے، رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «إِنَّ النَّاسَ إِذَا رَأَوُا الظَّالِمَ فَلَمْ يَأْخُذُوا عَلَى يَدَيْهِ، أَوْشَكَ أَنْ يَعُمَّهُمُ الله بِعِقَابٍ!»[۲] "جس قوم میں گناہ کیے جاتے ہوں، لیکن روکنے کی طاقت رکھتے ہوئے لوگ انہیں نہ روکیں، تو عنقریب اللہ تعالی ان سب پر عذاب بھیجے گا"۔

حضرت سیّدنا حذیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَتَأْمُرُنَّ بِالمَعْرُوفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ، أَوْ لَيُوشِكَنَّ اللهُ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عِقَاباً مِنْهُ، ثُمَّ تَدْعُونَهُ فَلَا يَسْتَجِيبُ لَكُمْ!»[۳] "اُس ذاتِ پاک کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! ضرور بالضرور نیکی کا حکم کرو اور برائی سے منع کرتے رہو! ورنہ اللہ تعالی تمہیں ایسے عذاب میں مبتلا کرے گا کہ تم دعا کروگے، تو وہ تمہاری دعا بھی قبول نہیں فرمائے گا!"۔

حکیم الاُمّت مفتی احمد یار خاں نعیمی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اس حدیثِ پاک کی شرح میں فرماتے ہیں کہ "اَمر بالمعروف اور نہی عن المنکَر کی ذمّہ داری سے پہلوتہی کتنا بڑا جُرم

---

(۱) "تحسینِ خطابت ۲۰۲۲ء" جولائی، "اَمر بالمعروف ونہی عن المنکَر" ...الخ، ۱/۴۳۶۔
(۲) "سنن أبي داود" كتاب المَلاحم، باب الأمر والنهي، ر: ٤٣٣٨، صـ٦٠٩.
(۳) "سنن الترمذي" أبواب الفِتن، ر: ٢١٦٩، صـ٤٩٨.

ہے! اس حدیث میں نہایت وضاحت کے ساتھ اس کا بیان کیا گیا ہے، رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ "یا تو تمہیں یہ فریضہ انجام دینا ہوگا، یا اللہ تعالی کے عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا! اور اس کے بعد اگر دعا بھی کروگے تو قبول نہ ہوگی!" یہ نہایت سخت قسم کی وعید ہے، یعنی جب تک تم اپنی کوتاہی کا اِزالہ نہیں کروگے، اور اللہ تعالی سے مُعافی نہیں مانگوگے، تمہاری کوئی دعا قبول نہیں ہوگی"[1]۔

حسبِ منصب واختیار سب سے باز پُرس ہوگی

رفیقانِ ملّت اسلامیہ! ہر صاحبِ اختیار شخص کو چاہیے کہ حسبِ قدرت نیکی واچھائی کا حکم دے، اور برائی سے منع کرے، اگر ہمارے حکمرانوں، ججوں، قانون نافذ کرنے والے اداروں، صاحبِ اختیار لوگوں اور والدین نے اپنے اس عظیم فریضہ کو صحیح طَور پر انجام نہ دیا، اس ذمّہ داری کی ادائیگی میں غفلت وکوتاہی برتی، اور اپنے ماتحت لوگوں اور رِعایا وعوام کو گناہوں کے دَلدل میں گرنے سے نہ روکا، تو اللہ جلّ جلالہ بروزِ محشر اس بارے میں حسبِ منصب واختیار ہم سب سے باز پُرس فرمائے گا، حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے، سرکارِ دو عالَم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«كُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ: فَالأَمِيرُ الَّذِي عَلَى النَّاسِ فَهُوَ رَاعٍ عَلَيْهِمْ، وَهُوَ مَسْؤُوْلٌ عَنْهُمْ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ، وَهُوَ مَسْؤُوْلٌ عَنْهُمْ، وَالمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ بَعْلِهَا وَوَلَدِهِ، وَهِيَ مَسْؤُوْلَةٌ عَنْهُمْ، وَالعَبْدُ رَاعٍ عَلَى مَالِ سَيِّدِهِ، وَهُوَ مَسْؤُوْلٌ عَنْهُ، أَلاَ فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ

---

(۱) "مرآۃ المناجیح" کتاب الآداب، باب نیک باتوں کا حکم دینا، دوسری فصل، ۶/۵۳۴، ۵۳۵۔

مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ»[1] "تم میں سے ہر ایک ذمّہ دار ہے، اس سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا، تو لوگوں کا حقیقی امیر (۱) ایک حاکم ہے، اور اس سے اُس کی رِعایا کے بارے میں سوال ہو گا، (۲) ہر آدمی اپنے گھر والوں پر حاکم ونگہبان ہے، اور اس سے اس کے اہل وعِیال کے بارے میں سوال ہو گا، (۳) عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچوں پر نگہبان ہے، اس سے اس بارے میں پُوچھا جائے گا، (۴) غلام (ومُلازِم) اپنے آقا (مالک) کے مال کا نگہبان ہے، اور اس سے بھی اس بارے میں پوچھا جائے گا، لہٰذا جان لو کہ تم میں سے ہر ایک ذمّہ دار ونگہبان ہے، اور ہر ایک سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں (قیامت کے دن) بازپرس ہو گی!"۔

تبلیغ کا بنیادی اور اہم ترین اُصول

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! تبلیغ کا بنیادی اور اہم ترین اُصول یہ ہے، کہ ہر مبلّغ جس نیک بات کی تبلیغ کرے، یا کسی برائی سے اپنے مسلمان بھائی کو روکے، تو پہلے خود اس پر عمل پیرا ہو، اس کے بعد دوسروں کو اس بات کی دعوت دے؛ کیونکہ اپنی ذات کو بُھلا کر دوسروں کو دعوت وتبلیغ کرنا، ایک اچھے مبلّغ وداعی کا وصف ہرگز نہیں ہو سکتا! اللہ ربّ العزّت ایسوں کو تنبیہ کرتے ہوئے اِرشاد فرماتا ہے:

﴿اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾[2] "کیا لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھولتے ہو؟! حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو، تو کیا تمہیں عقل نہیں؟!"۔

---

(١) "صحيح البخاري" كتاب العِتق، ر: ٢٥٥٤، صـ٤١٢.

(٢) پ١، البقرة: ٤٤.

ایک اَور مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝۲ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ﴾[1] "اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو وہ بات جو تم خود نہیں کرتے؟ کتنی سخت ناپسند ہے اللہ کو وہ بات کہ دوسروں کو وہ کہو جو خود نہ کرو!"۔

حضرت سیّدنا اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «يُجاءُ بِالرَّجُلِ يَوْمَ القِيَامَةِ فَيُلْقَى فِي النَّارِ، فَتَنْدَلِقُ أَقْتَابُهُ فِي النَّارِ، فَيَدُورُ كَمَا يَدُورُ الحِمَارُ بِرَحَاهُ، فَيَجْتَمِعُ أَهْلُ النَّارِ عَلَيْهِ فَيَقُولُونَ: يَا فُلاَنُ مَا شَأْنُكَ؟ أَلَيْسَ كُنْتَ تَأْمُرُ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَانَا عَنِ الْمُنْكَرِ؟ قَالَ: كُنْتُ آمُرُكُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَلاَ آتِيهِ، وَأَنْهَاكُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَآتِيهِ»[2].

"قیامت کے دن ایک شخص کو لا کر جہنّم میں ڈال دیا جائے گا، تو اس کی انتڑیاں آگ میں نکل پڑیں گی، وہ اپنی انتڑیوں کے گرد اس طرح چکر لگائے گا جیسے گدھا اپنی چکی کے گرد چکر لگاتا ہے، دوزخی لوگ اس کے پاس جمع ہو کر کہیں گے کہ اے فُلاں! تیرا کیا حال ہے؟ کیا تو اچھی باتوں کا حکم اور بُری باتوں سے ہمیں منع نہیں کرتا تھا؟! وہ کہے گا کہ میں تم لوگوں کو تو اچھائی کا حکم دیتا تھا مگر خود اس پر عمل نہیں کرتا تھا، اور میں تم لوگوں کو تو برائی سے منع کرتا تھا مگر خود برائی سے نہیں بچتا تھا"۔

حکیم الاُمّت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ "اس حدیث شریف میں اس بات کی تعلیم دی گئی ہے، کہ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے والا

---

(١) پ٢٨، الصف: ٢، ٣.
(٢) "صحيح البخاري" باب صفة النّار وأنّها مخلوقة، ر: ٣٢٦٧، صـ٥٤٤.

خود بھی باعمل ہو، اگر وہ خود اچھے اعمال نہیں کرتا، اور بُرائی سے اجتناب نہیں کرتا تو سزا کا مستحق ہوگا، اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ باعمل آدمی کی تبلیغ سے انکار کی گنجائش نہیں ہوتی، اور یوں اس کا اپنا عمل دوسروں کے عمل کے لیے ترغیب وتحریص (رغبت وشَوق) کا کام دیتا ہے، لیکن یہ بات بھی پیشِ نظر رہے کہ اگر کوتاہی یا لاپرواہی کی وجہ سے مبلّغ اَعمالِ صالحہ سے کنارہ کشی رکھتا ہے، یا نفس وشیطان کے دھوکے میں آکر برائی کا مرتکِب ہوتا ہے، تو اسے اَمر بالمعروف (نیکی کا حکم کرنے) اور نہی عن المنکَر (برائی سے منع کرنے) کا فریضہ انجام دینے سے ہاتھ نہیں کھینچنا چاہیے، بلکہ ساتھ ساتھ اپنی اِصلاح کی (بھی) کوشش کرتے رہنا چاہیے"[1]۔

دعا

اے اللہ! ہمیں نیکی کی دعوت عام کرنے اور برائی سے منع کرنے کی توفیق عطا فرما، دینِ اسلام کا حقیقی اور باعمل مبلّغ بنا، تبلیغِ دین میں آنے والی مشکلات پر صبر کی توفیق عطا فرما، حضور نبئ کریم ﷺ کے حکیمانہ اَندازِ تبلیغ کو اپنانے کی توفیق عطا فرما، حضور کی خوش اَخلاقی اور نرمی سے ہمیں وافر حصہ عطا فرما، دینِ اسلام کو درپیش عالَمی چیلنجز سے نبرد آزما ہونے کی صلاحیت اور حَوصلہ عطا فرما، آمین یاربّ العالمین!۔

(۱) "مرآۃ المناجیح" کتاب الآداب، باب نیک باتوں کا حکم دینا، پہلی فصل، ۶/۵۳۴۔

حقیقی مسلمان کی پہچان اور ہمارا طرزِ عمل

(جمعۃ المبارک ۲۵ ذی الحجہ ۱۴۴۴ھ - ۱۴/۰۷/۲۰۲۳ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِهِ وصحبِهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

برادرانِ اسلام! ہر وہ شخص جو صاحبِ ایمان ہو، توحید ورِسالت کا اِقرار کرے، تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ضروریاتِ دین پر ایمان رکھے، اپنی زندگی قرآن وسنّت کے مُطابق گزارے، خُلوصِ دل سے اللہ تعالی کی عبادت کرے، حُسنِ اَخلاق کا مُظاہرہ کرے، اپنے پڑوسیوں اور مسلمان بھائیوں کے ساتھ حُسنِ سُلوک سے پیش آئے، اُن کی مدد کرے، زیادہ مال ودَولت کی طمع ولالچ نہ کرے، تھوڑی سی مَتاع پر قناعت اختیار کرے، عاجزی، انکساری اور میانہ رَوِی اختیار کرے، عبادت، رِیاضت اور نوافل کی کثرت کرے، اپنے گزشتہ گناہوں پر نادِم رہے، اللہ ربّ العالمین کے حضور ہر گھڑی سچی توبہ کرے، دنیاوی مال ودَولت اور نفسانی خواہشات پر اپنی آخرت

کو ترجیح دے، جاہلوں سے نہ اُلجھے، فُضول خرچی اور اِسراف سے پرہیز کرے، شرک، قتلِ ناحق اور بدکاری سے بچے، وہ بندۂ مؤمن اور حقیقی مسلمان ہے۔

حقیقی مسلمان کے اَوصاف

عزیزانِ محترم! قرآن وحدیث میں متعدِّد مقامات پر ایک حقیقی مسلمان کے اَوصاف بیان کیے گئے ہیں، جن میں سے چند حسبِ ذیل ہیں:

خشیتِ الٰہی

حضراتِ گرامی قدر! خشیتِ الٰہی (یعنی اللہ کے جلال وہیبت سے ڈرنا) ایک حقیقی مسلمان کے اعلیٰ اَوصاف میں سے ہے، اللہ تعالی کے فرمانبردار و مُطیع بندے کے سامنے جب اُس کی ہیبت، جلال، پکڑ اور عذاب کا ذکر کیا جاتا ہے، تو بندۂ مؤمن (حقیقی مسلمان) کا دل دہل جاتا ہے، اور وہ عذابِ الٰہی سے پناہ مانگنے کے ساتھ ساتھ اللہ کی رحمت پر بھروسا کرتا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ﴾[1] "ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ (کو اس کی عظمت وجلال سے) یاد کیا جائے تو اُن کے دل ڈر جائیں، اور جب اُن پر اس کی آیتیں پڑھی جائیں تو ان کا ایمان ترقی پائے، اور اپنے رب ہی پر بھروسہ کریں"۔

لہٰذا شیطان جب بھی دل کو گناہوں کی طرف مائل کرے، تو خود کو یہ بات ذہن نشین کروائیں کہ اللہ تعالی ہمارے دلوں کی کیفیت، خیالات اور ہر گناہ سے آگاہ ہے، لہٰذا اگر ہم نے اللہ تعالی کی معصیت ونافرمانی کر کے گناہوں کا اِرتکاب کیا، تو

---

(۱) پ۹، الإنفال: ۲.

بروزِ قیامت اس کے باعث ہماری پکڑ ہوگی، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ لْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴾(۱) "اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر جان دیکھے کہ کل کے لیے کیا آگے بھیجا؟ اور اللہ سے ڈرو، یقیناً اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے"۔

حافظ ابنِ کثیر علیہ الرحمۃ اللہ تعالی کے فرمان کہ "ہر جان دیکھے کہ کل کے لیے آگے کیا بھیجا؟" کے بارے میں فرماتے ہیں کہ "اپنا مُحاسبہ کرو، اس سے پہلے کہ تمہارا مُحاسبہ کیا جائے، اور دیکھو کہ تم نے کل بروزِ قیامت مالک کی بارگاہ میں حاضری کے لیے اعمالِ صالحہ کا کونسا ذخیرہ تیار کر رکھا ہے؟! تم جان لو کہ وہ تمہارے تمام اعمال اور اَحوال سے خُوب آگاہ ہے، اس پر کوئی چیز مخفی نہیں، تمہارے چھوٹے بڑے سب اعمال اس کے سامنے ہیں"(۲)۔

توبہ واستغفار اور عبادت ورِیاضت کی کثرت

عزیزانِ مَن! توبہ واِستغفار اور عبادت ورِیاضت کی کثرت بھی ایک حقیقی اور سچے مسلمان کی علامت وصفت ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿ اَلتَّآىِٕبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآىِٕحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ ﴾(۳) "توبہ والے، عبادت والے، حمد کرنے والے، روزے والے، رُکوع والے، سجدہ والے (جنّتی ہیں)"۔

ایک اَور مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿ وَ الَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِیَامًا ﴾(٤) "وہ جو اپنے رب کے لیے سجدے اور قیام میں رات کاٹتے ہیں"۔

---

(۱) پ ۲۸، الحشر: ۱۸.
(۲) "تفسير القرآن العظيم" پ ۲۸، الحشر، تحت الآية: ۱۸، ٤/ ۳٤۸.
(۳) پ۱۱، التوبة: ۱۱۲.
(٤) پ۱۹، الفرقان: ٦٤.

اللہ تعالی کے متقی وپرہیز گار بندے سخت عبادت ورِیاضت کے باوُجود خَوفِ خدا رکھتے ہیں، عذابِ الٰہی سے ڈرتے ہیں، اور اسی سے پناہ مانگتے رہتے ہیں، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ۝ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّ مُقَامًا﴾[1] "وہ جو عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم سے پھیر دے جہنّم کا عذاب، یقیناً اس کا عذاب گلے کا پھندہ ہے، یقیناً وہ بہت ہی بُری ٹھہرنے کی جگہ ہے"۔ لہٰذا خوابِ غفلت سے جاگیں، عبادت ورِیاضت اور توبہ واِستغفار کی کثرت کریں، فرائض وواجبات کی پابندی کریں، اور عذابِ جہنّم سے اللہ تعالی کی پناہ مانگیں۔

ذاتِ باری تعالی پر توکُل

حضراتِ ذی وقار! ذاتِ باری تعالی پر توکُل ایک حقیقی مسلمان کا وصفِ خاص اور اللہ تعالی کے پیارے بندے کی علامت ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ﴾[2] "جب کسی بات کا ارادہ پکا کر لو تو اللہ پر بھروسہ کرو، یقیناً توکُل والے اللہ کو پیارے ہیں"۔

ایک اَور مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾[3] "اللہ ہی پر بھروسہ کرو اگر تمہیں ایمان ہے"۔ اللہ تعالی پر توکُل وبھروسہ دِین کی مَنازل میں سے ایک بہت بلند منزل ہے۔

یہ وہ راہِ سُلوک اور لذّتِ ایمانی ہے جو بندۂ مؤمن کو رب تعالی سے ملا

(۱) پ۱۹، الفرقان: ٦٥، ٦٦.
(۲) پ٤، آل عمران: ١٥٩.
(۳) پ٦، المائدة: ٢٣.

دیتی ہے، اللہ تعالی نے مؤمن کے توکُّل کو اس کی زبانی اس طرح بیان فرمایا: ﴿رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَ اِلَيْكَ اَنَبْنَا وَ اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ﴾[1] "اے ہمارے رب! ہم نے تجھی پر بھروسہ کیا، اور تیری ہی طرف رُجوع لائے، اور تیری ہی طرف پھرنا ہے"۔

جو شخص اللہ تعالی پر توکُّل کرتے ہوئے اس کی رِضا پر راضی رہتا ہے، بھلائی اور اچھائی اس کا مقدّر بنتی ہے، حضرت سیّدنا ابو ذَر غِفاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مجھے یہ آیت پڑھ کر سنائی: ﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا﴾[2] "جو اللہ سے ڈرے اللہ اُس کے لیے نَجات کی راہ نکال دے گا" یہاں تک آپ نے اس آیت سے فراغت کے بعد فرمایا: «يَا أَبَا ذَرٍّ! لَوْ أَنَّ النَّاسَ كُلَّهُمْ أَخَذُوْا بِهَا لَكَفَتْهُمْ»[3] "اے ابوذر! اگر سب لوگ تقویٰ (اور توکُّل) اختیار کرلیں، تو یہ اُن سب (کے دینی ودنیاوی مَصالح اور ضروریات) کے لیے کافی ہوجائے" یعنی ان کا تقوی، پرہیز گاری اور اللہ تعالی پر توکُّل، ایسی عمدہ صفت ہے جو دنیاوآخرت کی تمام حاجات میں ان کی کفایت کا سبب ہے۔

اللہ ورسول کی اِطاعت وفرمانبرداری

جانِ برادر! ایک حقیقی مسلمان اللہ ورسول کے حکم کو مانتا ہے، اُن کی اِطاعت وفرمانبرداری کرتا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا ؕ وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ

(۱) پ۲۸، الممتحنة: ٤.

(۲) پ ۲۸، الطلاق: ۲.

(۳) "مُسند الإمام أحمد" مسند الأنصار، ر: ۲۱٦۰۷، ۸/ ۱۳۱.

الْمُفْلِحُوْنَ﴾[۱] "مسلمانوں کی بات تو یہی ہے کہ جب اللہ اور رسول کی طرف بلائے جائیں؛ کہ رسول اُن میں فیصلہ فرمائے تو عرض کریں کہ "ہم نے سُنا اور حکم مانا" اور یہی لوگ مُراد کو پہنچے"۔ لہذا ہمیں چاہیے کہ اَغیار کی تقلید سے بچیں، قرآن وسنّت پر عمل کریں، اللہ عزّوجلّ اور اس کے رسول ﷺ کی اِطاعت کریں، اور حضور نبئ کریم ﷺ کے مبارک اُسوۂ حسنہ کو اپنے لیے مشعلِ راہ بنائیں!۔

خشوع وخضوع اور نماز کی بَروقت ادائیگی

حضراتِ ذی وقار! خشوع وخضوع اور نماز کی بَروقت ادائیگی بھی ایک حقیقی مسلمان کا وصف ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ﴿۱﴾ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ﴾[۲] "یقیناً مراد کو پہنچے وہ ایمان والے، جو اپنی نماز میں گڑگڑاتے ہیں"۔

میرے محترم بھائیو! حقیقی مسلمان وہ ہے جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتا ہے، انہیں ضائع ہونے سے بچاتا ہے، اور بَروقت نماز کی ادائیگی کو یقینی بناتا ہے؛ کہ نماز کی برکت سے اللہ تعالی بندے کی بخشش فرمادیتا ہے، نبئ کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: «خَمسُ صَلَوَاتٍ افْتَرَضَهُنَّ اللهُ، مَن أَحْسَنَ وُضُوءَهُنَّ، وَصَلَّاهُنَّ لِوَقْتِهِنَّ، وَأَتَمَّ رُكُوعَهُنَّ وَسُجُودَهُنَّ وَخُشُوعَهُنَّ، كَانَ لَهُ عَلَى اللهِ عَهدٌ أَنْ يَّغْفِرَ لَهُ»[۳] "پانچوں نمازوں کو اللہ تعالی نے فرض قرار دیا ہے،

---

(۱) پ ۱۸، النور: ۵۱.

(۲) پ۱۸، المؤمنون: ۱، ۲.

(۳) "السنن الكبرى" للبَيهقي، كتاب صلاة الاستسقاء، باب ما يستدلّ به على أنّ المرادَ بهذا الكفر كفر يُباح به دمه ...إلخ، ۳/ ۳٦٦.

جس نے اِن نمازوں کے لیے بہترین وُضو کیا، انہیں اِن کے صحیح وقت پر ادا کیا، ان کے رُکوع، سجود اور خُشوع کو صحیح طور پر ادا کیا، اللہ تعالی کے ذمّۂ کرم پر ہے کہ اُس کی بخشش فرمائے"۔ اور ایک روایت میں فرمایا: «دَخَلَ الجَنَّة» "وہ جنّت میں داخل ہو جائے گا"۔ یا فرمایا: «وَجَبَتْ لَهُ الجَنّة» "اُس کے لیے جنّت واجب ہو گئی"۔ یا فرمایا: «حُرِّمَ على النَّار»[1] "اُس پر دوزخ کی آگ حرام کر دی گئی"۔

نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آج ہماری اکثریت برائے نام مسلمان ہے، اپنی سُستی و کاہلی اور غفلت کی بناء پر نمازوں کو ترک کرنا ایک عام اور معمول کی بات بن چکی ہے، آوارہ گردی کرتے اور یار دوستوں کے ساتھ گپیں ہانکتے ہم گھنٹوں اپنا وقت برباد کرتے، اور نمازوں کو ضائع کر دیتے ہیں، لیکن بدقسمتی کی بات یہ ہے کہ دینِ اسلام کے اہم ترین رُکن "نماز" کے ضائع ہونے پر ہمیں ذرّہ برابر افسوس یا پچھتاوا نہیں ہوتا!۔

یاد رکھیے! نماز دِین کا سُتون ہے، یہ وہ عظیم عبادت ہے جس کی تاکید تمام عبادات میں سب سے زیادہ کی گئی ہے۔ یہ دینِ اسلام کا دوسرا اہم رُکن ہے، اِس کی اہمیت دیگر تمام اسلامی عبادات سے منفرِد اور نمایاں ہے، لہذا جس نے جان بُوجھ کر بلاعذرِ شرعی اپنی نمازوں کو ضائع کیا، اور اپنا وقت خواہشاتِ نفس کی تکمیل میں برباد کیا، اُس کے لیے عذابِ جہنّم کی وعید ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَ اتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا﴾[2] "تو اُن کے بعد اُن کی جگہ وہ ناخلَف آئے جنہوں نے اپنی نمازیں گنوائیں (ضائع کیں)، اور اپنی خواہشوں کے پیچھے ہوئے، تو عنقریب وہ دوزخ میں غَی کا جنگل پائیں گے!"۔

(۱) "مجمع الزوائد" کتاب الصلاة، باب فرض الصلاة، ر: ۱۵۹۸، ۲/ ٤.
(۲) پ ۱٦، مریم: ۵۹.

صدر الشریعہ علّامہ امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ "غَی جہنّم میں ایک وادی کا نام ہے، جس کی گرمی اور گہرائی سب سے زیادہ ہے، اس میں ایک کنواں ہے جس کا نام "ہَبہَب" ہے، جب جہنم کی آگ بجھنے پر آتی ہے تو اللہ رب العالمین اس کنوئیں کو کھول دیتا ہے، جس سے وہ آگ بدستور (پہلے کی طرح) بھڑکنے لگتی ہے۔ یہ کنواں بے نمازیوں، زانیوں، شرابیوں، سُود خوروں اور ماں باپ کو اِیذاء دینے والوں کے لیے ہے[1]۔

نماز کی ادائیگی کی خاص طور پر تاکید کرتے ہوئے، تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «مَنْ حَافَظَ عَلَيْهَا كَانَتْ لَهُ نُوراً وَبُرْهَاناً وَنَجَاةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ لَمْ يُحَافِظْ عَلَيْهَا لَمْ يَكُنْ لَهُ نُورٌ وَلَا بُرْهَانٌ وَلَا نَجاةٌ، وَكَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ قارُونَ وفِرْعَوْن وَهَامَانَ وَأُبَيِّ بْنِ خَلَفٍ!»[2] "جس نے (اپنی) نماز کی حفاظت کی، تو اُس کی نماز بروزِ قیامت اس کے لیے نُور اور (بوقتِ حساب) حجت اور نَجات کا سبب ہوگی، اور جس شخص نے اپنی نماز کی حفاظت نہ کی، اُس کے لیے نہ کوئی نُور ہوگا، نہ کوئی حُجّت اور نہ نَجات۔ اور اس کا حشر قارُون، فرعَون (اس کے وزیر) ہامان اور (دشمنِ رسول) اُبَی بن خلَف (جیسے بدترین کافروں) کے ساتھ ہوگا"۔

امام ذَہَبی رحمۃ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے ارشاد فرمایا کہ "بے نمازی کا حشر اُن چار ۴ لوگوں کے ساتھ اس لیے ہوگا؛ کہ اگر اسے اس کے مال نے نماز سے غافل رکھا تو وہ قارُون کے مشابہ ہے، لہذا اس کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔ اور اگر اُس کی حکومت نے اُسے غفلت میں ڈالا تو وہ فرعون کے مشابہ ہے، لہذا اُس کا حشر اس

(۱) "بہارِ شریعت" "نماز کا بیان، حصّہ سوم ۳، ۱/۴۳۴۔
(۲) "مُسنَد الإمام أحمد" مسند عبد الله بن عَمرو بن العاص، ر: ٦٥٨٧، ٢/ ٥٧٤.

کے ساتھ ہو گا۔ یا پھر اس کی غفلت کا سبب اُس کی وزارت ہو گی، تو وہ ہامان کے مشابہ ہوا، لہٰذا اس کے ساتھ ہو گا۔ یا اگر اُس کی تجارت اُسے غفلت میں ڈالے گی، تو وہ مکّہ کے کافر اُبَی بن خلَف کے مشابہ ہونے کے باعث، اس کے ساتھ اٹھایا جائے گا"[1]۔

عاجزی واِنکساری

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! تواضُع، عاجزی اور اِنکساری بھی ایک حقیقی مسلمان کا وصف ہے، اور دینِ اسلام میں اس کی بڑی اہمیت وفضیلت، اور اس پر بڑا اجر وثواب بھی ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَ الْمُسْلِمٰتِ وَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ وَ الْقٰنِتِیْنَ وَ الْقٰنِتٰتِ وَ الصّٰدِقِیْنَ وَ الصّٰدِقٰتِ وَ الصّٰبِرِیْنَ وَ الصّٰبِرٰتِ وَ الْخٰشِعِیْنَ وَ الْخٰشِعٰتِ وَ الْمُتَصَدِّقِیْنَ وَ الْمُتَصَدِّقٰتِ وَ الصّٰٓىٕمِیْنَ وَ الصّٰٓىٕمٰتِ وَ الْحٰفِظِیْنَ فُرُوْجَهُمْ وَ الْحٰفِظٰتِ وَ الذّٰكِرِیْنَ اللّٰهَ كَثِیْرًا وَّ الذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِیْمًا﴾[2] "یقیناً مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، اور ایمان والے اور ایمان والیاں، اور فرمانبردار مرد اور فرمانبردار خواتین، اور سچے مرد اور سچی خواتین، اور صبر والے اور صبر والیاں، اور عاجزی کرنے والے اور عاجزی کرنے والیاں، اور خیرات کرنے والے اور خیرات کرنے والیاں، اور روزے والے اور روزے والیاں، اور اپنی پاکدامنی کی حفاظت کرنے والے اور حفاظت کرنے والیاں، اور اللہ کو بہت یاد کرنے والے اور یاد کرنے والیاں، ان سب کے لیے اللہ نے بخشش اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے"۔

تواضُع، عاجزی وانکساری اختیار کرنا بلندیٔ درجات اور رِفعتِ مقام کا سبب

(۱) "الكبائر" للذهبي، الكبيرة الرابعة في ترك الصلاة، صـ١٩.
(۲) پ۲۲، الأحزاب: ٣٥.

ہے، حضرت سیّدنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، مصطفی جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: «وَمَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لله إِلَّا رَفَعَهُ اللهُ»[1] "جس نے اللہ تعالی (کی رضا) کے لیے عاجزی اختیار کی، اللہ تعالی اُسے ضرور بلندی عطا فرماتا ہے"۔

میرے محترم بھائیو! اللہ رب العالمین کے سامنے تواضُع، عاجزی وانکساری سے مُراد یہ ہے، کہ بندہ اس کی اِطاعت وفرمانبرداری کرے، قرآن وسنّت کے اَحکام پر عمل پیرا رہے، خُشوع وخُضوع کا اظہار کرتا رہے، عذابِ قبر سے ڈرتا رہے، بندہ جہنّم اور اس کی ہولناکیوں کو یاد کرکے اللہ تعالی سے پناہ مانگتا رہے، اپنے گناہوں کی مُعافی چاہے، صرف اللہ ورسول کی رِضا کے لیے اس کی مخلوق سے محبت کرے، کسی پر کوئی ظلم وزیادتی نہ کرے، اور خلافِ شریعت اُمور کے اِرتکاب سے بچتا رہے۔

اِعتدال ومیانہ رَوِی

برادرانِ اسلام! اِعتدال ومیانہ رَوِی بھی ایک حقیقی مسلمان اور بندۂ مؤمن کا وصفِ خاص ہے، اللہ تعالی کے ایسے پیارے بندے خالقِ کائنات عَزَّوَجَلَّ کے دیے ہوئے مال ودَولت اور رزق کی قدر کرتے ہیں، اُسے ضائع نہیں کرتے، نہ ہی اِسراف وکنجوسی کرتے، بلکہ خرچ کرتے وقت میانہ رَوِی سے کام لیتے ہیں، اور حدِ اعتدال سے نہیں گزرتے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَالَّذِیْنَ اِذَاۤ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا وَكَانَ بَیْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا﴾[2] "وہ جو خرچ کرتے ہیں، نہ حد سے بڑھیں اور نہ تنگی کریں، اور ان دونوں کے بیچ اعتدال پر رہیں"۔

---

(١) "صحيح مسلم" كتاب البرّ والصلة، ر: ٦٥٩٢، صـ١١٣١، ١١٣٢.

(٢) پ١٩، الفرقان: ٦٧.

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کو میانہ رَوِی کا حکم دیتے ہوئے نبیٔ کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «إِنَّ الدِّيْنَ يُسْرٌ، وَلَنْ يُشَادَّ الدِّيْنَ أَحَدٌ إِلَّا غَلَبَه، فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا وَأَبْشِرُوْا»[1] "یقیناً دینِ اسلام آسان دین ہے، جو بھی اِس دین میں سختی کرے گا، بالآخر یہ دِین ہی اُس پر غالب آئے گا، لہذا میانہ رَوِی اختیار کرو اور ایک دوسرے کے قریب رہو، اور لوگوں کو دین کی طرف راغب کرنے والی اچھی باتیں بتاتے رہو"۔

میرے محترم بھائیو! مال خرچ کرنے کے بارے میں اسلام کی تعلیم یہ ہے، کہ انسان اپنی ذات اور اپنے اہل وعِیال کی جائز ضروریات مناسب طریقے پر پوری کرے، فُضول خرچی یا کنجوسی سے کام نہ لے، غریب رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور حاجتمند مسافروں پر اپنا مال خرچ کرے، اور اپنی دَولت سے اُن لوگوں کی مدد کرے جو اپنی بنیادی ضرورتوں سے محروم ہیں، اور اپنی خودداری اور شرم وحیاء کے سبب کسی سے مانگ بھی نہیں سکتے۔

اَمر بالمعروف ونہی عن المنکَر کا جذبہ

حضراتِ محترم! بھلائی کا حکم کرنے اور بُرائی سے منع کرنے کا جذبہ بھی مسلمان کے اعلیٰ اَوصاف میں سے ہے، اللہ ربّ العالمین نے قرآنِ پاک میں اس کی بڑی تاکید فرمائی ہے، ارشاد فرمایا: ﴿وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾[2] "مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں، بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور بُرائی سے منع کرتے

---

(۱) "صحيح البخاري" كتاب الإيمان، باب: الدينُ يُسرٌ، ر: ۳۹، صـ۱۰.

(۲) پ۱۰، التوبة: ۷۱.

ہیں"۔ لہذا ہر مسلمان مرد وعورت کو چاہیے کہ اپنے منصب واختیار کے اعتبار سے نیکی کا حکم دے اور بُرائی سے منع کرے؛ کہ یہ فریضہ ہم سب پر لازم ہے۔

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! اَمر بالمعروف ونہی عن المنکَر کا فریضہ انجام دینے سے قبل، ہر ایک کو چاہیے کہ پہلے خود اپنی ذات کو شریعتِ مطہَّرہ کے سانچے میں ڈھالے، اس کے بعد لوگوں کو اس کا حکم دے، اپنی ذات کو بُھلا کر دوسروں کو دعوت وتبلیغ کرنا، ایک اچھے مبلّغ وداعی کا وصف ہرگز نہیں ہوسکتا! اللہ ربّ العزّت ایسوں کو تنبیہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: ﴿اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ اَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾[1] "کیا لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھولتے ہو؟! حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو، تو کیا تمہیں عقل نہیں؟!

حضرت سیّدنا اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «يُجَاءُ بِالرَّجُلِ يَوْمَ القِيَامَةِ فَيُلْقَى فِي النَّارِ، فَتَنْدَلِقُ أَقْتَابُهُ فِي النَّارِ، فَيَدُورُ كَمَا يَدُورُ الحِمَارُ بِرَحَاهُ، فَيَجْتَمِعُ أَهْلُ النَّارِ عَلَيْهِ فَيَقُولُونَ: يَا فُلَانُ مَا شَأْنُكَ؟ أَلَيْسَ كُنْتَ تَأْمُرُ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَانَا عَنِ الْمُنْكَرِ؟ قَالَ: كُنْتُ آمُرُكُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَلَا آتِيهِ، وَأَنْهَاكُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَآتِيهِ»[2].

"قیامت کے دن ایک شخص کو لاکر جہنّم میں ڈالا جائے گا، اس کی انتڑیاں جہنم میں نکل پڑیں گی، تو وہ اپنی انتڑیوں کے گرد اس طرح چکر لگائے گا جیسے گدھا اپنی چکی کے گرد گھومتا ہے، دوزخی لوگ اس کے پاس جمع ہوکر کہیں گے، کہ اے فُلاں!

---

(١) پ١، البقرة: ٤٤.
(٢) "صحيح البخاري" باب صفة النار وأنّها مخلوقة، ر: ٣٢٦٧، صـ٥٤٤.

تیرا یہ حال ؟! کیا تو اچھی باتوں کا حکم اور بُری باتوں سے ہمیں منع نہیں کرتا تھا؟! وہ کہے گا کہ میں تم لوگوں کو اچھی بات کا حکم دیتا تھا، مگر خود اس پر عمل نہیں کرتا تھا، اور میں تم لوگوں کو تو بُری باتوں سے منع کرتا تھا، مگر خود اُن (بری باتوں) سے نہیں بچتا تھا"۔

حکیم الاُمّت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں کہ "اس حدیث شریف میں اس بات کی تعلیم دی گئی ہے، کہ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے والا خود بھی باعمل ہو، اگر وہ خود اچھے اعمال نہیں کرتا، اور برائی سے اجتناب نہیں کرتا، تو سزا کا مستحق ہوگا؛ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ باعمل آدمی کی تبلیغ سے انکار کی گنجائش نہیں ہوتی، اور یوں اس کا اپنا عمل دوسروں کے عمل کے لیے ترغیب وتحریص (رغبت وشَوق) کا کام دیتا ہے۔ لیکن یہ بات بھی پیشِ نظر رہے کہ اگر کوتاہی یا لاپرواہی کے باعث مبلّغ اَعمالِ صالحہ سے کنارہ کشی رکھتا ہے، یا نفس وشیطان کے دھوکے میں آکر برائی کا مرتکِب ہوتا ہے، تو اسے اَمر بالمعروف (نیکی کا حکم کرنے) اور نہی عن المنکَر (برائی سے منع کرنے) کا فریضہ انجام دینے سے ہاتھ نہیں کھینچنا چاہیے، بلکہ ساتھ ساتھ اپنی اِصلاح کی (بھی) کوشش کرنی چاہیے!"[1]۔

اتحاد اور یکجہتی کا داعی

حضراتِ گرامی قدر! مسلمانوں کو باہَم متحد کرنا اور اُن کی صفوں میں اتحاد اور یکجہتی کو برقرار رکھنا بھی ایک حقیقی مسلمان کا عمدہ وصف ہے؛ کہ خالقِ کائنات عزّ وجلّ نے ہمیں اسی کا حکم دیا ہے: ﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا﴾[2] "سب مل کر

---

(۱) "مرآۃ المناجیح" اچھی باتوں کا بیان، باب نیک باتوں کا حکم دینا، پہلی فصل، ۶/۵۳۴۔
(۲) پ ٤، آل عمران: ١٠٣.

اللہ کی رسّی مضبوط تھام لو، اور آپس میں فرقوں میں نہ بَٹ جانا!"۔ اتفاق واِتحاد کی بدَولت اللہ رب العالمین کی مدد ونُصرت شاملِ حال رہتی ہے، حضرت سیّدنا ابنِ عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، سرکارِ دو جہاں صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «يَدُ اللهِ مَعَ الجَمَاعَةِ»[1] "اللہ تعالی کی مدد جماعت (یعنی اُمّت کی اکثریت) کے ساتھ ہے"۔

اس وقت عالَمِ اسلام کو عالَمی سطح پر مختلف نَوعیت کے چیلنجز کا سامنا ہے، کفّار ومشرکین اور یہود ونصاریٰ اسلام کے خلاف باہَم متحد ہیں، لہٰذا ضرورت اس اَمر کی ہے کہ تمام مسلمان اپنے باہمی اختلافات بھلا کر، اتفاق واِتحاد کی لڑی میں جُڑ جائیں، باہمی اختلافات اور رنجشوں کو پسِ پشت ڈالیں، اور متحد ہو کر رہیں؛ کیونکہ سب مسلمان ایک جان کی مانند ہیں، حضرت سیّدنا ابو موسیٰ اَشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، مصطفی جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: «المُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضاً» "مسلمان مسلمان کے لیے ایک عمارت کی مانند ہے، جس کا ایک حصہ دوسرے کے سہارے مضبوط رہتا ہے"، رَحمتِ عالمیان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے یہ فرما کر اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں پیوَست کر کے اشارہ فرمایا[2] ؏

حرمِ پاک بھی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی، ہوتے جو مسلمان بھی ایک![3]

---

(۱) "سنن الترمذي" باب ما جاء في لُزوم الجماعة، ر: ٢١٦٦، صـ٤٩٨.
(٢) "صحيح البخاري" باب نصر المظلوم، ر: ٢٤٤٦، صـ٣٩٤.
(۳) "کُلیاتِ اقبال" "بانگِ درا، جوابِ شکوہ، ص۲۷۱۔

سچائی کا پیکر

جانِ برادر! اپنے مسلمان بھائیوں سے ہمیشہ سچی بات کہنا بھی حقیقی مسلمان کا وصف ہے، حضرت سیّدنا سفیان بن اُسید حضرمی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کو فرماتے سنا: «كَبُرَتْ خِيَانَةً أَنْ تُحَدِّثَ أَخَاكَ حَدِيثاً هُوَ لَكَ بِهِ مُصَدِّقٌ، وَأَنْتَ لَهُ بِهِ كَاذِبٌ»[1] "بڑی خِیانت کی بات ہے کہ تم اپنے مسلمان بھائی سے کوئی بات کہو اور وہ تمہیں اس بات میں سچا جان رہا ہو، اور تم اس سے جھوٹ بول رہے ہو"۔ لہذا بلا اِجازتِ شرعیّہ اپنے مسلمان بھائی سے جھوٹ ہرگز نہ کہیں، اور ہمیشہ سچ بولیں۔

حُسنِ اَخلاق کا پیکر

عزیزانِ مَن! اچھے اَخلاق سے پیش آنا بھی مسلمان کے اعلیٰ اَوصاف میں سے ہے، حدیثِ پاک میں ہے: «إِنَّ مِنْ أَكْمَلِ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَاناً، أَحْسَنُهُمْ خُلُقاً، وَأَلْطَفُهُمْ بِأَهْلِهِ»[2] "سب سے زیادہ کامل ایمان والے وہ ہیں، جن کے اَخلاق سب سے اچھے ہیں، اور وہ جو اپنے گھر والوں کے ساتھ سب سے زیادہ نرم ہیں"۔

اچھے اَخلاق ایک اچھے اور حقیقی مسلمان کی علامت و پہچان ہیں، حضرت سیّدُنا جابر بن سَمُرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، مصطفی جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «وَإِنَّ أَحْسَنَ النَّاسِ إِسْلَاماً، أَحَاسِنُهُمْ أَخْلَاقاً»[3] "لوگوں میں سب سے

---

(١) "سنن أبي داود" كتاب الأدب، باب في المعاريض، ر: ٤٩٧١، صـ٧٠٠.

(٢) "سنن الترمذي" أبواب الإيمان، ر: ٢٦١٢، صـ٥٩٤.

(٣) "الصمتُ" لابن أبي الدنيا، باب ذمّ الفحش والبذاء، ر: ٣٣٩، صـ١٩٠.

اچھا مسلمان وہ ہے، جس کے اَخلاق سب سے اچھے ہیں!"۔ لہٰذا اگر ہم واقعی ایک اچھا اور باعمل مسلمان بننا چاہتے ہیں، تو ہمیں بداَخلاقی سمیت تمام بُری عادات کو ترک کرنا ہوگا، مخلوقِ خدا کے ساتھ نرمی، شفقت، لُطف، مہربانی اور ہمدردی کے ساتھ پیش آنا ہوگا؛ کہ ہمارے دین اسلام کی یہی تعلیمات ہیں!۔

دِین فروشی سے اجتناب

حضراتِ ذی وقار! دین فروشی سے اجتناب بھی حقیقی مسلمان اور بندۂ مؤمن کا وصفِ خاص ہے، سچا اور حقیقی مسلمان دنیا کے معمولی فائدے کی خاطر کبھی دین فروشی نہیں کرتا، بلکہ وہ دینی تعلیمات کی رَوشنی میں اِصلاحِ مُعاشرہ کی کوشش کرتا رہتا ہے، لہذا جو لوگ مال وزَر کی لالچ میں دِین فروشی کر رہے ہیں، اور دنیا کے قلیل اور فَنا ہونے والے نفع کو اُخروی فوائد اور ہمیشہ رہنے والے نفع پر ترجیح دے رہے ہیں، انہیں چاہیے کہ ہوش کے ناخن لیں، خوابِ غفلت سے جاگیں، شیطان کے بہکاوے اور فریب سے نکلیں، اور دنیا پر اپنی آخرت کو ترجیح دیں، اور رحمتِ الٰہی پر بھروسہ رکھیں، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَ لَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾[1] "اللہ کے عہد پر تھوڑے دام مول نہ لو، یقیناً وہ جو اللہ کے پاس ہے تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو!"۔

حضرت سیّدنا جارُود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «مَنْ طَلَبَ الدُّنْيَا بِعَمَلِ الْآخِرَةِ، طُمِسَ وَجْهُهُ ومُحِقَ ذِكْرُهُ، وَأُثْبِتَ اسْمُهُ فِي النَّارِ»[2] "جو آخرت کے عمل سے دنیا طلب کرے اس کا چہرہ مسخ

---

(١) پ١٤، النحل: ٩٥.

(٢) "المعجم الكبير" الجارُود بن عَمرو، ر: ٢١٢٨، ٢/ ٢٦٨.

کر دیا جاتا ہے، اس کا ذِکر مٹا دیا جاتا ہے، اور اس کا نام دوزخیوں میں لکھا جاتا ہے"۔ لہذا اپنے نیک اَعمال کو اِخلاص کے زیور سے مزیَّن کریں، ہمیشہ اللہ تعالی اور رسولِ اکرم ﷺ کی رِضا و خوشنودی کو پیشِ نظر رکھیں، اور شُہرت، دِکھاوا، اور دنیا طلبی سے بچیں!۔

مہمانوں کی تکریم اور رشتہ داروں سے صِلہ رحمی

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! مہمانوں کی عزّت وتکریم اور رشتہ داروں سے صِلہ رحمی بھی ایک حقیقی مسلمان کی علامت وپہچان ہے، سرورِ دو جہاں ﷺ نے ارشاد فرمایا: «مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِالله وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِالله وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِالله وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْراً أَوْ لِيَصْمُتْ»[1] "جو اللہ تعالی اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ اپنے مہمان کی تکریم کرے، اور جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ اپنے قریبی رشتہ داروں سے صِلہ رحمی کرے، اور جو اللہ اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ اچھی بات کہے یا پھر خاموش رہے!"۔

تجارت اور کاروبار میں غلط بیانی سے اجتناب

عزیزانِ محترم! تجارت میں ہمیشہ سچ بولنا، مالِ تجارت کا عیب نہ چھپانا اور غلط بیانی سے اجتناب کرنا بھی، ایک حقیقی مسلمان کی شان، پہچان اور وصف ہے؛ کیونکہ مالِ تجارت میں پائی جانے والی خامیاں یا عُیوب کو چُھپانا گناہ، اور مسلمان کی شان کے مُنافی ہے۔ حضرت سیّدنا عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، سرکارِ دو جہاں ﷺ نے ارشاد فرمایا: «الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ، وَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ إِنْ بَاعَ مِنْ

---

(١) "صحيح البخاري" كتاب الأدب، ر: ٦١٣٨، صـ١٠٦٩.

أَخِيهِ بَيْعاً فِيهِ عَيْبٌ، أَنْ لَا يُبَيِّنَهُ لَهُ»[۱] "مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، مسلمان کے لیے حلال نہیں ہے کہ اپنے بھائی کو عیب دار چیز فروخت کرے، جب تک اس عیب کو خریدار کے آگے بیان نہ کر دے"۔ لہذا اگر ہم برائے نام مسلمان کہلوانے کے بجائے ایک حقیقی مسلمان بننا چاہتے ہیں، تو اپنا مالِ تجارت بیچتے وقت غلط بیانی سے کام نہ لیں، اس کا عیب ہرگز نہ چھپائیں، اور اپنے مسلمان بھائی کو دھوکہ نہ دیں۔

مسلمان بھائی کی خیر و بھلائی چاہنا

میرے محترم بھائیو! اپنے مسلمان بھائی کی خیر و بھلائی چاہنا، اور جو اپنے لیے پسند ہو اُس کے لیے بھی وہی پسند کرنا، یہ بھی ایک اچھے مسلمان کی پہچان ہے، سرکارِ اَبد قرار ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: «لا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ»[۲] "تم میں سے کوئی اُس وقت تک کامل مؤمن نہیں ہوسکتا، جب تک اپنے مسلمان بھائی کے لیے وہ پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے"۔

مسلمان بھائی پر ظلم وستم سے اجتناب

میرے محترم بھائیو! ایک اچھے اور حقیقی مسلمان کی یہ بھی پہچان ہے، کہ وہ اپنے مسلمان بھائیوں پر ظلم وستم یا زیادتی نہ کرے، اُسے حقیر نہ جانے، اور نہ اس کی توہین وتذلیل کرے۔ حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، سرکارِ دوعالَم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ، لَا يَظْلِمُهُ، وَلَا يَخْذُلُهُ، وَلَا يَحْقِرُهُ»[۳] "مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، وہ اُس پر ظلم نہیں کرتا ہے، نہ اسے ذلیل کرتا ہے، اور نہ اسے حقیر جانتا ہے"۔

(۱) "مُستدرَك الحاكم" كتابُ البُيوع، ر: ۲۱۵۲، ۳/ ۸۱۶.
(۲) "صحيح البخاري" كتاب الإيمان، ر: ۱۳، صـ۵.
(۳) "صحيح مسلم" كتاب البرّ والصِلة والآداب، ر: ۶۵۴۱، صـ۱۱۲۴.

حضرت سیّدنا ابوموسی اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا، کہ صحابۂ کرام نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: یارسولَ اللہ! کونسا اسلام افضل ہے؟ (یعنی کون اچھا مسلمان ہے؟) رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ!»[1] "جس کی زبان اور ہاتھ سے دیگر مسلمان محفوظ رہیں!"۔ لہذا اپنے مسلمان بھائیوں کو اپنی زبان، ہاتھ یا کسی اَور طریقے سے ہرگز تکلیف نہ پہنچائیں، اُن کی عزّت واحترام کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھیں، اور اُن پر ظلم وزیادتی سے اجتناب کریں۔

مسلمان کی عزّت وحُرمت کا لحاظ

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! اپنے مسلمان بھائیوں کی عزّت وحُرمت کا لحاظ بھی ایک حقیقی اور کامل مؤمن کی علامت ووصف ہے۔ ایک اچھا مسلمان کبھی ذات پات، غربت، یا رنگ ونسل وغیرہ کی بنیاد پر اپنے مسلمان بھائی کی عزّت وآبرُو کو پامال نہیں کرتا؛ کہ ایسا کرنا حرام ہے، حضور نبئ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ، دَمُهُ وَمَالُهُ وَعِرْضُهُ»[2] "مسلمان پر دوسرے مسلمان کا خون، اس کا مال اور اس کی عزّت (وآبرو پامال کرنا) سب حرام ہے"۔ لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ اپنے مسلمان بھائی کی عزّت وحرمت کا خیال رکھے، بلاوجہِ شرعی اُسے اَذیت نہ دے، اگر کوئی زیادتی کرے تو عفوودرگزر سے کام لے؛ کہ ایک اچھے مسلمان کو یہی زیب دیتا ہے!۔

صبروتحمل اور جاہلوں سے اِعراض

حضراتِ گرامی قدر! صبروتحمل سے کام لینا اور جاہلوں سے اِعراض کرنا، حقیقی

(١) "صحيح البخاري" باب: أيُّ الإسلام أفضل؟ ر: ١١، صـ٥.
(٢) "صحيح مسلم" كتاب البرّ والصِلة والآداب، ر: ٦٥٤١، صـ١١٢٤.

مسلمانوں اور اللہ تعالی کے نیک بندوں کا وصف ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾[1] "غصہ پینے والے، اور لوگوں سے درگزر کرنے والے، اور نیک لوگ اللہ کے محبوب ہیں"۔

ایک اَور مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا﴾[2] "رحمن کے وہ بندے کہ زمین پر آہستہ چلتے ہیں، اور جب جاہل ان سے بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں: بس سلام"۔ حضرت سیّدنا مجاہد رحمۃ اللہ تعالی علیہ اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں کہ "زمین پر آہستہ چلنے سے مراد اُن کا تحمُّل وبرداشت اور وقار ہے"[3]۔

لہذا تبلیغِ دین اور اِشاعتِ اسلام کے شعبہ سے وابستہ ہر شخص اور مبلّغ کو چاہیے، کہ دَورانِ تبلیغ ناپسندیدہ صورتحال میں صبر وتحمل سے کام لے، جاہلوں سے بحث ومُباحثہ نہ کرے، اور باہم اُلجھنے سے گریز کرے؛ کہ ایسا کرنا ایک مبلّغ کی شان کے مُنافی ہے۔ اسی طرح عام مسلمانوں کے لیے بھی یہی حکم ہے کہ اگر کسی مُعاملے کی وجہ سے باہم اختلاف ہو جائے، اور جھگڑا ہونے کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں دانشمندی کا مظاہرہ کریں، اور حکمتِ عملی سے کام لیتے ہوئے مُعاملے کو رفع دفع کر دیں۔

زِنا وبدکاری سے اجتناب

جانِ برادر! اچھے مؤمن کی صفات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ حلال وحرام کی

---

(۱) پ ٤، آل عمران: ١٣٤.

(۲) پ ١٩، الفرقان: ٦٣.

(۳) "تفسیر الطبَري" پ ١٩، الفرقان، تحت الآية: ٦٣، الجزء ١٩، صـ٤٣، ملخّصاً.

تمیز رکھتا ہے، اور زِنا وبدکاری جیسے قبیح گناہ سے بھی بچا رہتا ہے، اللہ تعالی اپنے انہی بندوں کی صفات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَلَا يَزْنُوْنَ﴾[1] "وہ بدکاری نہیں کرتے"۔

میرے محترم بھائیو! زِنا وبدکاری ایک ایسا غلیظ اور کبیرہ گناہ ہے، کہ انسان جس گھڑی اس فعلِ حرام کا اِرتکاب کرتا ہے اُس وقت اس کے سینے سے نورِ ایمان بھی خارج ہو جاتا ہے، حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «إِذَا زَنَى الرَّجُلُ خَرَجَ مِنْهُ الْإِيمَانُ، كَانَ عَلَيْهِ كَالظُّلَّةِ، فَإِذَا انْقَلَعَ رَجَعَ إِلَيْهِ الْإِيمَانُ»[2] "جب آدمی زِنا کرتا ہے تو اُس سے ایمان کا نُور نکل کر، اس پر مثل سائبان کے ہو جاتا ہے، جب اس فعلِ بد سے جدا ہوتا ہے تو اُس کی طرف ایمان لَوٹ آتا ہے"۔

ایک اَور مقام پر حضرت سیّدنا ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، نبئ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ!»[3] "زانی جس وقت زِنا کرتا ہے، وہ مؤمن نہیں رہتا!"۔

نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آج ہمارے مُعاشرے میں فحاشی وبے حیائی روز بروز بڑھتی جا رہی ہے، زِنا وبدکاری کے اَڈّوں میں اضافہ ہو رہا ہے، کفّار ومشرکین نے مسلمان قوم کو اَخلاقی اور عملی طَور پر تباہ کرنے کے لیے اس گناہ کو باقاعدہ ایک کاروبار کے طَور پر فروغ (Promote) دے کر، ہمارے

---

(١) پ١٩، الفرقان: ٦٨.

(٢) "سنن أبي داود" كتاب السُنّة، ر: ٤٦٩٠، صـ٦٦٢.

(٣) "صحيح البخاري" كتابُ الحدود، ر: ٦٧٨٢، صـ١١٦٩.

نَوجوانوں کو گناہوں کے دَلدل میں دھکیل دیا ہے، لہذا ہمیں چاہیے کہ فحاشی وبے حیائی سے کوسوں دُور بھاگیں، تقویٰ وپرہیز گاری اختیار کریں، اور اچھے اور نیک اعمال پر کاربند رہیں۔

مسلمان کی مدد اور حاجت رَوائی کا جذبہ

حضراتِ ذی وقار! اپنے مسلمان بھائی کی حاجت رَوائی کرنا، اور مشکل وقت میں اس کی مدد کرنا بھی ایک حقیقی مسلمان کا وصف اور خاصّہ ہے، حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ، لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يُسْلِمُهُ، وَمَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيْهِ، كَانَ اللهُ فِيْ حَاجَتِهِ، وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً، فَرَّجَ اللهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِّنْ كُرُبَاتِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِماً، سَتَرَهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَة»[1] "مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اُس پر ظلم کرے، نہ اسے ظالم کے حوالے کرے، اور جو اپنے بھائی کی حاجت روائی میں رہے گا، اللہ تعالی اُس کی حاجت رَوائی فرمائے گا، اور جو کسی مسلمان کی تکلیف دُور کرے گا، اللہ تعالی اس کی قیامت کی تکلیفوں میں سے تکلیف دُور کردے گا، اور جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا، اللہ تعالی قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا"۔

ہمارے وہ حکمران جو مال ودَولت کی لالچ میں اپنے ہی مسلمان بھائیوں کو پکڑ کر کفّار ومشرکین کے حوالے کر دیتے ہیں، اور بدلے میں مغربی ممالک (Western Countries) کی پُرتعیش زندگی کے خواہاں رہتے ہیں، ان کے لیے

(١) المرجع نفسه، كتاب المظالم، ر: ٢٤٤٢، صـ٣٩٤.

اس حدیثِ پاک میں درسِ عبرت ہے، قوم کی بیٹی "عافیہ صدیقی" اس کی زندہ اور موجود مثالوں میں سے ایک ہے، لہٰذا کسی بھی طَور پر اپنے مسلمان بھائیوں کو بے یار ومددگار نہ چھوڑیں، انہیں کفّار ومشرکین کے حوالے نہ کریں، ان کی مدد اور حاجت رَوائی کریں، اور اُن کی پردہ پوشی کریں!!۔

غیر متعلقہ مُعاملات میں دخل اندازی سے گریز

برادرانِ اسلام! فُضول اور غیر متعلقہ باتوں سے بچنا بھی ایک اچھے اور سچے مؤمن کی پہچان ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ۝۱ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۙ۝۲ وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ﴾(۱) "یقیناً ایمان والے مُراد کو پہنچے، جو اپنی نماز میں گڑگڑاتے ہیں، اور وہ جو کسی فُضول بات کی طرف اِلتفات نہیں کرتے!"۔

حضرت سیّدنا علی بن حسین رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے، مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: «إِنَّ مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ المَرْءِ، تَرْكُه مَا لَا يَعْنِيهِ»(۲) "اچھا مسلمان وہ ہے جو اپنے کام سے کام رکھے!"۔

بارہا دیکھنے میں آیا ہے کہ جہاں دو ۲ مسلمان باہم کسی بات پر جھگڑ رہے ہوں، یا پھر کسی شادی بیاہ میں ناچ گانا ہو رہا ہو، وہاں تماشا دیکھنے والوں کا ایک تانتا بندھ جاتا ہے، یہ طرزِ عمل کسی طَور پر مناسب نہیں، اگر قدرت واختیار ہو تو تماشا دیکھنے کے بجائے آگے بڑھ کر اُن کا جھگڑا ختم کروائیں، اور اعلانیہ گناہوں کا اِرتکاب کرنے والوں کو روکیں، یا پھر وہاں سے چل دیں؛ کہ جس بات سے انسان کا کوئی تعلق

---

(۱) پ۱۸، المؤمنون: ۱-۳.

(۲) "سنن الترمذي" أبواب الزُهد، ر: ۲۳۱۸، صـ۵۳۱.

نہ ہو، یا وہ لہو و باطل پر مشتمل ہو، اُس میں خوامخواہ دخل اندازی کے بجائے، بچنے میں ہی دنیا و آخرت کی بھلائی اور عافیت ہے۔

مسلمانوں کی عملی صورتحال

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! ہم مسلمانوں کی عملی صورتحال اس وقت بڑی نازک ہے، ہماری اکثریت صرف برائے نام مسلمان ہے، کلمہ پڑھنے والے ساری دنیا میں باہم دست وگریباں ہیں، ایک دوسرے کے خلاف جنگیں مسلّط کر رہے ہیں، باہم قتل وغارتگری کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں، ڈاکے ڈال رہے ہیں، زِنا وبدکاری کا اِرتکاب کرتے ہیں، سُود خوری، رشوَت ستانی، بدعنوانی (Corruption)، ناپ تول میں کمی اور ملاوٹ جیسے گناہوں کا اِرتکاب کرتے ہیں۔ المختصر کہ عملی طَور پر مسلمان قوم کی صورتحال بڑی خستہ اور نازک ہے، اور بحیثیت مسلمان ایسا طرزِ عمل کسی طَور پر بھی ہمیں زیب نہیں دیتا!!۔

ہمارا طرزِ عمل کیسا ہونا چاہیے؟

میرے محترم بھائیو! ہمیں اس اَمر پر غور وفکر کرنے کی ضرورت ہے کہ بحیثیت مسلمان ہمارا طرزِ عمل کیا ہونا چاہیے؟ آج کی دنیا میں ہم کس طرح ایک اچھی اور بہترین قوم بن کر اُبھر سکتے ہیں؟ اقوامِ عالَم بالخصوص عالَمِ اسلام کی رَہنمائی اور انسانیت کی خدمت کا فریضہ کس طرح انجام دے سکتے ہیں؟ اور آخرت میں اللہ ربّ العالمین کی بارگاہ میں کس طرح سُرخرو ہوسکتے ہیں؟۔

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! پاکستان کو وُجود میں آئے تقریبًا ۷۵ سال ہو چکے، ہم عالَمِ اسلام کی واحد ایٹمی قوّت ہونے کے باوُجود مسلسل ناکامیوں اور

محرومیوں کا شکار کیوں ہیں؟ دنیا بھر میں صرف مسلمان ہی کیوں ظلم کی چکی میں پِس رہے ہیں؟ اگر آپ غور و فکر اور تدبُر سے کام لیں، تو ان سب سوالات کا صرف ایک ہی جواب ملے گا، کہ ہم صرف مَورُوثی اور برائے نام مسلمان ہیں، جبکہ ہمیں ایک حقیقی اور باعمل مسلمان بننے کی اشد ضرورت ہے۔ یقین جانیے! جب ہم قرآن وسنّت کی تعلیمات پر حقیقی معنی میں کاربند ہوجائیں گے، اور فرائض وواجبات کی پابندی کرنا شروع کر دیں گے، تو مسلمان قوم کی یہ ساری محرومیاں ختم ہو جائیں گی، اور ہمارا مُعاشرہ دھوکہ، فریب، سُود، رشوت، زِنا، جھوٹ، ناپ تول میں کمی اور ملاوَٹ جیسی غیر اَخلاقی اور مُعاشرتی برائیوں سے پاک ہو جائے گا، پھر ہم ترقی کی راہ پر گامزن ہو جائیں گے، اور دنیاوآخرت میں کامیابی وکامرانی ہمارا مقدّر قرار پائے گی!۔

دعا

اے اللہ! ہمیں اچھا اور سچا مسلمان بنا، اَحکامِ شریعت کا پابند بنا، حُسنِ اَخلاق اور تواضُع، عاجزی واِنکساری کا پیکر بنا، اپنی رِضا کو ہمارا مقصود ومطلوب بنا، فُضول اور لایعنی کاموں سے ہمیں محفوظ رکھ، جاہلوں کے ساتھ لاحاصل بحث وتکرار سے بچا، شرک، قتلِ ناحق، جھوٹی گواہی اور بدکاری جیسے کبیرہ گناہوں سے محفوظ رکھ، نیکیوں پر استقامت اور گناہوں سے بچنے کا جذبہ عطا فرما، اور سچی توبہ کرکے حقیقی مسلمان اور بندۂ مؤمن بننے کی توفیق مرحمت فرما، آمین یاربّ العالمین!۔

جہاد کی اہمیت اور شہید کا مقام ومرتبہ

(جمعۃ المبارک ۳ محرّم الحرام ۱۴۴۵ھ - ۲۱/۰۷/۲۰۲۳ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

جہاد کی اَہمیت

برادرانِ اسلام! مصطفی جانِ رحمت ﷺ کی سیرتِ طیّبہ کا ہر پہلو اگرچہ انتہائی اہم اور ہدایت بخش ہے، لیکن کلمۂ حق بلند کرنے کے لیے سرورِ عالَم ﷺ کی جدوجہد جسے جہاد یا غزوات سے تعبیر کیا جاتا ہے، اُمّتِ مسلمہ کے سیاسی استحکام اور ترقی کے لحاظ سے اَز حد اَہمیت کا حامل ہے، یہی وجہ ہے کہ خیرُ القُرون کے اکابرِ اُمّت نے اس (جہاد) پر بڑی توجہ دی، وہ حضرات اپنی اولاد کو سرفروشی اور قربانی کے محیّر العقول واقعات سنا کر اَز بر کرایا کرتے؛ تاکہ اللہ تعالی کے نام کو بلند کرنے کے لیے، اگر اپنے زمانہ کی طاغوتی قوتوں سے انہیں ٹکرانا پڑے، تو انہیں ذرّہ برابر جھجک محسوس نہ ہو، اور جب اس راہ میں سَروں کا نذرانہ پیش کرنے کی ضرورت پڑے، تو اپنے اَسلاف کی طرح وہ بصد ذَوق وشَوق اس سعادت کو حاصل کرنے کے لیے تڑپ اٹھیں؛ کیونکہ اسی میں ان کی

دنیاوی زندگی کی کامرانی، اور اُخروی حیات کی سُرخروئی کا راز پنہاں ہے[۱] ؏

مٹایا قیصر وکِسریٰ کے اِستبداد کو جس نے

وہ کیا تھا، زورِ حیدر، فقرِ بو ذَر، صِدقِ سلمانی![۲]

مجاہدینِ اسلام ... سچے لوگ

عزیزانِ محترم! اسلام نے قیامِ امن، نفاذِ عدل، حقوقِ انسانی کی بحالی، اور ظلم وستم کے خاتمے کے لیے جہاد کا حکم دیا، اور مجاہدینِ اسلام کو سچے لوگوں میں شمار کیا، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴾[۳] "یقیناً جو اللہ تعالی اور اس کے رسول پر ایمان لائے وہی مؤمن ہیں، پھر اس میں کوئی شک نہیں کیا، اور اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کیا، وہی لوگ سچے ہیں"۔

حضرت سیّدنا ابو موسیٰ اَشعری رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ کسی دیہاتی نے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کی: یارسولَ اللہ! آدمی مالِ غنیمت، شہرت، اور اپنا مرتبہ دِکھانے کو لڑتا ہے، تو اللہ تعالی کی راہ میں لڑنا کونسا لڑنا ہے؟ مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «مَنْ قَاتَلَ لِتكُونَ كَلِمَةُ الله أَعْلَى،

---

(۱) "ضیاء النبی" غزواتِ رسالت مآب صلی اللہ تعالی علیہ وسلم، ۳/۲۵۹، ملتقطاً۔ "اسلام کا تصوُرِ جہاد" واعظ الجمعہ ۶ ستمبر ۲۰۱۹ء۔

(۲) "کُلیاتِ اقبال" "بانگِ دِرا، طلوعِ اسلام، صـ۲۹۸۔

(۳) پ۲۶، الحجرات: ۱۵.

فَهُوَ فِي سَبِيلِ الله»[١] "جو اللہ تعالی کا کلمہ (حکم) بلند کرنے کے لیے لڑے، تو وہ اللہ کی راہ میں لڑتا (جہاد کرتا) ہے"۔

اسلام میں جہاد کی اہمیت کس قدر زیادہ ہے اس کا اندازہ حضرت سیّدنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی اس روایت سے خوب لگایا جاسکتا ہے، کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے ارشاد فرمایا: «مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَغْزُ، وَلَمْ يُحَدِّثْ بِهِ نَفْسَهُ، مَاتَ عَلَى شُعْبَةٍ مِنْ نِفَاقٍ»[٢] "جو شخص بغیر جہاد کیے مر گیا، اور اس کے دل میں جہاد کی خواہش بھی نہ ہو، وہ منافقت کے ایک درجہ پر مرا"۔

اسلامی جہاد کی امتیازی خصوصیات

حضراتِ گرامی قدر! دوجہاں کے سردار، سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے جنگ وجہاد کو اس مقصد کے لیے جائز رکھا، کہ کوئی کسی پر ظلم وجبر نہ کرسکے! تشدّد سے کسی کو اپنا عقیدہ یا مذہب تبدیل کرنے پر مجبور نہ کیا جائے! اگر کوئی بلاجبر واِکراہ دائرۂ اسلام میں داخل ہونا چاہتا ہے، تو کوئی اسے اسلام قبول کرنے سے جبراً نہ روکے! جبکہ حضور نبئ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے اپنے ماننے والوں کو بے دریغ قتل وغارتگری، اور بے فائدہ لشکر کشی سے منع فرمایا! بحالتِ جنگ بھی شرفِ انسانیت کا خیال رکھنے کا حکم دیا! کسی مقتول کا مُثلہ کرنے یعنی ناک یا ہونٹ کاٹنے، آنکھیں نکالنے، پیٹ چیرنے سے سخت ممانعت فرمائی! دَورانِ جنگ بچوں، بوڑھوں، عورتوں، معذروں، ان کے پُرامن (مقابلے میں نہ آنے والے) مذہبی رہنماؤں پر تلوار اٹھانے سے منع فرمایا، کھیتوں درختوں وغیرہ، اور دشمن

(١) "صحيح مسلم" كتاب الإمارة، ر: ٤٩١٩، صـ٨٥٢.
(٢) المرجع نفسه، باب ذمّ من مات ولم يغز، ر: ٤٩٣١، صـ٨٥٤.

کے دینی مراکز پر حملہ کرنے کی بھی اجازت نہیں دی! بلکہ مجاہدینِ اسلام کو جنگ سے متعلق قرآنِ پاک میں واضح ہدایات دیں، ارشاد فرمایا: ﴿وَ قَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَكُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْاؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ﴾(۱) "اللہ کی راہ میں اُن سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور حد سے نہ بڑھو! اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں رکھتا!"۔

انسانی حقوق کے نام نہاد علمبردار، اور ترقی یافتہ وشائستہ کہلوانے والے، آج بھی اپنے دشمن کے ساتھ ایسا رحیمانہ وکریمانہ سُلوک کرنے کے رَوا دار نہیں! یہ مصطفی جانِ رحمت ﷺ ہی کی شان ہے کہ آپ نے جنگ جیسی اَلمناک چیز کو بھی رحم وکرم کا آئینہ دار بنادیا!!(۲)۔

غازی یا شہید

حضراتِ گرامی قدر! اللہ کی راہ میں جہاد کرکے میدانِ جنگ سے زندہ واپس لَوٹنے والے کو غازی، اور اپنی جان قربان کرکے مرتبۂ شہادت پانے والے، یا ناحق قتل ہونے والے عاقل وبالغ مسلمان کو شہید کہتے ہیں(۳)۔

اسلام میں شہید کا مقام ومرتبہ

اسلام میں شہید کا مقام ومرتبہ بڑا عظیم اور بلند ہے، اللہ ربّ العالمین نے شہیدوں کا شمار انبیاء وصدّیقین کے ساتھ فرمایا، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓىٕكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ

---

(۱) پ۲، البقرة: ۱۹۰.

(۲) دیکھیے: "اسلام کا تصوُرِ جہاد" واعظ الجمعہ ٦ ستمبر ۲۰۱۹ء۔

(۳) "بہارِ شریعت" شہید کا بیان، حصہ چہارُم ۴، ۸۶۰/۱، ملخصًا۔

وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ ۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا﴾[1] "جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے، تو اُسے اُن کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا، (یعنی) انبیاء اور صدّیق اور شہید اور نیک لوگ، اور یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں!"۔

راہِ خدا میں شہید ہونا ایک عملِ صالح، قبر میں رزق کی فراہمی، دائمی حیات، اور بخشش و مغفرت کا سبب ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ﴾[2] "جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مُردہ نہ کہو، بلکہ وہ زندہ ہیں مگر تمہیں خبر نہیں"۔

شہداء کو مُردہ گمان نہیں کرنا چاہیے، وہ زندہ ہیں اور انہیں رزق پیش کیا جاتا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۙ﴿۱۶۹﴾ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ﴾[3] "اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انہیں مُردہ خیال نہ کرنا! بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، روزی پاتے ہیں، شاد ہیں اس پر جو اللہ تعالی نے انہیں اپنے فضل سے دیا"۔

صدر الاَفاضل علّامہ سیّد نعیم الدین مُرادآبادی رحمۃ اللہ تعالی علیہ اس آیتِ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں کہ "علماء نے فرمایا کہ شہداء کے جسم قبروں میں محفوظ رہتے ہیں، مٹی ان کو نقصان نہیں پہنچاتی، اور زمانۂ صحابہ میں اور اس کے بعد بکثرت مُعاینہ ہوا ہے، کہ اگر کبھی شُہداء کی قبریں کُھل گئیں تو ان کے جسم ترو تازہ پائے گئے"[4]۔

---

(١) پ٥، النساء: ٦٩.
(٢) پ٢، البقرة: ١٥٤.
(٣) پ٤، آل عمران: ١٦٩، ١٧٠.
(۴) "تفسیر خزائن العرفان" پ ۴، آلِ عمران، زیرِ آیت: ۱۶۹، صـ۱۴۳۔

حکیم الاُمّت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اس آیتِ مبارکہ کے تحت "تفسیرِ نعیمی" میں فرماتے ہیں کہ * "شہید کے بہت بڑے درَجات ہیں * شہید کو نبی سے بہت قُرب حاصل ہے؛ کہ پیغمبر کی نیند وُضو نہیں توڑتی، اور شہید کی موت غُسل نہیں توڑتی * شہید بعد وفات زندہ ہوتا ہے * شہید سوالاتِ قبر سے محفوظ رہتا ہے * شہید کا گوشت وخون زمین نہیں کھا سکتی * شہید گناہوں سے ایسے پاک صاف ہو جاتا ہے جیسے آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو * شہید موت سے پہلے جنّت دیکھ لیتا ہے * شہید ۷۰ لوگوں کی شَفاعت کرے گا * شہید کا عمل اور رزق قیامت تک جاری رہے گا * اور شہید قیامت کے دن گھبراہٹ سے محفوظ رہے گا"[1]۔

حضرت سیّدنا مسروق رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت سیّدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے آیتِ مبارکہ: ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًاؕ بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ﴾ کے متعلق دریافت کیا، توانہوں نے فرمایا کہ ہم نے رسولِ اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اس بارے میں پُوچھا، حضور نبئ کریم نے ارشاد فرمایا: «أَرْوَاحُهُمْ فِي جَوْفِ طَيْرٍ خُضْرٍ، لَهَا قَنَادِيلُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ تَسْرَحُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ شَاءَتْ، ثُمَّ تَأْوِي إِلَى تِلْكَ الْقَنَادِيلِ»[2] "شہداء کی رُوحیں سبز پرندوں کے قالب میں ہوتی ہیں، ان کے لیے عرش میں قندیلیں لٹک رہی ہیں، جنّت میں جہاں چاہیں جاتی ہیں، پھر ان قندیلوں کی طرف لَوٹ آتی ہیں"۔

---

(۱) "تفسیرِ نعیمی" پ۴، آلِ عمران، زیرِ آیت: ۱۶۹، ۲/ ۸۸، ملتقطاً۔
(٢) "صحيح مسلم" كتاب الإمارة، ر: ٤٨٨٥، صـ٨٤٥.

جہاد میں شہادت کی خواہش

حضراتِ ذی وقار! شہادت کی اہمیت، اُخروی سعادت اور شرف کی بلندی کا اندازہ اس بات سے خوب لگایا جا سکتا ہے، کہ رحمتِ عالمیان ﷺ نے بنفسِ نفیس جہاد میں شہادت کی خواہش کا اظہار فرمایا، حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرورِ دو جہاں ﷺ نے ارشاد فرمایا: «وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ! لَوَدِدْتُ أَنْ أَغْزُوَ فِي سَبِيلِ الله فَأُقْتَلَ، ثُمَّ أَغْزُوَ فَأُقْتَلَ، ثُمَّ أَغْزُوَ فَأُقْتَلَ»[1] "اُس ذات پاک کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! مجھے یہ پسند ہے کہ میں اللہ کے راہ میں جہاد کروں پھر شہید کیا جاؤں، پھر جہاد کروں پھر شہید کیا جاؤں، پھر جہاد کروں پھر شہید کیا جاؤں" ؏

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبّیری
کہ فقرِ خانقاہی ہے فقط اندوہ ودلگیری!

ترے دِین واَدب سے آ رہی ہے بُوئے رہبانی
یہی ہے مرنے والی اُمّتوں کا عالَمِ پیری[2]

جنّت میں جانے کے بعد بار بار شہادت کی تمنّا

عزیزانِ مَن! مسلمان کا مقصدِ حقیقی اللہ کی رِضا حاصل کرنا ہے، اور رِضائے الٰہی کے حُصول کا ایک بہترین ذریعہ شہادت بھی ہے، اور شہید جنّت میں داخل ہونے

(۱) "سنن ابن ماجه" كتاب الجهاد، باب فضل الجهاد في سبيل الله، ر: ۲۷۵۳، صـ۴٦۹.
(۲) "کُلیاتِ اقبال" "اَرمُغانِ حجاز، مُلّازادہ ضیغم لولابی کشمیری کا بیاض، صـ۷۳۸۔

کے بعد جب اس کا اجر وثواب دیکھے گا، تو تمنّا کرے گا کہ کاش اسے دنیا میں بار بار لَوٹایا جائے اور بار بار شہید کیا جائے۔ حضرت سیّدنا انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: «مَا أَحَدٌ يَدْخُلُ الجَنَّةَ يُحِبُّ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى الدُّنْيَا، وَلَهُ مَا عَلَى الأَرْضِ مِنْ شَيْءٍ، إِلَّا الشَّهِيدُ يَتَمَنَّى أَنْ يَرْجِعَ إِلَى الدُّنْيَا، فَيُقْتَلَ عَشْرَ مَرَّاتٍ؛ لِمَا يَرَى مِنَ الكَرَامَةِ»[1] "جنّت میں داخل ہونے کے بعد شہید کے سوا کوئی اس بات کو پسند نہیں کرے گا کہ اُسے دنیا میں لَوٹایا جائے، اور اُس کے ساتھ پھر وہی سُلوک کیا جائے جو دنیا میں کیا جاتا تھا، لیکن شہید شہادت کی فضیلت وکرامت دیکھتے ہوئے تمنّا کرے گا، کہ اسے دنیا میں لَوٹایا جائے اور دس ۱۰ بار شہید کیا جائے!" ؏

قضا حق ہے مگر اس شوق کا اللہ والی ہے

جو اُن کی راہ میں جائے وہ جان اللہ والی ہے[2]

قبر کے امتحان سے نَجات

جانِ برادر! شہید سوالاتِ قبر اور اس کے امتحان سے نَجات پاتا ہے، حضرت سیّدنا راشد بن سعد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ایک صحابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت کرتے ہیں، کہ کسی نے عرض کی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ! کیا وجہ ہے کہ قبر میں سب مسلمانوں کا امتحان ہوتا ہے لیکن شہید کا نہیں ہوتا؟ سرورِ کونین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: «كَفَى بِبَارِقَةِ السُّيُوفِ عَلَى رَأْسِهِ

(١) "صحيح البخاري" كتاب الجهاد والسِير، ر: ٢٨١٧، صـ٤٦٧.

(٢) "حدائقِ بخشش" حصہ اوّل، گنہگاروں کو ہاتِف سے نویدِ خوش مآلی ہے، صـ۱۸۳۔

فِتْنَةً»[1] "اس کے سر پر تلواروں کی بجلی گرنا ہی اس کے امتحان کے لیے کافی ہے!"۔

مَوت کی سختی اور تکلیف سے نَجات

میرے محترم بھائیو! مرتبۂ شہادت پر فائز ہونے والا شخص مَوت کی سختی اور تکلیف سے محفوظ رہتا ہے، حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «مَا يَجِدُ الشَّهِيدُ مِنْ مَسِّ الْقَتْلِ إِلَّا كَمَا يَجِدُ أَحَدُكُمْ مِنْ مَسِّ الْقَرْصَةِ»[2] "شہید کو قتل ہوتے وقت اتنی ہی تکلیف ہوتی ہے، جتنی تم میں سے کسی کو چٹکی بھرے جانے پر ہوتی ہے"۔

تمام گناہوں کی بخشش ومغفرت کا ذریعہ

برادرانِ اسلام! شہادت قرض کے سوا تمام گناہوں کی بخشش ومغفرت کا ذریعہ ہے، حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عَمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، رحمتِ عالمیان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «يُغْفَرُ لِلشَّهِيدِ كُلُّ ذَنْبٍ إِلَّا الدَّيْنَ»[3] "قرض کے سوا شہید کے تمام گناہ مُعاف کردیے جاتے ہیں"۔ علّامہ عبد الرؤف مُناوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیثِ پاک کی شرح میں فرماتے ہیں کہ "اس میں گناہوں سے مُعافی سے مراد جمیع حقوق العباد کی مُعافی ہے، اور یہ فضیلت خشکی پر شہید ہونے والے کے لیے ہے، جبکہ سمندر میں شہادت پانے والے کے لیے قرض سمیت تمام واجبُ الاداء

---

(١) "سنن النَّسائي" كتاب الجنائز، باب الشهيد، ر: ٢٠٤٩، الجزء ٤، صـ١٠٢.

(٢) "سنن الترمذي" أبواب فضائل الجهاد، باب ما جاء في فضل المُرابط، ر: ١٦٦٨، صـ٤٠١.

(٣) "صحيح مسلم" كتاب الأمارة، ر: ٤٨٨٣، صـ٨٤٥.

حقوق اور گناہ مُعاف کردیے جاتے ہیں"[۱]۔

کم عمل میں زیادہ اجر و ثواب کے حُصول کا ذریعہ

عزیزانِ محترم! راہِ خدا میں شہادت، کم عمل میں زیادہ اجر و ثواب کے حُصول کا ذریعہ ہے، حضرت سیّدنا براء بن عازِب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ایک شخص لوہے کی زِرَہ (Armour) پہن کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا اور عرض کی: یارسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ! میں پہلے جہاد کروں یا اسلام قبول کروں؟ نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: «أَسْلِمْ ثُمَّ قَاتِلْ» "پہلے اسلام قبول کرو پھر جہاد کرو" (حکمِ نبوی کے مُطابق) اس نے پہلے اسلام قبول کیا پھر (راہِ خدا میں) جہاد کرتے ہوئے شہید ہو گیا، رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: «عَمِلَ قَلِيلًا وَأُجِرَ كَثِيراً»[۲] "اس نے عمل کم کیا اور ثواب زیادہ پالیا"۔

اہلِ خانہ سے ستّر اَفراد کی شَفاعت

حضراتِ گرامی قدر! شہید کا مقام و مرتبہ بڑا بلند و بالا ہے، بروزِ قیامت اللہ تعالی شہید کو اپنے اہلِ خانہ اور عزیز و اقارب میں سے ستّر ۷۰ اَفراد کی شَفاعت کا اختیار عطا فرمائے گا، حضرتِ سیّدنا ابو درداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: «يُشَفَّعُ الشَّهِيدُ فِي سَبْعِينَ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ»[۳] "شہید کی اپنے گھر والوں میں سے ستّر ۷۰ اَفراد کے حق میں شَفاعت قبول کی جائے گی"۔

---

(۱) "التيسير" للمُناوي، حرف الياء، تحت ر: ۱۰۰۱٦، ٦/ ٥٥٣، ملخصاً.

(۲) "صحيح البخاري" كتاب الجهاد والسِير، ر: ۲۸۰۸، صـ٤٦٥.

(۳) "سنن أبي داود" كتاب الجهاد، باب في الشهيد يشفع، ر: ۲٥۲۲، صـ٣٦٦.

شہید کے لیے سات انعامات

رفیقانِ ملّت اسلامیہ! دنیا و آخرت میں اللہ تعالی کی طرف سے شہید کے لیے سات ۷ مختلف قسم کے اِنعامات ہیں، حضرتِ سیّدنا عُبادہ بن صامت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرورِ دو جہاں صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «إِنّ للشهيدِ عِنْد الله سبعَ خِصَالٍ: (١) أَن يُغْفَر لَهُ فِي أوّل دُفْعَةٍ من دَمِه، وَيَرى مَقْعَدَه من الجْنَّة، (٢) ويُحلّى حُلَّةَ الْإِيمَان، (٣) ويُجَارُ من عَذَابِ الْقَبْر، (٤) ويأمَنَ منْ الْفَزع الْأَكْبَر، (٥) وَيُوضَع على رَأسه تَاجُ الْوَقار، الياقُوتَة مِنْهُ خيرٌ من الدُّنْيا وَمَا فِيهَا، (٦) ويُزَوَّجَ ثِنْتَيْنِ وَسبعين زَوْجَةً من الْحُور الْعِين، (٧) ويُشَفَّعُ في سبعين إنْسَاناً من أَقَارِبه»[1]

"یقیناً شہید کے لیے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پاس سات ۷ انعامات ہیں: (۱) اس کے خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی اس کی بخشش ہو جاتی ہے، اور اُسے جنّت میں اس کا ٹھکانا دکھا دیا جاتا ہے، (۲) اسے ایمان کا جوڑا پہنایا جاتا ہے، (۳) عذاب قبر سے نَجات دی جاتی ہے، (۴) اُسے قیامت کے دن کی بڑی گھبراہٹ سے امن میں رکھا جائے گا، (۵) شہید کے سر پر وقار کا تاج سجایا جائے گا، جس کا یاقُوت دنیا اور اس کی ہر چیز سے بہتر ہو گا، (۶) بہتّر ۷۲ حُورِعِین سے اس کا نکاح کرایا جائے گا، (۷) ستّر ۷۰ رشتہ داروں کے حق میں اس کی شَفاعت قبول کی جائے گی"۔

---

(١) "سنن الترمذي" أبواب فضائل الجهاد، باب في ثواب الشهيد، ر: ١٦٦٣، صـ٤٠٠. "الترغيب والترهيب" للمُنذري، كتاب الجهاد، الترغيب في الشهادة، ر: ٢٧، ٢/ ٢١٠.

بے حساب بخشش و مغفرت

جانِ برادر! میدانِ جہاد میں اپنا رُخ نہ موڑنے والوں، اور دیوانہ وار لڑتے ہوئے شہید ہونے والوں سے اللہ تعالی بہت خوش ہوتا ہے، اور انہیں بے حساب بخشش و مغفرت کا پروانہ عطا فرماتا ہے، حضرتِ سیّدنا نُعَیم بن همّار رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں عرض کی: یا رسولَ اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کونسے شہید افضل ہیں؟ ارشاد فرمایا: «الَّذِينَ إِنْ يُلْقَوْا فِي الصَّفِّ لَا يَلْفِتُونَ وُجُوهَهُمْ حَتَّى يُقْتَلُوا، أُولَئِكَ يَتَلَبَّطُونَ فِي الْغُرَفِ الْعُلَى مِنَ الْجَنَّةِ، وَيَضْحَكُ إِلَيْهِمْ رَبُّكَ، وَإِذَا ضَحِكَ رَبُّكَ إِلَى عَبْدٍ فِي الدُّنْيَا فَلَا حِسَابَ عَلَيْهِ»[1] "وہ جو کسی صف میں اگر داخل ہو جائیں تو قتل (شہید) ہو جانے تک اپنا رُخ نہ موڑیں، یہ وہی لوگ ہیں جو جنّت کی اعلیٰ مَنازل میں ہوں گے، اور ان کا رَب تعالی ان کی طرف دیکھ کر مُسکراتا ہے، اور جب تمہارا رب دنیا میں کسی بندے کی طرف دیکھ کر مسکرایا، تو اس بندے سے کوئی حساب نہیں لیا جاتا"۔

جنّت واجب ہونے کا سبب

حضراتِ ذی وقار! راہِ خدا میں جہاد کرنا جنّت واجب ہونے کے لیے بہترین ذریعہ ہے، چاہے وہ تھوڑی دیر کے لیے ہی کیوں نہ ہو، حضرتِ سیّدنا مُعاذ بن جبل رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، رحمتِ عالمیان صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «مَنْ

---

(۱) "مُسند الإمام أحمد" مسند الانصار، حديث نعَيم بن همّار الغَطَفاني، ر: ۲۲۵۳۹، ۸/ ۳۴۳.

قَاتَلَ فِي سَبِيلِ اللهِ فُوَاقَ نَاقَةٍ، فَقَدْ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ»[۱] "جس نے اُونٹنی کے (دو۲ بار) دودھ دوہنے (کے درمیانی) وقفہ برابر (تقریبًا دوپہر سے عشاء تک)، اللہ تعالی کی راہ میں جہاد کیا، اُس کے لیے بھی جنّت واجب ہوجاتی ہے"۔

شہداء کا گھر

جانِ برادر! اللہ ربّ العالمین شہیدوں کو جنّت میں بڑا عالی شان اور فضیلت والا گھر عطا فرمائے گا، حضرت سیّدنا سمُرہ بن جُندَب رضي الله تعالى عنه سے روایت ہے، نبئ کریم صلى الله تعالى عليه وسلم نے ارشاد فرمایا: «رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ أَتَيَانِي فَصَعِدَا بِي الشَّجَرَةَ، فَأَدْخَلَانِي دَاراً هِيَ أَحْسَنُ وَأَفْضَلُ، لَمْ أَرَ قَطُّ أَحْسَنَ مِنْهَا، قَالَا: أَمَّا هَذِهِ الدَّارُ فَدَارُ الشُّهَدَاءِ»[۲] "آج رات میں نے دیکھا کہ دو۲ شخص میرے پاس آئے، اور مجھے ساتھ لے کر ایک درخت کے اُوپر چڑھ گئے، اور مجھے ایک بہت خوبصورت عالی شان گھر میں داخل کیا، میں نے اُس جیسا گھر کبھی نہیں دیکھا تھا، پھر انہوں نے مجھ سے کہا کہ "یہ گھر شہداء کا ہے"۔

بروزِ قیامت شہید کی آمد مشکبار خوشبو کے ساتھ

میرے محترم بھائیو! راہِ خدا میں شہید ہونے والا جب میدانِ محشر میں آئے گا، تو اس کا جسم خون سے لت پت ہوگا، جس سے مُشک کی خوشبو آرہی ہوگی، حضرتِ سیّدنا ابوہریرہ رضي الله تعالى عنه سے روایت ہے، رسولِ اکرم صلى الله تعالى عليه وسلم نے فرمایا: «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَا يُكْلَمُ أَحَدٌ فِي سَبِيلِ اللهِ -وَاللهُ أَعْلَمُ بِمَنْ يُكْلَمُ فِي

---

(۱) "سنن أبي داود" كتاب الجهاد، باب فيمن سأل الله الشهادة، ر: ۲۵٤۱، صـ۳٦۹.

(۲) "صحيح البخاري" كتاب الجهاد والسِير، ر: ۲۷۹۱، صـ٤٦۲.

سَبيلِهِ- إِلَّا جَاءَ يَوْمَ القِيَامَةِ وَاللَّوْنُ لَوْنُ الدَّمِ، وَالرِّيحُ رِيحُ المِسْكِ»[۱] "اُس ذاتِ پاک کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! جو کوئی اللہ تعالی کی راہ میں زخمی ہوتا ہے، بروزِ قیامت وہ شخص اس طرح آئے گا کہ (اُس کا) رنگ خون کی طرح (یعنی زخم تروتازہ)، اور (اُس کی) خوشبو مُشک جیسی ہوگی، اور اللہ تعالی خوب جانتا ہے کہ کون اُس کی راہ میں زخمی ہوا ہے!"۔

سچے دل سے شہادت کی تمنّا اور دعا کی فضیلت

عزیزانِ مَن! سچے دل سے شہادت کی تمنّا اور دعا کرنا بھی بڑے اجر وثواب اور فضیلت کا ذریعہ ہے، حضرتِ سیّدنا مُعاذ بن جبل رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «وَمَنْ سَأَلَ اللهَ الْقَتْلَ مِنْ نَفْسِهِ صَادِقاً، ثُمَّ مَاتَ أَوْ قُتِلَ، فَإِنَّ لَهُ أَجْرَ شَهِيدٍ»[۲] "جس نے صدقِ دل سے اللہ تعالی سے شہادت مانگی، پھر وہ مرگیا یا قتل کردیا گیا، اُس کے لیے شہید کا ثواب ہے"۔

ایک اَور مقام پر حضرت سیّدنا سہل بن حنَیف رضی اللہ تعالی عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «مَنْ سَأَلَ اللهَ الشَّهَادَةَ بِصِدْقٍ، بَلَّغَهُ اللهُ مَنَازِلَ الشُّهَدَاءِ، وَإِنْ مَاتَ عَلَى فِرَاشِهِ»[۳] "جس نے اللہ تعالی سے سچے دل سے شہادت مانگی، اللہ تعالی اُسے شہداء کے رُتبے پر پہنچا دیتا ہے، چاہے اس کا انتقال اپنے بستر پر ہوا ہو" ع

---

(۱) المرجع نفسه، ر: ۲۸۰۳، صـ٤٦٤.

(۲) "سنن أبي داود" كتاب الجهاد، ، ر: ۲٥٤۱، صـ۳٦۹.

(۳) "صحيح مسلم" كتاب الأمارة، باب استحباب طلب الشهادة في سبيل الله، ر: ٤۹۳۰، صـ۸٥٤.

مِرا یہ خواب ہو جائے شہا شرمندۂ تعبیر
مدینے میں پیوں جامِ شہادت یا رسولَ اللہ![(۱)]

شہادت کا درجہ پانے والے دیگر خوش نصیب لوگ

رفیقانِ ملّت اسلامیہ! شہادت صرف اسی کا نام نہیں کہ جہاد میں قتل کیا جائے، بلکہ بعض شہداء وہ ہیں جنہیں دنیا میں شہید تو نہیں کہا جاتا، لیکن آخرت میں ان کے لیے بھی شہادت کا رُتبہ ہے، مثال کے طَور پر اپنے مال، جان، دِین اور گھر کی حفاظت کرتے ہوئے مارے جانے والوں کے بارے میں، حضرت سیّدنا سعید بن زید رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبئ کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا: «مَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ، وَمَنْ قُتِلَ دُونَ دِينِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ، وَمَنْ قُتِلَ دُونَ دَمِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ، وَمَنْ قُتِلَ دُونَ أَهْلِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ»[(۲)] "جو اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا گیا وہ شہید ہے، اور جو اپنے دِین کی حفاظت کرتے ہوئے مارا گیا وہ بھی شہید ہے، اور جو اپنی جان کی حفاظت کرتے ہوئے مارا گیا وہ بھی شہید ہے، اور جو اپنے گھر والوں کی حفاظت کرتے ہوئے مارا گیا وہ بھی شہید ہے"۔

اسی طرح طاعُون اور پیٹ کی بیماری میں مبتلا ہو کر، سمندر میں ڈُوب کر، اور بچے کو جنم دیتے وقت مرنے والی عورت کو بھی، بروزِ حشر شہید کا درجہ اور اجر و ثواب عطا کیا جائے گا، حضرت سیّدنا سعد بن عُبادہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، سرورِ کونین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم

---

(۱) "وسائلِ بخشش" گناہوں کی نہیں جاتی ہے عادت یا رسول اللہ، ص۳۲۹۔
(۲) "سنن الترمذي" كتاب الدِيات، ر: ۱۴۲۱، صـ۳۴۳، ۳۴۴.

نے ارشاد فرمایا: «مَا تَعُدُّونَ الشَّهِيدَ فِيكُمْ؟» "تم شہید کسے شمار کرتے ہو؟" عرض کی گئی: یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم! جو اللہ عَزَّوَجَلَّ پر ایمان لائے، اور راہِ خدا میں جہاد وقتال کرے، یہاں تک کہ قتل کر دیا جائے وہ شہید ہے، نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «إِنَّ شُهَدَاءَ أُمَّتِي إِذَنْ لَقَلِيلٌ! الْقَتْلُ فِي سَبِيلِ الله شَهِيدٌ، وَالمَبْطُونُ شَهِيدٌ، وَالمَطْعُونُ شَهِيدٌ، وَالْغَرِيقُ شَهِيدٌ، وَالنُّفَسَاءُ شَهِيدَةٌ»[1] "اس طرح تو میری اُمّت میں شہید بہت کم ہوں گے! (پھر فرمایا:) جو اللہ کی راہ میں قتل کیا جائے وہ شہید ہے، اور جو پیٹ کی بیماری میں مرجائے وہ بھی شہید ہے، اور جو طاعون میں مبتلا ہو کر مرے وہ بھی شہید ہے، اور جو ڈُوب کر مر گیا وہ بھی شہید ہے، اور حالتِ نفاس (بچے کو جنم دیتے وقت) میں مرنے والی عورت بھی شہید ہے"۔

شہادت سمیت ہر عمل میں اِخلاص شرط ہے

میرے محترم بھائیو! شہادت سمیت ہر وہ نیک عمل جو اِخلاص سے خالی ہو، اور اس سے مقصود صرف دُنیوی شہرت، ناموَری، یا حُصولِ دنیا ہو، آخرت میں اس پر کوئی اجر وثواب نہیں، حضرت سیّدنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "قیامت کے دن سب سے پہلے (۱) ایک شہید کا فیصلہ ہوگا، جب اسے لایا جائے گا تو اللہ جَلَّ جَلَالُہ اسے اپنی نعمتیں یاد دلائے گا، وہ ان نعمتوں کا اقرار کرے گا، پھر اللہ تعالی ارشاد فرمائے گا کہ تُو نے ان نعمتوں کے بدلے میں کیا کیا؟ وہ عرض کرے گا کہ میں نے تیری راہ میں جہاد کیا، یہاں تک کہ شہید ہو گیا، اللہ تعالی

---

(۱) "مجمع الزوائد" کتاب الجهاد، باب فيما تحصل به الشهادة، ر: ۹۵۵۳، ۵/ ۳۸۹.

ارشاد فرمائے گا کہ تُو جھوٹا ہے !تُو نے جہاد اس لیے کیا تھا کہ تجھے بہادُر کہا جائے، اور وہ تجھے کہہ لیا گیا! پھر اسے جہنم میں لے جانے کا حکم دیا جائے گا، تب اسے منہ کے بَل گھسیٹ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

(۲) پھر ایک شخص کو لایا جائے گا جس نے علم سیکھا سکھایا اور قرآن کریم پڑھا، وہ آئے گا تو اللہ تعالی اسے بھی اپنی نعمتیں یاد دلائے گا، وہ بھی ان نعمتوں کا اقرار کرے گا، پھر اللہ عزّوجلّ اس سے دریافت فرمائے گا کہ تو نے ان نعمتوں کے بدلے میں کیا کیا؟ وہ عرض کرے گا کہ میں نے علم سیکھا سکھایا اور تیرے لیے قرآنِ کریم پڑھا، اللہ جلّ جلالہ ارشاد فرمائے گا کہ تُو جھوٹا ہے !تو نے علم اس لیے سیکھا کہ تجھے عالم کہا جائے، اور قرآنِ کریم اس لیے پڑھا کہ تجھے قاری کہا جائے، اور وہ تجھے کہہ لیا گیا! پھر اسے جہنم میں ڈالنے کا حکم ہو گا، تو اسے منہ کے بَل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا!۔

(۳) پھر ایک مالدار شخص کو لایا جائے گا جسے اللہ تعالی نے کثیر مال عطا فرمایا، اسے لا کر نعمتیں یاد دلائی جائیں گی، وہ بھی ان نعمتوں کا اقرار کرے گا، اللہ تعالی ارشاد فرمائے گا کہ تو نے ان نعمتوں کے بدلے کیا کیا؟ وہ عرض کرے گا کہ میں نے ہر اُس راستہ میں خرچ کیا جس میں خرچ کرنا تجھے پسند ہے، اللہ جلّ جلالہ ارشاد فرمائے گا کہ تو جھوٹا ہے !تو نے ایسا اس لیے کیا تھا کہ تجھے سخی کہا جائے، اور وہ کہہ لیا گیا! پھر اس کے بارے میں جہنم کا حکم ہو گا، لہذا اُسے بھی منہ کے بَل گھسیٹ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا"[1]۔

لہذا میرے بھائیو! فرائض وواجبات سمیت اپنے تمام اعمال میں اِخلاص پیدا کیجیے، اپنے دلوں کو جذبۂ جہاد اور شہادت سے سرشار ومامور کیجیے، دینِ اسلام کی

---

(١) "صحيح مسلم" كتاب الإمارة، ر: ٤٩٢٣، صـ٨٥٢، ٨٥٣.

سربلندی کے لیے اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے سے کسی صورت گریز نہ کریں، کشمیر و فلسطین سمیت اقوامِ عالَم میں بسنے والے اپنے تمام مسلمان بھائیوں کی مدد کرتے رہیے، جس طرح ممکن ہو اُن کا ساتھ دیں، اُن کے مَوقِف اور اُن پر ہونے والے ظلم وستم سے پوری دنیا کو آگاہ کریں، اور اپنی نسلوں کو اسلام کے تصوُرِ جہاد اور شہید کے اُخروی مقام و مرتبہ اور اُسے ملنے والے اجر و ثواب سے آگاہ کریں؛ تاکہ وہ بھی اپنے دِلوں میں جہاد و شہادت کا جذبہ وشَوق لے کر جوان ہوں! ع

دو عالَم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو عجب چیز ہے لذّتِ آشنائی
شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مؤمن نہ مالِ غنیمت نہ کشوَر کشائی(۱)

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! اگر ہم نے اپنی نسلوں کو جہاد اور شہادت کے جذبے کے ساتھ پروان نہ چڑھایا، انہیں حُبِّ دنیا کا شکار ہونے سے نہ بچایا، تو یہود و نصاریٰ اور مغربی ممالک (Western countries) کی اتحادی فَوجیں یکجا ہو کر ہم پر حملہ آوَر ہوتی رہیں گی، اور ہمارے باہمی اختلافات و انتشار کا فائدہ اٹھا کر ہم پر غالب آتی رہیں گی! حضرت سیّدنا ثَوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «يُوشِكُ الْأُمَمُ أَنْ تَدَاعَى عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعَى الْأَكَلَةُ إِلَى قَصْعَتِهَا» "عنقریب ایک ایسا وقت آئے گا جب دوسری اَقوام تمہارے خلاف ایک دوسرے کو ایسے بلائیں گی جیسے کھانے والے ایک دوسرے کو اپنے پیالے (دستر خوان) پر بلاتے ہیں" کسی نے عرض کی کہ کیا ایسا ہماری قلّت کے باعث ہو گا؟ فرمایا:

---

(۱) "کُلیاتِ اقبال" بالِ جبریل، منظومات، طارق کی دعا، صـ۴۳۲۔

«بَلْ أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيرٌ، وَلَكِنَّكُمْ، وَلَيَنْزِعَنَّ اللهُ مِنْ صُدُورِ عَدُوِّكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ، وَلَيَقْذِفَنَّ اللهُ فِي قُلُوبِكُمُ الْوَهْنَ» "بلکہ اُن دنوں تم اکثریت میں ہوگے، لیکن ایسے بے کار ہوگے جیسے سیلاب کا اپنے ساتھ لایا ہوا میل کچیل (کچرا)، اللہ تعالی تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہارا رُعب نکال دے گا، اور تمہارے دلوں میں بزدلی ڈال دے گا!" سائل عرض گزار ہوا کہ یارسولَ اللہ! بزدلی کیا ہے؟ فرمایا: «حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوتِ»[1] "دنیا کی محبت اور موت کو ناپسند کرنا!" ؏

تیغ وتفنگ دستِ مسلماں میں ہے کہاں؟
ہو بھی تو دل ہیں مَوت کی لذّت سے بے خبر[2]

دعا

اے اللہ! ہمیں جہاد کی سعادت سے بہرہ مند فرما، جہادِ اصغر کے ساتھ ساتھ جہادِ اکبر کی بھی توفیق عطا فرما، شہادت کا رُتبہ وشرف عطا فرما، اور دینِ اسلام کے لیے اپنی جان، مال، عزّت، آبرُو سمیت سب کچھ قربان کرنے کا بھرپور جذبہ عطا فرما، آمین یاربّ العالمین!۔

(۱) "سنن أبي داود" باب في تداعي الأمم على الإسلام، ر: ٤٢٩٧، صـ٦٠٣ .
(۲) "کُلیاتِ اقبال" ضربِ کلیم، جہاد، صے۵۳۔

سوگ اور عدّت کے اَحکام کی پامالی اور مُعاشرتی خرابیاں

(جمعۃ المبارک ۱۷ محرّم الحرام ۱۴۴۵ھ - ۲۰۲۳/۰۸/۰۴ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِهِ وصحبِهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمٰنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے

عزیزانِ محترم! دینِ اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے، خوشی ہو یا غم اس کے اَحکام زندگی کے ہر موڑ اور پہلو پر صراطِ مستقیم کی طرف ہماری رَہنمائی کرتے ہیں، کسی عزیز کی وفات پر اظہارِ غم یا سوگ منانا، اور زیب وزینت کو ترک کرنا[1] بھی انسانی زندگی کے اُن پہلوؤں میں سے ایک ہے، جس سے متعلق دینِ اسلام نے تفصیلی اَحکام بیان کیے، اور اپنے پیروکاروں کو اُن پر عمل کی تاکید فرمائی۔

دَورِ جاہلیت میں سوگ کا تصوُّر

رفیقانِ ملّت اسلامیہ! دَورِ جاہلیت میں سوگ سے متعلق بڑا غلط تصوُّر پایا جاتا تھا، اس زمانہ میں سوگ کے طَور پر بلند آواز سے رونا پیٹنا، سینہ کُوبی کرنا، گریبان

---

(۱) "بہارِ شریعت" "سوگ کا بیان، مسائل فقہیّہ، حصہ ہشتم ۸، ۲/۲۴۲، ملخصًا۔

پھاڑنا، نَوحہ کرنا، اور پیسے دے کر نَوحہ کرنے والیوں کو گھر بلانا ایک عام معمول تھا۔ زمانۂ جاہلیت میں جس عورت کا شوہر فَوت ہو جاتا، اُسے ایک سال تک نہایت میلے کچیلے لباس میں تمام گھر والوں سے الگ تھلگ، ایک ٹوٹی پُھوٹی جَھونپڑی میں رکھا جاتا، اور اسے منحوس سمجھا جاتا تھا۔

حکیم الاُمّت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ "اسلام سے پہلے عرب میں بیوہ عورت خاوَند کے انتقال کے، بعد ایک سال تک بُرے مکان بُرے لباس میں رہتی، اور تمام گھر والوں سے علیحدگی اختیار کرتی تھی، سال کے بعد اس کے قرابتدار جمع ہوتے، اور کوئی جانور اس کے پاس لاتے، جسے وہ اپنی شرمگاہ سے لگاتی تھی، اکثر وہ جانور مرجاتا تھا، پھر اس کے قرابتدار اُسے اونٹ یا بکری کی مینگنی دیتے، جسے وہ اپنے ہاتھ سے پھینکتی تھی، یہ مینگنی کا پھینکنا عدّت کا پورا ہونا سمجھا جاتا تھا"[1]۔

تین دن سے زیادہ سوگ منانا منع ہے

جب حضور نبیٔ کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تشریف آوَری ہوئی، تو رحمتِ عالمیان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سوگ کی مدّت کو مختصر کرتے ہوئے شَوہر کی مَوت پر بیوی کے لیے چار ۴ ماہ دس ۱۰ دن، اور دیگر رشتہ داروں (بشُمول والدین، بہن بھائی، اَولاد وغیرہ) کے لیے صرف تین ۳ دن سوگ منانے کی اجازت عطا فرمائی۔

اُم المؤمنین حضرت سیّدہ اُم حبیبہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ تَحِدُّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ

---

(۱) "مرآۃ المناجیح" عِدّت کا بیان، پہلی فصل، ۵/۱۶۹۔

ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ، إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا»[۱] "جو عورت اللہ تعالی اور آخرت پر ایمان رکھتی ہے، اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی میّت پر تین ۳ دن سے زیادہ سوگ منائے، سوائے اپنے شَوہر کے، کہ اُس پر چار ۴ مہینے دس ۱۰ دن سوگ منائے"۔

حکیم الاُمّت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالی علیہ اس حدیثِ پاک کی شرح میں فرماتے ہیں کہ "عورت کسی عزیز وقرابتدار کی مَوت پر تین ۳ دن سے زیادہ سوگ نہ کرے، باپ بیٹا بھائی کوئی بھی فَوت ہوجائے، اُس پر تین ۳ دن تک سوگ یعنی ترکِ زینت کرسکتی ہے، مگر خاوَند کی مَوت پر پوری عدّت کے زمانہ میں سوگ کرے، کہ نہ خوشبو لگائے، نہ زینت کا لباس پہنے، یہ مدّت غیر حاملہ کے لیے ہے، حاملہ کی عدّت تو حمل جَن دینا (Delivery) ہے، وہ اُس وقت تک سوگ کرے"[۲]۔

دَورانِ سوگ زیب وزینت اختیار کرنا منع ہے

حضراتِ گرامی قدر! دَورانِ سوگ عورت کو بناؤ سنگھار یا زیب وزینت اختیار کرنا، زیور یا بھڑکیلے اور شَوخ رنگ کے کپڑے پہننا، خوشبو لگانا، بالوں کو کلر (Colour) کرنا، اور بطور زینت آنکھوں میں سُرمہ و کاجَل وغیرہ لگانا حرام ہے، لیکن مَوجودہ دَور میں ان ممنوعہ اُمور کا اِرتکاب، اور اسلامی تعلیمات کی پامالی عام ہو چکی ہے، جبکہ حدیثِ پاک میں اس کی سختی سے مُمانعت فرمائی گئی ہے۔

اُم المؤمنین حضرت سیّدہ اُم سلَمہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے، رسولِ اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «الْمُتَوَفَّى عَنْهَا زَوْجُهَا لَا تَلْبَسُ الْمُعَصْفَرَ مِنَ الثِّيَابِ،

---

(۱) "سنن النَّسائي" باب عدة المتوفى عنها زوجها، ر: ۳٤۹۷، الجزء ٦، صـ۱۸۹.

(۲) "مِرآۃ المناجیح" عِدّت کا بیان، پہلی فصل، ۵/۱۷۰۔

وَلَا الْمُمَشَّقَةَ، وَلَا الْحُلِيَّ، وَلَا تَخْتَضِبُ، وَلَا تَكْتَحِلُ»[۱] "جس کا خاوَند فوت ہو جائے، وہ نہ زعفرانی کپڑے پہنے، نہ سُرخ رنگ کے، نہ زیور پہنے، نہ خِضاب (یعنی بال سیاہ کرنے کے لیے کوئی رنگ یا مہندی وغیرہ) لگائے، نہ سُرمہ لگائے"۔

ایک اَور مقام پر حضرت سیّدہ اُم عطیہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے، مصطفی جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِالله وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، أَنْ تَحِدَّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ إِلَّا عَلَى زَوْجٍ، وَلَا تَكْتَحِلُ، وَلَا تَخْتَضِبُ، وَلَا تَلْبَسُ ثَوْبًا مَصْبُوغًا»[۲] "جو عورت اللہ تعالی اور روزِ قیامت پر یقین رکھتی ہے، اُس کے لیے جائز نہیں کہ اپنے شَوہر کے سِوا کسی (دوسرے) کے مَرنے پر تین ۳ دن سے زیادہ سوگ منائے (البتہ شوہر کا سوگ چار ۴ ماہ دس ۱۰ دن منائے)، نہ سُرمہ وخِضاب لگائے، اور نہ رنگے ہوئے کپڑے پہنے "یعنی زیب وزینت اختیار نہ کرے، سادہ لباس پہنے، پُرکشش اور رنگین لباس پہننے سے اجتناب کرے۔

سوگ میں زیب وزینت سے متعلق ممنوعہ اُمور

برادرانِ اسلام! صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ سوگ میں ممنوعہ اُمور کے بارے میں فرماتے ہیں کہ "سوگ کے یہ معنی ہیں کہ زینت کو ترک کرے، یعنی ہر قسم کے زیور، چاندی، سونے، جواہر وغیرہا کے، اور ہر قسم اور ہر رنگ کے ریشم کے کپڑے اگرچہ سیاہ ہوں نہ پہنے، اور خوشبو کا بدن یا کپڑوں میں استعمال نہ کرے، اور نہ تیل کا استعمال کرے، اگرچہ اُس میں خوشبو نہ ہو جیسے روغنِ زیتون،

---

(۱) "سنن أبي داود" كتاب الطلاق، باب فيما تجتنب المعتدة في عدّتها، ر: ۲۳۰٤، صـ۳۳۵.

(۲) "سنن النَّسائي" كتاب الطلاق، باب الخضاب للحادة، ر: ۳۵۳۵، الجزء ٦، صـ۲۰۵.

اور کنگھا کرنا اور سیاہ سُرمہ لگانا، یوہیں سفید خوشبو دار سرمہ لگانا، اور مہندی لگانا، اور زعفران، یا کُسم (گُلِ کاجیرا ایک قسم کا پھول)، یا گیرہ (گُلِ اَرْمَنی، ایک قسم کی سرخ مٹی) کا رنگا ہوا، یا سُرخ رنگ کا کپڑا پہننا منع ہے، ان سب چیزوں کا ترک واجب ہے۔ جس کپڑے کا رنگ پرانا ہو گیا کہ اب اس کا پہننا زینت نہیں، اُسے پہن سکتی ہے، یونہی سیاہ رنگ کے کپڑے میں بھی حرج نہیں جبکہ ریشم کے نہ ہوں۔

سوگ میں جن اُمور کی اجازت ہے

عذر کے سبب اِن چیزوں کا استعمال کر سکتی ہے، مگر اس حال میں اُس کا استعمال زینت کے قصد (ارادہ) سے نہ ہو، مثلاً دردِ سر کے باعث تیل لگا سکتی ہے، یا تیل لگانے کی عادی ہے، جانتی ہے کہ نہ لگانے میں دردِ سر ہو جائے گا تو لگانا جائز ہے، یا دردِ سر کے وقت کنگھا کر سکتی ہے، مگر اُس طرف سے جدھر کے دندانے موٹے ہیں، اُدھر سے نہیں جدھر باریک ہوں؛ کہ یہ بال سنوارنے کے لیے ہوتے ہیں، اور یہ ممنوع ہے۔

یا سُرمہ لگانے کی ضرورت ہے کہ آنکھوں میں درد ہے، یا خارشت (جِلدی بیماری) ہے تو ریشمی کپڑے پہن سکتی ہے، یا اُس کے پاس اَور کپڑا نہیں ہے تو یہی ریشمی یا رنگا ہوا پہنے، مگر یہ ضرور ہے کہ ان کی اجازت ضرورت کے وقت ہے، لہٰذا بقدرِ ضرورت اجازت ہے، ضرورت سے زیادہ ممنوع، مثلاً آنکھ کی بیماری میں سرمہ لگانے کی ضرورت ہو تو یہ لحاظ ضروری ہے کہ سیاہ سرمہ اُس وقت لگا سکتی ہے جب سفید سرمہ سے کام نہ چلے، اور اگر صرف رات میں لگانا کافی ہے تو دن میں لگانے کی اجازت نہیں "[۱]۔

---

(۱) "بہارِ شریعت" سوگ کا بیان، مسائل فقہیّہ، حصہ ہشتم ۸، ۲/ ۲۴۲، ۲۴۳۔

سوگ میں چیخ وپکار کرنا، اور گریبان پھاڑنا منع ہے

جانِ برادر! بعض لوگ اپنی ماں، باپ، بھائی، بہن، یا دیگر قریبی رشتہ دار کی وفات پر چیختے چلّاتے، نَوحہ وسینہ کُوبی کرتے ہیں، اپنے چہرے پر تھپڑ مارتے ہیں، اپنے کپڑے پھاڑتے ہیں، اور قضائے الٰہی پر اللہ تعالی سے شکوہ شکایت کرتے نظر آتے ہیں، ایسا کرنا حرام، ممنوع اور زمانۂ جاہلیت کا طریقہ ہے۔ حضرت سیّدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الخُدُودَ، وَشَقَّ الجُيُوبَ، وَدَعَا بِدَعْوَى الجَاهِلِيَّةِ»(۱) "جس نے (ماتم وسوگ کے طَور پر) اپنے رُخساروں پر مارا، گریبانوں کو پھاڑا، اور زمانۂ جاہلیت کی چیخ وپکار کی، وہ ہم میں سے نہیں"۔

نیز اظہارِ غم اور سوگ کے طَور پر کسی قومی شخصیت کی وفات یا برسی پر تھوڑی دیر کے لیے خاموشی اختیار کرنا، بازُو پر سیاہ پٹیاں باندھنا، اور قومی پرچم کو سَرنگوں کر دینا بھی، اسلامی تعلیمات اور تقاضوں سے ہم آہنگ نہیں، لہذا اس سے بچنا چاہیے۔

بارہ ربیع الاوّل کے روز سوگ منانا

عزیزانِ مَن! حضور نبئ کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت اور وصال شریف قولِ مشہور کے مطابق بارہ ۱۲ ربیع الاوّل کو ہوا، اس چیز کو بنیاد بنا کر بعض نادان لوگ بارہ ۱۲ ربیع الاوّل کو سرورِ دوجہاں صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا جشنِ ولادت منانے سے منع کرتے ہیں، اور اسے ناجائز وحرام اور بدعت قرار دیتے ہیں، ایسا کرنا کسی طَور پر دُرست وجائز

(۱) "صحيح البخاري" كتاب الجنائز، ر: ۱۲۹۷، صـ۲۰۷.

نہیں ؛کیونکہ رسولِ اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو صرف تین ۳دن تک سوگ منانے کی اجازت دی ہے، جو صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے کر لیا، لیکن شریعت اسلام نے خوشی منانے کا کوئی وقت اور حد مقرّر نہیں فرمائی، لہٰذا ہر سال بارہ ۱۲ ربیع الاوّل کے روز ولادتِ مصطفیٰ ﷺ کی خوشی منانا جائز، اور اسلامی تعلیمات کے عین مطابق ہے!!

محرّم الحرام میں سوگ کے نام پر رائج خُرافات اور مُعاشرتی خرابیاں

حضراتِ ذی وقار! بعض لوگ محرّم الحرام میں ذکرِ شہادتِ امام حسین کے نام پر ہر سال ماتم کرتے، روتے پیٹتے، اور خود کو چھریوں سے زخمی کرکے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ اور دیگر شہدائے کربلا کا سوگ مناتے ہیں، ایسا کرنا ناجائز، حرام اور متعدّد خُرافات، بدعات اور مُعاشرتی خرابیوں کا باعث ہے، دس ۱۰ محرّم الحرام کو نَوجوان لڑکیاں سیاہ رنگ کے نہایت چُست کپڑے پہن کر، بن سنوَر کر، بے پردہ ماتمی جلوسوں میں شرکت کرتی اور اپنا سینہ پیٹتی ہیں، اس موقع پر نَوجوان لڑکے بھی جلوس کے ساتھ اور اَطراف میں موجود رہتے ہیں، اور یہ چیز اُن کے لیے کشش کا باعث بنتی ہے، اس سے فحاشی، بے حیائی اور بے پردگی عام ہوتی ہے، خود کو چھریاں اور زنجیریں مار کر لوگوں کو تشدُّد واَذیت پسند بنایا جاتا ہے، سوگ کے نام پر اَحکامِ شرعی کو پامال کیا جاتا ہے، اور ایسی ایسی بدعات وخُرافات کو رائج کیا جا رہا ہے جن کی دینِ اسلام میں کوئی گنجائش نہیں!۔

شیخ الحدیث علّامہ عبد المصطفیٰ اعظمی صاحب رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سوگ کے نام پر ہونے والی ایسی خُرافات، اور مُعاشرتی خرابیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "محرّم کے مہینے میں جو بہت سی بدعتیں اور خُرافاتی رسمیں چل پڑی ہیں، وہ یقیناً ناجائز اور گناہ کے کام ہیں، مثلاً ہر سال سینکڑوں ہزاروں روپے کے خرچ سے روضۂ کربلا کا نقشہ بنا کر

اس کو پانی میں ڈبو دینا، یا زمین میں دفن کر دینا، یا جنگلوں میں پھینک دینا، یہ یقیناً حرام وناجائز ہے؛ کیونکہ یہ اپنے مال کو برباد کرنا ہے، اور ہر مسلمان جانتا ہے کہ مال کو ضائع اور برباد کرنا حرام وناجائز ہے۔ اسی طرح کی دوسری بہت سی خُرافات ولَغویات مثلاً ڈھول تاشہ بجانا، تعزیوں کو ماتم کرتے ہوئے گلی گلی پھرانا، سینے کو ہاتھوں یا زنجیروں یا چُھریوں سے پیٹ پیٹ کر، اور مار مار کر اُچھلتے کُودتے ہوئے ماتم کرنا، تعزیوں کے نیچے اپنے بچوں کو لٹانا، تعزیوں کی تعظیم کے لیے تعزیوں کے سامنے سجدہ کرنا، تعزیوں کے نیچے کی دُھول اٹھا اٹھا کر بطور تبرّک چہروں، سَروں اور سینوں پر ملنا، اپنے بچوں کو محرّم کا فقیر بنا کر محرّم کی نیاز کے لیے بھیک منگوانا، بچوں کو کربلا کا پَیک (پیادہ) اور قاصد بنا کر، اور ایک خاص قسم کا لباس پہنا کر اِدھر اُدھر دَوڑاتے رہنا، سوگ منانے کے لیے خاص قسم کے کالے کپڑے پہن کر، ننگے سر، ننگے پاؤں، گریبان کھولے ہوئے، یا گریبان پھاڑ کر گلی گلی بھاگے بھاگے پھرنا، وغیرہ وغیرہ قسم کی لَغویات وخُرافات کی رسمیں، جو مسلمانوں میں پھیلی ہوئی ہیں، یہ سب ممنوع وناجائز ہیں، اور یہ سب زمانۂ جاہلیت اور رافضیوں کی نکالی ہوئی رسمیں ہیں، جن سے تَوبہ کر کے خود بھی ان حرام رسموں سے بچنا، اور دوسروں کو بچانا ہر مسلمان پر لازم ہے۔ اسی طرح تعزیوں کا جلوس دیکھنے کے لیے عورتوں کا بے پردہ گھروں سے نکلنا، اور مَردوں کے مَجمع میں جانا، اور تعزیوں کو جھک جھک کر سلام کرنا، یہ سب کام بھی شریعت میں منع اور گناہ ہیں"[1]۔

---

(۱) "جنّتی زیور" محرّم کی رسمیں، ص۱۵۶، ۱۵۷۔

سوگ سے متعلق چند شرعی مسائل

میرے محترم بھائیو! صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی شُہرۂ آفاق کتاب "بہارِ شریعت" میں سوگ سے متعلق متعدّد شرعی مسائل بیان فرمائے ہیں، ان میں سے چند حسبِ ذیل ہیں:

(۱) "سوگ اُس پر ہے جو عاقلہ بالغہ مسلمان ہو، اور مَوت یا طلاقِ بائن کی عدّت ہو۔

(۲) طلاق دینے والا سوگ کرنے سے منع کرتا ہے، یا شَوہر نے مرنے سے پہلے کہہ دیا تھا کہ سوگ نہ کرنا، جب بھی سوگ کرنا واجب ہے۔

(۳) نابالغہ و مجنونہ و کافرہ پر سوگ نہیں۔ ہاں اگر اَثنائے عدّت میں نابالغہ بالغہ ہوئی، مجنونہ کا جنون جاتا رہا، اور کافرہ مسلمان ہوگئی، تو جو دن باقی رہ گئے ہیں اُن میں سوگ کرے۔

(۴) کسی قریب (عزیز رشتہ دار) کے مرجانے پر عورت کو تین ۳ دن تک سوگ کرنے کی اجازت ہے، اس سے زائد کی نہیں، اور عورت شوہر والی ہو تو شوہر اس سے بھی منع کرسکتا ہے۔

(۵) کسی کے مرنے کے غم میں سیاہ کپڑے پہننا جائز نہیں، مگر عورت کو تین ۳ دن تک شَوہر کے مرنے پر غم کی وجہ سے سیاہ کپڑے پہننا جائز ہے، اور سیاہ کپڑے غم ظاہر کرنے کے لیے نہ ہوں تو مطلقًا جائز ہیں۔

(۶) عدّت کے اندر چار پائی پر سوسکتی ہے؛ کہ یہ زینت میں داخل نہیں۔

(۷) عورت اپنے میکے گئی تھی یا کسی کام کے لیے کہیں اَور گئی تھی، اُس وقت شَوہر نے طلاق دی، یا (شوہر) مَر گیا تو فوراً بلا توقُّف وہاں سے واپس آئے۔

(۸) وفات کی عدّت میں اگر (بَامرِ مجبوری) مکان بدلنا پڑے، تو اُس مکان سے جہاں تک قریب کا میسّر آسکے اُسے لے۔

(۹) عورت کو عدّت میں شَوہر سفر میں نہیں لے جاسکتا، اگرچہ وہ (طلاقِ) رَجعی کی عدّت ہو۔

(۱۰) طلاقِ بائن کی عدّت میں یہ ضروری ہے کہ شوہر و عورت میں پردہ ہو، یعنی کسی چیز سے آڑ کردی جائے، کہ ایک طرف شَوہر رہے اور دوسری طرف عورت۔ عورت کا اُس کے سامنے اپنا بدن چُھپانا کافی نہیں؛ اس واسطے کہ عورت اب اَجنبیہ ہے، اور اجنبیہ سے خلوَت جائز نہیں، بلکہ یہاں فتنہ کا زیادہ اندیشہ ہے! ...اور اگر (طلاقِ) رَجعی کی عدّت ہو تو پردہ کی کچھ حاجت نہیں اگرچہ شَوہر فاسق ہو؛ کہ یہ نکاح سے باہر نہ ہوئی"[1]۔

عدّت کا لُغوی واِصطلاحی معنی

برادرانِ اسلام! عدّت کا لُغوی معنی گنتی وشمار کے ہیں[2]، جبکہ اِصطلاحِ شریعت میں عدّت اس انتظار کو کہتے ہیں، جو نکاح زائل ہونے کے بعد کیا جائے[3]۔

---

(۱) "بہارِ شریعت" "سوگ کا بیان، مسائل فقہیّہ، حصہ ہشتم ۸، ۲/۲۴۳-۲۴۷، ملتقطاً۔

(۲) انظر: "أنيس الفقهاء في تعريفات الألفاظ المتداوِلة بينَ الفقهاء" كتاب الرضاع، باب العدّة، صـ۵۹.

(۳) "بہارِ شریعت" "عدّت کا بیان، مسائل فقہیّہ، حصہ ہشتم ۸، ۲/۲۳۴، ملخصًا۔

عدّت پوری کرنا عورت پر واجب ہے، اور اس زمانۂ عدّت میں عورت کے لیے دوسرا نکاح کرنا حرام وممنوع ہے۔

عدّت کی اَقسام

عزیزانِ محترم! عدّت کی بنیادی طَور پر دو ۲ قسمیں ہیں، جو حسبِ ذیل ہیں:

(۱) عدّت طلاق (۲) عدّتِ وفات۔

(۱) عدّت طلاق

عدّتِ طلاق کی تین ۳ صورتیں ہیں:

(۱) اگر مطلّقہ عورت حاملہ (Pregnant) ہو تو اس کی عدّت بچے کی پیدائش (Delivery) ہے، یعنی طلاق کے بعد جب بھی بچہ پیدا ہو جائے، اُس کی عدّت پوری ہو جائے گی، چاہے طلاق دینے کے بعد ایک دن یا ایک گھنٹہ ہی گزرا ہو، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَ اُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا﴾[1] "اور حمل والیوں کی (عدّت) معیاد یہ ہے کہ وہ اپنا حمل جَن لیں، اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اُس کے کام میں آسانی فرمادے گا"۔

(۲) اگر طلاق یافتہ عورت غیر حاملہ (Non-Pregnant) اور بالغ ہو، تو اس کی عدّت تین ۳ ماہواریاں (woman's' Period) ہیں، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ؕ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ

---

(۱) پ۲۸، الطلاق: ٤.

﴿مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾[1] "اور طلاق والیاں اپنی آپ کو روکے رکھے تین ۳ حیض (ماہواریوں) تک، اور انہیں حلال نہیں کہ چُھپائیں وہ (حمل ہو یا خونِ حیض) جو اللہ نے ان کے پیٹ میں پیدا کیا، اگر اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتی ہیں!"۔

(۳) اگر طلاق یافتہ عورت غیر حاملہ ونابالغہ یا بہت بوڑھی ہو، تو اُس کی عدّت تین ۳ ماہ ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَالّٰٓـِٔيْ يَىِٕسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآىِٕكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ ۙ وَّالّٰٓـِٔيْ لَمْ يَحِضْنَ ؕ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا﴾[2] "اور تمہاری عورتوں میں جنہیں حیض کی اُمید نہ رہی، اگر تمہیں کچھ شک ہو تو اُن کی عدّت تین ۳ مہینے ہے، اور اُن (نابالغ یا صغیرہ لڑکیوں) کی جنہیں ابھی حیض نہ آیا، اور حمل والیوں کی (عدّت) معیاد یہ ہے کہ وہ اپنا حمل جَن لیں (یعنی بچے کو جنم دے لیں)، اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اُس کے کام میں آسانی فرمادے گا"۔

(۲) عدّتِ وفات

حضراتِ گرامی قدر! جس عورت کا شَوہر فَوت ہو جائے اس کی عدّت چار ۴ ماہ دس ۱۰ دن ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ

---

(۱) پ۲، البقرة: ۲۲۸.

(۲) پ۲۸، الطلاق: ٤.

﴿عَلَیْكُمْ فِیْمَا فَعَلْنَ فِیْۤ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ﴾[1] "اور تم میں جو مَریں اور بیبیاں (بیوائیں) چھوڑیں، وہ چار ۴ مہینے دس ۱۰ دن اپنے آپ کو روکے رہیں، تو جب ان کی عدّت پوری ہوجائے، تو اے والیو! تم پر مُؤاخذہ نہیں اس کام میں جو عورتیں اپنے مُعاملہ میں مُوافقِ شریعت کریں، اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے"۔

عدّتِ طلاق اور عدّتِ وفات کا آغاز

جانِ برادر! طلاق یافتہ عورت اپنی عدّت کا آغاز اُس دن سے کرے جس دن اُسے طلاق دی گئی، اور بیوہ عورت کی عدّت کا آغاز اُس دن سے ہوگا جس دن اس کے شَوہر کی وفات ہوئی، حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: «تَعْتَدُّ مِنْ يَوْمِ طَلَّقَهَا، أَوْ مَاتَ عَنْهَا»[2] "عورت اس دن سے عدّت شروع کرے گی جس دن اسے طلاق دی گئی، یا جس دن اس کا خاوَند فوت ہوا"۔

عدّت شَوہر کے گھر میں گزارے گی

عزیزانِ مَن! اگر کسی عورت کو طلاق ہوجائے، یا اس کا شَوہر وفات پاجائے، تو اُس کے لیے حکم یہ ہے کہ اپنی عدّت شوہر کے اُس گھر میں گزارے جہاں وہ رہتی ہے، اور اس کی رہائش کے باعث اس (عورت) کی طرف منسوب ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَ اَحْصُوا الْعِدَّةَۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْۚ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُیُوْتِهِنَّ وَ لَا یَخْرُجْنَ اِلَّاۤ اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَةٍ

---

(۱) پ۲، البقرة: ۲۳٤.

(۲) "مُصنَّف عبد الرزّاق" كتاب الطلاق، باب الرَجل يطلق المرأة ...إلخ، ر: ۱۱۰٤۳، ٦/ ۳۲۷.

مُّبَيِّنَةٍ ؕ وَ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ﴾[۱] "اے نبی! جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو، تو اُن کی عدّت کے وقت پر انہیں طلاق دو، اور عدّت کا شمار رکھو، اور اپنے رب اللہ سے ڈرو، عدّت میں انہیں اُن کے گھروں سے نہ نکالو، اور نہ وہ آپ نکلیں، مگر یہ کہ کوئی صریح بے حیائی کی بات لائیں، اور یہ اللہ کی حدیں ہیں، اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھا، یقیناً اس نے اپنی جان پر ظلم (گناہ) کیا!"۔

مُلّا احمد جِیوَن صدّیقی رحمۃ اللہ تعالی علیہ اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ "یہاں عورتوں کے گھروں سے مراد وہ گھر ہیں جس میں ان عورتوں کی رہائش ہو، لہٰذا اس آیتِ مبارکہ کی وجہ سے عورت پر لازم ہے، کہ طلاق یا شَوہر کی مَوت کی صورت میں، عدّت اسی گھر میں گزارے جو گھر عورت کی رہائش کی وجہ سے عورت کی طرف منسوب ہو"[۲]۔

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالی علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ "مَوت یا فُرقت (علیحدگی) کے وقت جس مکان میں عورت کی سُکونت تھی، اُسی مکان میں عدّت پوری کرے، اور یہ جو کہا گیا ہے کہ گھر سے باہر نہیں جا سکتی، اس سے مُراد یہی گھر ہے، اور اس گھر کو چھوڑ کر دوسرے مکان میں بھی سُکونت نہیں کر سکتی مگر بضرورت۔ آج کل معمولی باتوں کو جس کی کچھ حاجت نہ ہو، محض طبیعت کی خواہش کو ضرورت بولا کرتے ہیں، وہ یہاں مراد نہیں، بلکہ ضرورت وہ ہے کہ اُس کے بغیر چارہ نہ ہو"[۳]۔

---

(۱) پ۲۸، الطلاق: ۱.

(۲) "التفسيرات الأحمديّة" پ ۲۸، الطلاق: ۱، صـ۷۱۲.

(۳) "بہارِ شریعت" "سوگ کا بیان، حصہ ہشتم ۸، ۲/۲۴۵۔

عدّت والی عورت بہ اَمرِ مجبوری گھر سے باہر جا سکتی ہے

حضراتِ ذی وقار! عدّت والی عورت بہ اَمرِ مجبوری کن صورتوں میں گھر سے باہر جا سکتی ہے؟ اس بارے میں صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ "مَوت کی عدّت میں اگر باہر جانے کی حاجت ہو کہ عورت کے پاس بقدرِ کفایت مال نہیں، اور باہر جا کر محنت مزدوری کر کے لائے گی تو کام چلے گا، تو اُسے اجازت ہے کہ دن میں اور رات کے کچھ حصے میں باہر جائے، اور رات کا اکثر حصہ اپنے مکان میں گزارے، مگر حاجت سے زیادہ باہر ٹھہرنے کی اجازت نہیں۔ اور اگر بقدرِ کفایت اس کے پاس خرچ موجود ہے، تو اُسے بھی گھر سے نکلنا مطلقاً منع ہے، اور اگر خرچ موجود ہے مگر باہر نہ جائے تو کوئی نقصان پہنچے گا، مثلاً زراعت کا کوئی دیکھنے بھالنے والا نہیں، اور کوئی ایسا نہیں جسے اس کام پر مقرّر کرے، تو اس کے لیے بھی جا سکتی ہے، مگر رات کو اُسی گھر میں رہنا ہوگا۔ یوہیں کوئی سَودا لانے والا نہ ہو تو اس کے لیے بھی جا سکتی ہے"[1]۔

ہمارا طرزِ عمل اور ذمّہ داری

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے مُعاشرے میں روز بروز سوگ اور عدّت کے اَحکام کی پامالی بڑھتی جا رہی ہے! طلاق یافتہ اور بیوہ عورتیں اپنے طرزِ عمل سے اَحکامِ شریعت کی پامالی کی مرتکب ہو رہی ہیں، اس کے باعث متعدِّد مُعاشرتی خرابیاں جنم لے رہی ہیں، دَورانِ عدّت طلاق یافتہ اور بیوہ عورتوں کا بناؤ سنگھار، اجنبی و نامحرم مَردوں کے لیے کشش و توجہ کا باعث بنتا

---

(۱) ایضاً۔

ہے، اس کی وجہ سے بدنگاہی، غیر مَردوں کے ساتھ بے تکلّفی، فحاشی، بے حیائی اور بدکاری جیسی مُعاشرتی برائیوں میں اِضافہ ہو رہا ہے۔ اسی طرح دَورانِ عدّت طلاق یافتہ یا بیوہ عورت کا غیر ضروری طَور پر گھر سے باہر رہنا، اور شاپنگ مالوں (Shopping Malls) میں گُھومنا پھرنا بھی، اَحکامِ شریعت کی پامالی میں اِضافہ کا باعث بن رہا ہے، اور اس کی بنیادی وجہ اَحکامِ شریعت سے لاعلمی ہے، لہذا ہماری تمام ماؤں بہنوں اور بیٹیوں کو چاہیے کہ ضروری اَحکامِ شریعت سے آگاہی حاصل کریں، انہیں سیکھنے کا باقاعدہ اہتمام کریں، اور اس سلسلے میں علمائے اہلِ سنّت کی کتب کا مُطالعہ کریں!۔

دعا

اے اللہ! ہمیں سوگ اور عدّت کے اَحکام پر عمل کی توفیق عطا فرما، تمام فرائض وواجبات کا پابند بنا، اَحکامِ شریعت کی پامالی سے بچا، ضروری دینی علوم حاصل کرنے کا جذبہ عنایت فرما، اور دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم کو اپنی پہلی ترجیح بنانے کی سوچ عطا فرما، آمین یاربّ العالمین!۔

قرض کا لین دَین اور اَحکام

(جمعۃ المبارک یکم صفر المظفّر ۱۴۴۵ھ - ۲۰۲۳/۰۸/۱۸ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِهِ وصحبِهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

باہم تعاوُن اور فلاحی کاموں کا حکم

برادرانِ اسلام! یہ نظامِ قدرت ہے کہ اللہ رب العالمین نے اپنے بندوں کی ضروریات اور مفادات کو ایک دوسرے سے جوڑ رکھا ہے، ہر انسان کسی نہ کسی کام اور چیز میں ایک دوسرے کا محتاج ہے، قرض بھی انہی انسانی ضروریات میں سے ایک ہے، اور اللہ ورسول نے بحیثیت مسلمان عبادت کے ساتھ ساتھ ہمیں مخلوقِ خدا کی مدد اور حاجت رَوائی پر مشتمل دیگر اچھے کاموں بھی حکم دیا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾[1] "اے ایمان والو! رُکوع اور سجدہ اور اپنے رب کی بندگی کرو، اور بھلے کام کرو، اس امید پر کہ تمہیں چھٹکارا ہو!"۔

---

(۱) پ۱۷، الحجّ: ۷۷.

محتاج اور ضرور تمندوں کی مدد کرنا، اور انہیں بوقتِ ضرورت قرض دینا، نیکی اور بھلائی کا کام ہے، ہمیں باہم تعاوُن کا حکم دیتے ہوئے اللہ رب العالمین نے ارشاد فرمایا: ﴿وَتَعَاوَنُوۡا عَلَى الۡبِرِّ وَالتَّقۡوٰى﴾[1] "اور نیکی اور پرہیز گاری (کے کاموں) پر ایک دوسرے کی مدد کرو!"۔

اپنے مسلمان بھائی کی کوئی جائز ضرورت پوری کرنا بھی بڑے اجر وثواب اور فضیلت کا کام ہے، حضرت سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے، سرورِ دوجہاں صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ، لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يُسْلِمُهُ، وَمَنْ كَانَ فِيْ حَاجَةِ أَخِيْهِ، كَانَ اللهُ فِيْ حَاجَتِهِ، وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرُبَاتِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِماً سَتَرَهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»[2] "مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، وہ اپنے بھائی پر ظلم نہیں کرتا، اور نہ اس کو دوسروں کے حوالے کرتا ہے، جس نے اپنے بھائی کی ضرورت پوری کی، اللہ تعالی اس کی ضرورت پوری فرمائے گا، جس نے کسی مسلمان کی مصیبت دُور کی، اللہ تعالی قیامت کے دن اس کی مصیبت اس سے دُور فرمائے گا، اور جس نے کسی مسلمان کی ستر پوشی کی، اللہ تعالی قیامت کے دن اس کے عیب چُھپائے گا"۔

کسی مسلمان کو قرض دینے کی فضیلت

عزیزانِ محترم! اپنے مسلمان بھائی کو قرض دینا، راہِ خدا میں صدقہ وخیرات کرنے کی مثل ہے، حضرت سیّدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، حضور نبئ کریم

(١) پ٦، المائدة: ٢.

(٢) "صحيح البخاري" كتابُ المظالم، ر: ٢٤٤٢، صـ٣٩٤.

ﷺ نے ارشاد فرمایا: «مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُقْرِضُ مُسْلِماً قَرْضاً مَرَّتَيْنِ، إِلَّا كَانَ كَصَدَقَتِهَا مَرَّةً»[1] "اگر کوئی مسلمان کسی مسلمان کو دو ۲ بار قرض دیتا ہے، تو یہ ایک بار صدقہ دینے کی طرح ہے"۔

کسی مسلمان کو قرض دینا صدقہ کرنے سے اٹھارہ ۱۸ گنا زیادہ اَجر وثواب کا سبب ہے، حضرت سیّدنا اَنس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرورِ کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا: «رَأَيْتُ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي عَلَى بَابِ الْجَنَّةِ مَكْتُوباً: الصَّدَقَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا، وَالْقَرْضُ بِثَمَانِيَةَ عَشَرَ، فَقُلْتُ: يَا جِبْرِيلُ مَا بَالُ الْقَرْضِ أَفْضَلُ مِنَ الصَّدَقَةِ؟ قَالَ: لِأَنَّ السَّائِلَ يَسْأَلُ وَعِنْدَهُ، وَالْمُسْتَقْرِضُ لَا يَسْتَقْرِضُ إِلَّا مِنْ حَاجَةٍ»[2] "معراج کی شب میں نے جنّت کے دروازہ پر صدقہ کا بدلہ دس ۱۰ گنا، اور (کسی کو) قرضہ دینے کا اجر ۱۸ گُنا لکھا دیکھا، میں نے پوچھا کہ اے جبریل! قرض (اجر وثواب میں) صدقہ سے بڑھ کر کیوں ہے؟ حضرت جبریل نے عرض کی: سُوالی اپنے پاس کچھ مال موجود ہونے کے باوُجود مانگتا ہے، جبکہ قرضدار صرف ضرورت کے وقت ہی قرض لیتا ہے"۔

حضرت سیّدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت ﷺ نے ارشاد فرمایا: «كُلُّ قَرْضٍ صَدَقَةٌ»[3] "(اپنے مسلمان بھائی کو دیا جانے والا) ہر قرض صدقہ ہے"۔

---

(۱) "سنن ابن ماجه" كتابُ الصدقات، باب القرض، ر: ۲٤۳۰، صـ٤۰۹.
(۲) المرجع نفسه، ر: ۲٤۳۱، صـ٤۰۹.
(۳) "المعجم الأوسط" باب الحاء، من اسمه: الحسين، ر: ۳٤۹۸، ۲/ ۳٤٥.

اپنے قرض کی ادائیگی دُخولِ جنّت کا ذریعہ ہے

حضراتِ گرامی قدر! دنیا میں اپنے قرض کی ادائیگی بھی، آخرت میں دُخولِ جنّت کا ایک سبب ہے، حضرت سیّدنا ثَوبان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «مَنْ مَاتَ وَهُوَ بَرِيءٌ مِنْ ثَلَاثٍ: (۱) الكِبْرِ (۲) وَالغُلُولِ (۳) وَالدَّيْنِ، دَخَلَ الجَنَّةَ»[۱] "جو تکبُّر، خِیانت اور قرض سے بَری ہو کر مَرا، وہ جنّت میں داخل ہوگا"۔

قرض شہید کے لیے بھی ناقابل مُعافی ہے

حضراتِ محترم! قرض کی ادائیگی کس قدر ضروری اور اہم چیز ہے، اس کا اندازہ اس بات سے خُوب لگایا جاسکتا ہے، کہ قرض شہید کے لیے بھی ناقابلِ مُعافی اَمر ہے، شہید کے تمام گناہ مُعاف کردیے جاتے ہیں، لیکن اس کا قرض مُعاف نہیں ہوتا۔ حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عَمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُما سے روایت ہے، رحمتِ عالمیان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «يُغْفَرُ لِلشَّهِيدِ كُلُّ ذَنْبٍ إِلَّا الدَّيْنَ»[۲] "قرض کے سوا شہید کے تمام گناہ مُعاف کردیے جاتے ہیں"۔

قرضداری کی نحوست

جانِ برادر! قرضداری ایک ایسی نحوست ہے جس کے باعث انسان جھوٹ اور وعدہ خلافی جیسے گناہوں کا بھی مُرتکب ہونے لگتا ہے، نیز خواہ مخواہ مقروض ہونا حضور نبئ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کو سخت ناپسند ہے، حضرت سیّدہ عائشہ صدّیقہ طیّبہ طاہرہ

---

(۱) "سنن الترمذي" أبواب السِير، باب ما جاء في الغُلُول، ر: ۱۵۷۲، صـ۳۸۲.
(۲) "صحيح مسلم" كتاب الأمارة، باب من قتل في سبيل الله ...إلخ، ر: ٤٨٨٣، صـ٨٤٥.

رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم یُوں دعا فرماتے تھے: «اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ المَأْثَمِ وَالمَغْرَمِ» "اے اللہ! میں گناہ اور قرض سے تیری پناہ میں آتا ہوں" پھر کسی کہنے والے نے عرض کی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم! کیا وجہ ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم قرض سے بہت پناہ طلب کرتے ہیں؟ سرکارِ دوجہاں صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا غَرِمَ حَدَّثَ فَكَذَبَ، وَوَعَدَ فَأَخْلَفَ»[1] "جب آدمی مقروض ہوتا ہے تو (ٹال مٹول کے طور پر) جھوٹ بھی بولتا ہے، اور وعدہ کرتا ہے تو خلاف ورزی بھی کرتا ہے"۔

دوسروں کا مال ناحق ہڑپ کرنے کی مذمّت

جانِ برادر! قرض لے کر واپس نہ کرنا نہایت مذموم بات ہے، اللہ تعالی بروزِ قیامت ایسے شخص کی سخت پکڑ فرمائے گا، اُسے ذلیل ورُسوا فرمائے گا، حضرت سیّدنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «مَنْ أَخَذَ أَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيدُ أَدَاءَهَا أَدَّى اللهُ عَنْهُ، وَمَنْ أَخَذَ يُرِيدُ إِتْلاَفَهَا أَتْلَفَهُ اللهُ»[2] "جس نے لوگوں کے اَموال لیے، اور وہ اُن کو ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے، تو اللہ تعالی (دنیا میں مدد فرما کر) اُس کی طرف سے (ان اَموال کو) ادا کردے گا (یا بروزِ قیامت قرض خواہ کو اپنا قرض مُعاف کرنے پر راضی فرمائے گا)۔ اور جس نے (لوگوں کے) اَموال لیے، اور وہ ان کو تلف کرنے (یعنی مال غصب کرنے اور نہ دینے) کا ارادہ رکھتا ہو، اللہ تعالی اُسے (رزق اور مال واَسباب کی تنگی میں

(۱) "صحيح البخاري" كتاب في الاستقراض ...إلخ، ر: ۸۳۲، صـ۱۳۵.
(۲) المرجع نفسه، ر: ۲۳۸۷، صـ۳۸۳.

مبتلا فرما کر) تلف فرمادے گا!"۔

حضرت سیّدنا صُہَیب رُومی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «أَيُّمَا رَجُلٍ تَدَيَّنَ دَيْناً، وَهُوَ مُجْمِعٌ أَنْ لَا يُوَفِّيَهُ إِيَّاهُ، لَقِيَ اللهَ سَارِقاً»[١] "اگر کوئی شخص قرض لے اور اُس کا پختہ ارداہ ہو کہ واپس نہیں لَوٹائے گا، تو بروزِ قیامت وہ اللہ تعالی کے سامنے چور کی حیثیت سے پیش ہو گا!"۔

قرض کے باعث مؤمن کی رُوح معلَّق رہتی ہے

میرے محترم بھائیو! مؤمن (ماسِوائے انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام) کتنا ہی پاکباز اور نیک کیوں نہ ہو، اگر اس کے ذمّہ کسی کا قرض باقی ہے، اور ادائیگی سے قبل وفات پاگیا، تو یہ قرض آخرت میں اُس کے لیے رُکاوٹ ثابت ہو گا، اور اس کی رُوح اپنے اچھے مقام پر پہنچنے سے روک دی جائے گی، حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے، سرکارِ دوجہاں صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «نَفْسُ الْمُؤْمِنِ مُعَلَّقَةٌ بِدَيْنِهِ حَتَّى يُقْضَى عَنْهُ»[٢] "مؤمن کی رُوح اس کے (واجبُ الاداء) قرض کے باعث معلَّق رہتی ہے، یہاں تک کہ اس کی طرف سے وہ قرض ادا کر دیا جائے، لہذا جہاں تک ممکن ہو مقروض ہونے سے بچیں، اور جس کا قرض واجب الاداء ہو اُسے جلد ادا کرنے کی کوشش کریں؛ کہ مَوت کا ایک وقت مقرّر ہے، پتہ نہیں کب، کہاں اور کس مقام پر ہماری زندگی کی مالا ٹوٹ جائے، اور کَلِ قیامت میں کسی کا واجب الاداء قرض ہماری پکڑ اور رُکاوٹ کا باعث بن جائے!۔

---

(١) "سنن ابن ماجه" كتاب الصدقات، باب من ادّان ديناً ...إلخ، ر: ٢٤١٠، صـ٤٠٥.
(٢) "سنن الترمذي" أبواب الجنائز، ر: ١٠٧٩، صـ٢٦٠.

والدین کی طرف سے قرض ادا کرنے کا اجر وثواب

عزیزانِ مَن! اُن لوگوں کو بھی خُوب غور وفکر کرنا چاہیے جن کے والدین اس فانی دنیا سے وفات پا چکے ہیں، اور اپنے ذمّہ واجب الاداء قرض چھوڑ گئے ہیں، ان پر لازم ہے کہ والدین کے چھوڑے ہوئے مال پر اپنا حق جتانے کے بجائے، پہلے اُن کا قرض ادا کریں، اس کے بعد مالِ وراثت تقسیم کریں، اور اگر کسی کے والدین نے قرض کے سِوا کچھ نہ چھوڑا، یا والدین ابھی حیات ہیں لیکن اپنی تنگدستی اور غربت کے باعث قرض ادا کرنے سے قاصر ہیں، تو اَولاد کو چاہیے کہ اپنے ذاتی مال سے والدین کا قرض ادا کریں؛ کہ ایسا کرنا خاتمہ بالخیر کا سبب ہوگا، اور اس کا حشر نیک لوگوں کے ساتھ ہوگا، حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے، سرکارِ دوجہاں صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «مَنْ حَجَّ عَنْ وَالِدَيْهِ، أَوْ قَضَى عَنْهُمَا مَغْرَماً، بَعَثَهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ الْأَبْرَارِ»[1] "جو اپنے ماں باپ کی طرف سے حج کرے، یا اُن کا قرض ادا کرے، اللہ تعالی بروزِ قیامت اُسے نیکوں کے ساتھ اُٹھائے گا"۔

مقروض کو مہلت دینے یا قرض مُعاف کرنے کا اجر وثواب

حضراتِ گرامی قدر! مقروض کو مہلت دینا، اور اس کے ساتھ نرم برتاؤ کرنا، ہماری بخشش ومغفرت کا ذریعہ ہے، حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «كَانَ رَجُلٌ يُدَايِنُ النَّاسَ، فَكَانَ يَقُولُ لِفَتَاهُ: إِذَا أَتَيْتَ مُعْسِراً فَتَجَاوَزْ عَنْهُ، لَعَلَّ اللهَ يَتَجَاوَزُ عَنَّا، فَلَقِيَ اللهَ

(١) "المعجم الأوسط" باب الميم، من اسمه: محمود، ر: ٧٨٠٠، ٦/ ٨.

فَتَجَاوَزَ عَنْهُ»[۱] "(تم سے پہلی اُمّتوں میں) ایک شخص لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا، اور اپنے لڑکے سے کہتا تھا کہ جب تم کسی غریب آدمی کے پاس جاؤ تو اُس سے درگزر کرنا (یعنی نرمی برتنا)، شاید اللہ تعالی بھی ہم سے درگزر فرمائے! پھر جب اللہ تعالی سے اُس کی ملاقات ہوئی تو اللہ عزّوجلّ نے اُس سے درگزر فرمایا" یعنی اسے مُعاف کر دیا۔

مقروض تنگدست کو ادائیگی قرض میں مزید مہلت دینا، یا اُسے اپنا قرض مُعاف کر دینا، قیامت کی سختیوں سے نَجات کا بہترین ذریعہ ہے، حضرت سیّدنا ابو قتادہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُنْجِيَهُ اللهُ مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، فَلْيُنَفِّسْ عَنْ مُعْسِرٍ، أَوْ يَضَعْ عَنْهُ»[۲] "جسے یہ بات پسند ہو کہ اللہ تعالی اُسے قیامت کی سختیوں سے نَجات دے، تو اُسے چاہیے کہ تنگدست کو مہلت دے، یا پھر اُسے مُعاف کر دے"۔

رِضائے الٰہی کی خاطر کسی کو اپنا قرض مُعاف کر دینے والا، بروزِ قیامت عرشِ الٰہی کے سایہ میں ہوگا، حضرت سیّدنا ابو الیُسر کعب بن عَمرو رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «إِنَّ أَوَّلَ النَّاسِ يَسْتَظِلُّ فِي ظِلِّ اللهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، لَرَجُلٌ أَنْظَرَ مُعْسِراً حَتَّى يَجِدَ شَيْئاً، أَوْ تَصَدَّقَ عَلَيْهِ بِمَا يَطْلُبُهُ، يَقُولُ: "مَا لِي عَلَيْكَ صَدَقَةٌ ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللهِ" وَيَخْرِقُ صَحِيفَتَهُ»[۳] "قیامت کے دن اللہ تعالی کے عرش کے سائے میں جگہ پانے والا

(۱) "صحيح مسلم" كتابُ المُساقاة، باب فضل إنظار المُعسِر، ر: ۳۹۹۸، صـ۶۸٤.
(۲) المرجع نفسه، باب فضل إنظار المُعسِر، ر: ٤۰۰۰، صـ۶۸٤.
(۳) "مجمع الزوائد ومنبع الفوائد" كتابُ البُيوع، ر: ٦٦٧٠، ٤/ ١٧٠، ١٧١.

سب سے پہلا شخص وہ ہوگا، جو تنگدست کو اتنی مہلت دے کہ وہ قرض اُتارنے کے قابل ہو جائے، یا اپنا قرض اس پر صدقہ کرکے یہ کہہ دے کہ "میرا تجھ پر جتنا قرض ہے وہ اللہ کی رِضا کے لیے صدقہ ہے" اور قرض کی رسید پھاڑ ڈالے"۔

لہٰذا ہر صاحبِ اختیار اور صاحبِ ثروَت مسلمان کو چاہیے، کہ اپنے ضرورتمند مسلمان بھائیوں کی مدد کرے، ان کی ضروریات کا خیال رکھے، ان کی حاجت رَوائی کرے، اور وقتِ ضرورت انہیں قرضِ حسَنہ دے، قرض واپس لَوٹانے کے لیے زیادہ سے زیادہ مہلت دے، جلد واپسی کا تقاضا اور سختی نہ برتے، ان کی مجبوری کا لحاظ رکھے، اور اگر دُشواری نہ ہو تو انہیں اپنا قرض مُعاف کر دے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ؕ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾[1] "اور اگر قرضدار تنگی والا ہو تو اُسے مہلت دو آسانی تک، اور قرض اس پر بالکل چھوڑ دینا (مُعاف کر دینا) تمہارے لیے زیادہ بھلا ہے اگر جانو!"۔

صدر الاَفاضل علّامہ سیّد نعیم الدین مُرادآبادی رحمہ اللہ تعالی علیہ اس آیتِ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں کہ "قرضدار اگر تنگدست یا نادار ہو تو اُس کو مہلت دینا، یا قرض کا جزء یا کُل مُعاف کر دینا سببِ اجرِ عظیم ہے، مسلم شریف کی حدیث میں ہے، سیّد عالَم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے تنگدست کو مہلت دی، یا اُس کا قرضہ مُعاف کیا، اللہ تعالی اُس کو اپنا سایۂ رحمت عطا فرمائے گا، جس روز اُس کے سایہ کے سِوا کوئی سایہ نہ ہوگا"[2]۔

(۱) پ۳، البقرة: ۲۸۰.

(۲) "تفسیر خزائن العرفان" پ۳، البقرة، زیرِ آیت: ۲۸۰، ص۸۵۔

قرض پر نفع لینا سُود ہے

برادرانِ اسلام! بعض لوگوں نے سُودی قرض کے لین دَین کو کاروبار بنا رکھا ہے، ضرورتمند اور مجبور لوگوں کو قرض دیتے ہیں، اور اُن کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر نفع کے نام پر اُن سے اِضافی رقم وُصول کرتے ہیں، جبکہ بَروقت عدمِ ادائیگی کی صورت میں واجبُ الاداء رقم میں مزید اِضافہ کر دیتے ہیں، ایسے ہی بعض قرض خواہ قرض کی رقم کے بدلے زرِ ضمانت کے طَور پر اپنے پاس گروی رکھی گئی گاڑی، گھر، یا کسی دوسری چیز کو قرض کی ادائیگی تک، اپنے ذاتی استعمال میں لاتے ہیں، یا کسی اَور کو دے کر اس سے کرایہ وُصول کرتے ہیں، ایسا کرنا بھی ناجائز و حرام اور خالصۃً سُود (رِبا) ہے؛ کیونکہ گروی رکھی گئی چیز ایک امانت اور قرض کے بدلے میں ہے، اور قرض پر لیا جانے والا نفع (چاہے وہ مال کی صورت میں ہو، یا کسی اَور فائدہ یا رعایت کی صورت میں) سُود ہے، لہذا اس سے نفع اُٹھانا قرض خواہ کے لیے ہرگز جائز نہیں، حضرت سیّدنا علی المرتضی رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ سے روایت ہے، رحمتِ عالمیان صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: «كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَةً فَهُوَ رِباً»[1] "ہر وہ قرض جس پر نفع لیا جائے وہ سُود ہے"۔

سُود کی حُرمت

ایک مسلمان کے لیے سُودی لین دَین سخت حرام اور گناہ ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَأْكُلُوا۟ ٱلرِّبَوٰٓا۟ أَضْعَٰفًا مُّضَٰعَفَةً ۖ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ لَعَلَّكُمْ

(۱) "مُصنَّف ابن أبي شَيبة" كتاب البُيوع والأقضية، ر: ٢٠٦٩٠، ٤/ ٢٣٧.
"مُسند الحارث" باب في القرض يجر المنفعة، ر: ٤٣٧، ١/ ٥٠٠.

تُفْلِحُوْنَ﴾[۱] "اے ایمان والو! سُود دُونا دُون (بڑھا چڑھا کر) نہ کھاؤ، اور اس امید پر اللہ سے ڈرو کہ تمہیں کامیابی ملے"۔ اس آیتِ مبارکہ میں سُود کی ممانعت فرمائی گئی ہے، ساتھ ہی توبیخ کی گئی ہے اس زیادتی پر جو اس زمانہ کا معمول تھی، کہ جب میعاد آجاتی اور قرضدار کے پاس ادا کی کوئی صورت نہ ہوتی، تو قرض خواہ مال زیادہ کر کے مدّت بڑھا دیتا، اور ایسا بار بار کرتے جیسا کہ آج کل کے سُود خور کرتے ہیں، اور اسے سُود در سُود کہتے ہیں۔

حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «الرِّبَا سَبْعُونَ حُوباً، أَيْسَرُهَا أَنْ يَنْكِحَ الرَّجُلُ أُمَّهُ»[۲] "سُود خوری کے ستر۷۰ گناہ ہیں، ان میں کم تر یہ ہے کہ کوئی اپنی ماں سے بدکاری کرے"۔

قرض لینے دینے کے آداب واَحکام

حضراتِ ذی وقار! موجودہ دَور میں باہم قرض کا لین دَین دنیا بھر میں بہت عام ہو چکا ہے، لہذا ضروری ہے کہ ہمیں اس کے آداب واَحکام سے آگاہی ہو، قرض کے لین دَین کے سلسلہ میں چند خاص خاص آداب واَحکام حسبِ ذیل ہیں:

(ا) جب کسی سے قرض کا لین دَین کیا جائے، تو حکمِ شریعت یہ ہے کہ قرض کی واجب الاداء رقم اور ادائیگی کے لیے مقرّرہ مدّت سے متعلق، باہم ایک تحریری مُعاہدہ (Written Agreement) کر لیا جائے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ﴾[۳] "اے ایمان والو!

---

(۱) پ٤، آل عمران: ۱۳۰.

(۲) "سنن ابن ماجه" باب التغليظ في الربا، ر: ۲۲۷٤، صـ۳۸۱.

(۳) پ۳، البقرة: ۲۸۲.

جب تم ایک مقرّرہ مدّت تک کسی دَین (قرض) کالین دَین کرو، تواُسے لکھ لو!"۔

(۲) قرض کا مُعاہدہ (Agreement) لکھوانا، قرض لینے والے کی ذمّہ داری ہے، اور اس پر لازم ہے کہ جتنا قرض لیا اور ادائیگی کی جو مدّت باہم اتفاقِ رائے سے مقرّر ہوئی، مُعاہدہ (Agreement) میں وہی لکھوائے، اور اُس میں کوئی کمی بیشی نہ کرے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَلْيُمْلِلِ الَّذِیْ عَلَیْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا یَبْخَسْ مِنْهُ شَیْـًٔا﴾[1] "اور جس پر حق آتا ہے وہ لکھواتا جائے، اور اللہ سے ڈرے جو اس کا رَب ہے، اور حق میں سے کچھ رکھ نہ چھوڑے "یعنی کمی بیشی نہ کرے!۔

(۳) قرض یا کسی بھی کاروباری لین دَین کا مُعاہدہ لکھتے ہوئے دو ۲ گواہ ضرور مقرّر کریں؛ تاکہ فریقین کے مابین اگر قرض کی رقم، یا ادائیگی کی مقرّرہ مدّت میں کسی قسم کا اختلاف پیدا ہو، تو وہ گواہی دے سکیں، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِیْدَیْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ لَّمْ یَكُوْنَا رَجُلَیْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰی ؕ وَلَا یَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا﴾[2] "اور دو ۲ گواہ کرلو اپنے مَردوں میں سے، پھر اگر دو ۲ مَرد نہ ہوں تو ایک مَرد اور دو ۲ عورتیں، ایسے گواہ جن کو پسند کرو؛ کہ کہیں ان میں سے ایک عورت بُھولے تو اس ایک کو دوسری عورت یاد دلائے، اور گواہ جب (گواہی دینے کے لیے) بلائے جائیں تو آنے سے انکار نہ کریں!"۔

(۴) قرض یا کاروباری لین دَین چھوٹا ہو یا بڑا، فریقین کو چاہیے کہ تحریری

(۱) پ۳، البقرة: ۲۸۲.

(۲) پ۳، البقرة: ۲۸۲.

مُعاہدہ (Written Agreement) ضرور کریں، اور اسے بوجھ نہ جانیں؛ کہ یہ بعد میں پیش آنے والی بہت سی مشکلات اور مسائل کو ٹالنے کا بہترین ذریعہ ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَلَا تَسْـَٔمُوْۤا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِیْرًا اَوْ كَبِیْرًا اِلٰۤى اَجَلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَ اَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَ اَدْنٰۤى اَلَّا تَرْتَابُوْۤا﴾[1] "اور اسے بھاری نہ جانو کہ دَین (قرض) چھوٹا ہو یا بڑا، اس کی میعاد تک لکھت کرلو، یہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات ہے، اور اس میں گواہی خوب ٹھیک رہے گی، اور یہ اس سے قریب ہے کہ تمہیں شُبہ نہ پڑے!"۔

(۵) شدید مجبوری کے بغیر قرض ہرگز نہ لیں، اور سُودی قرض کی تو قطعًا اجازت نہیں؛ کہ شریعتِ مطہَّرہ میں اسے حرام اور زِنا سے بڑھ کر سخت گناہ قرار دیا گیا ہے، حضرت سیّدنا عبد اللہ بن حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غَسیل الملائکہ سے روایت ہے، سرکارِ دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «دِرْهَمُ رِباً يَأْكُلُهُ الرَّجُلُ وَهُوَ يَعْلَمُ، أَشَدُّ مِنْ سِتَّةٍ وَثَلَاثِينَ زِنْيَةً»[2] "سُود کا ایک درہم جسے آدمی جان بوجھ کر کھائے، چھتیس ۳۶ بار زِنا سے بڑھ کر سنگین جُرم ہے"۔

قرض سے نَجات پانے کا بہترین عمل

جانِ برادر! شیخ الحدیث حضرت علّامہ عبدالمصطفی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی شہرۂ آفاق تصنیف "جنّتی زیور" میں تحریر فرماتے ہیں کہ "جو شخص قرض دار ہو گیا، اگر وہ روزانہ سات ۷ بار "سورۂ آل عمران" پڑھتا رہے، تو -ان شاءاللہ تعالی- قرض سے سُبکدوش ہو جائے گا، اور اللہ تعالی غیب سے اس کی روزی کا سامان اور انتظام فرمائے گا"[3]۔

---

(١) پ٣، البقرة: ٢٨٢.
(٢) "سنن الدارقُطني" كتاب البُيوع، ر: ٢٨١٩، ٣/ ١٩.
(٣) "جنّتی زیور" عملیات، خواص سورۂ آلِ عمران، ص۵۹۰۔

قرض سے سُبکدوش ہونے کی دعا

میرے محترم بھائیو! قرض کی ادائیگی کے لیے عملی کوششوں کے ساتھ ساتھ اللہ تعالی کی بارگاہ میں دعا بھی کرتے رہنا چاہیے؛ کہ حضور نبیٔ کریم ﷺ نے ہمیں خاص طَور پر اس کی تعلیم وتلقین فرمائی۔ حضرت سیّدنا ابو سعید خُدری رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن نبیٔ پاک ﷺ مسجد میں داخل ہوئے، تو وہاں ایک انصاری صحابی حضرت سیّدنا ابو اُمامہ باہلی رضی اللہ تعالی عنہ موجود تھے، نبیٔ اکرم ﷺ نے دریافت فرمایا: «يا أَبَا أُمَامَةَ! مَا لِي أَرَاكَ جَالِساً فِي المَسْجِدِ فِي غَيْرِ وَقْتِ الصَّلَاةِ؟» "اے ابو اُمامہ! کیا وجہ ہے کہ ابھی نماز کا وقت بھی نہیں ہوا، اور تم مسجد میں بیٹھے ہو؟ انہوں نے عرض کی: یا رسولَ اللہ ﷺ! مجھے پریشانیاں اور قرض لاحق ہیں، رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «أَفَلَا أُعَلِّمُكَ كَلَاماً إِذَا أَنْتَ قُلْتَهُ، أَذْهَبَ عزّ وجلّ هَمَّكَ، وَقَضَى عَنْكَ دَيْنَكَ؟» "کیا میں تمہیں ایسے کلمات نہ سکھا دُوں کہ جب تم انہیں پڑھ لو گے، تو اللہ تعالی تمہاری پریشانیوں کو ختم کر دے گا، اور تمہارا قرض بھی ادا فرما دے گا، حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ تعالی عنہ نے عرض کی: جی ہاں یا رسولَ اللہ ﷺ، نبیٔ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "تم صبح وشام یہ دعا پڑھا کرو: «اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحَزَنِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّيْنِ، وَقَهْرِ الرِّجَالِ» "اے اللہ! میں غم اور پریشانی سے تیری پناہ مانگتا ہوں، اے اللہ! میں عاجز اور سُست ہونے سے تیری پناہ مانگتا ہوں، اے اللہ! میں بزدلی اور کنجوسی سے تیری پناہ مانگتا ہوں، اے اللہ! میں قرض کے غلبے اور لوگوں کے قہر سے تیری پناہ مانگتا ہوں"۔

حضرت سیّدنا ابو اُمامہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ "میں نے اس دعا کو پڑھا تو میری پریشانی ختم ہو گئی، اور اللہ تعالی نے (کسی وسیلہ سے) میرا قرض بھی ادا فرما دیا"[1]۔

مقروض کے لیے ایک اہم گزارش

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! مقروض کو چاہیے کہ مقرّر میعاد سے قبل قرض ادا کرنے کی بھرپور کوشش کرے، کہ یہ ادائیگی قرض اور اپنے وعدہ کی پاسداری کا سب سے اچھا طریقہ ہے، اور اسی کا ہمیں حکم ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَ اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا﴾[2] "عہد پورا کرو، یقیناً عہد سے متعلق سوال ہونا ہے!"۔

بلا وجہِ شرعی قرض کی ادائیگی میں تاخیر ظلم ہے

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! بعض لوگ قدرت کے باوُجود اپنا قرض ادا کرنے میں تاخیر سے کام لیتے ہیں، اور بَروقت ادائیگی نہیں کرتے، یہ انتہائی نامناسب اور غیر اَخلاقی بات ہے، کسی عذر کے بغیر قرض کی ادائیگی میں تاخیر، اور اپنے مسلمان بھائی کو اَذیت پہنچانا ظلم ہے، حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: «مَطْلُ الغَنِيِّ ظُلْمٌ، فَإِذَا أُتْبِعَ أَحَدُكُمْ عَلَى مَلِيٍّ فَلْيَتْبَعْ»[3] "قرض کی ادائیگی میں (قدرت کے باوُجود) صاحبِ قدرت کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے، اور جب تمہارے قرض (کی ادائیگی) کا کسی مالدار کو ضامِن بنا دیا جائے (اور مقروض بلا عذر قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرے) تو ضامِن سے

---

(١) "سنن أبي داود" كتاب الصّلاة، باب في الاستعاذة، ر: ١٥٥٥، صـ٢٢٨، ٢٢٩.

(٢) پ١٥، بني إسرئيل: ٣٤.

(٣) "صحيح البخاري" كتاب الحوالات، ر: ٢٢٨٧، صـ٣٦٥.

تقاضا کرو!" اور اس کے ذریعے مقروض سے اپنا قرض وُصول کرو!۔

اور اگر مقروض وعدہ کے مطابق مقرّر وقت پر قرض ادا کرنے سے قاصر ہو، تو اُسے چاہیے کہ قرض خواہ کے پاس جاکر اُس سے معذرت کرے اور مزید مہلت حاصل کرے۔ آج کل عموماً دیکھا جاتا ہے کہ جب قرض کی ادائیگی کا مقرّر وقت آجاتا ہے تو قرضدار قرض ادا کرنے، یا عدم ادائیگی کی صورت میں معذرت کرنے کے بجائے، قرض خواہ کا سامنا کرنے سے کتراتا ہے، اُسے بار بار اپنی دکان یا گھر کے چکر لگواتا ہے، اور اُس کی کال اٹینڈ (Call Attend) کرنے کے بجائے، اس کا فون نمبر بلاک (Block) کردیتا ہے، یہ طرزِ عمل کسی طَور پر مناسب نہیں، لہذا ہمیں چاہیے کہ ہماری مشکل میں ہمیں قرض دینے والے مُحسن کی نیکی کا بدلہ یوں برائی سے نہ دیں، بلکہ کوشش کرکے اس کا قرض بَروقت ادا کریں، اور اگر ادائیگی کی کوئی صورت نظر نہ آتی ہو تو اس سے بصد احترام مُعافی مانگ کر مزید مہلت کی درخواست کریں!۔

دعا

اے اللہ! ہمیں قرض سمیت تمام لین دَین میں اَحکامِ شریعت پر عمل کی توفیق عطا فرما، جو مقروض ہیں انہیں قرضوں سے خَلاصی عطا فرما، جو قرض خواہ اور مالدار ہیں انہیں اپنا قرض مُعاف کرنے، اور مقروضوں کے ساتھ نرمی برتنے کا جذبہ اور سوچ عنایت فرما، رزقِ حرام اور مالِ ناحق سے محفوظ فرما، اور دوسروں کا قرض بَروقت ادا کرنے کی توفیق عطا فرما، آمین یاربّ العالمین!۔

رشتہ داروں کے حقوق

(جمعۃ المبارک ۸ صفر المظفّر ۱۴۴۵ھ - ۲۰۲۳/۰۸/۲۵ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

صِلہ رحمی کا شرعی حکم

برادرانِ اسلام! صِلہ رحم کے معنی رشتہ کو جوڑنا ہے، یعنی رشتہ داروں کے ساتھ نیکی اور حُسنِ سُلوک کرنا۔ ساری اُمّت کا اس پر اتفاق ہے کہ صِلہ رحمی واجب ہے، اور قطع رحمی (یعنی رشتہ کاٹنا توڑنا) حرام ہے[1]۔

صِلہ رحمی اور ادائیگی حقوق کی تاکید

عزیزانِ محترم! اسلامی تعلیمات میں والدین، بہن بھائیوں، اور دیگر رشتہ داروں کے ساتھ حُسنِ سُلوک سے پیش آنے، صِلہ رحمی کرنے، حسبِ مَراتب تعظیم وتوقیر بجالانے، اور اُن کے حقوق ادا کرنے کی بڑی تاکید فرمائی گئی ہے، ارشادِ باری

(۱) "بہارِ شریعت" حظر واِباحت کا بیان، حصہ شانزدہم ۱۶، سُلوک کرنے کا بیان، ۵۵۸/۳۔

تعالی ہے: ﴿وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ﴾[۱] "اور رشتہ داروں کو اُن کا حق دو!" یعنی اُن کے ساتھ صِلہ رحمی، محبت، میل جول، خبر گیری، موقع پر مدد اور حُسنِ مُعاشرت کرو!۔

رشتہ داروں کے ساتھ میل جول رکھنا، اور صِلہ رحمی کرنا اُن کا حق ہے، اور اس حق کی ادائیگی کا ہمیں حکم دیا گیا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ يُّوْصَلَ﴾[۲] "اور وہ کہ جوڑتے ہیں اُسے جس کے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا"۔

رشتہ داروں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا طرزِ عمل

حضراتِ گرامی قدر! حضور نبئ کریم ﷺ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ خوب حُسنِ سُلوک سے پیش آتے، اور بوقتِ ضرورت ان کی مدد بھی فرماتے تھے، اُمّ المؤمنین حضرتِ سیّدہ خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا حضور ﷺ سے سب سے زیادہ قریبی شخصیت تھیں، سرورِ کونَین ﷺ کے اَوصاف بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں: «إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَحمِلُ الْكَلَّ، وَتَكْسِبُ المَعْدُوْمَ، وَتَقْرِي الضَّيْفَ، وَتُعِيْنُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقّ»[۳] "آپ صِلہ رحمی فرماتے ہیں، مزدُوروں کا بُوجھ اُٹھا کر ان کی مدد کرتے ہیں، ناداروں کے لیے کماتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں، اور مَصائب میں لوگوں کی مدد فرماتے ہیں"۔

حضور نبئ کریم ﷺ نے ہمیشہ رشتہ داروں کے ساتھ تعلق بنائے رکھنے کی تاکید فرمائی، حضرت سیّدنا ابن ابو الحسین رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، مصطفی جانِ رحمت ﷺ

---

(۱) پ۱۵، بني إسرائيل: ۲٦.

(۲) پ۱۳، الرَعد: ۲۱.

(۳) "صحيح البخاري" كتاب بَدْء الْوَحْيِ، باب كيف كان بَدْءُ الوحْيِ ...إلخ، ر: ۳، صـ۱.

نے فرمایا: «أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى خَيْرِ أَخْلَاقِ أَهْلِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ؟ أَنْ تَصِلَ مَنْ قَطَعَكَ، وَتُعْطِيَ مَنْ حَرَمَكَ، وَتَعْفُوَ عَمَّنْ ظَلَمَكَ!»[1] "کیا میں تمہیں دنیا وآخرت میں سب سے اچھے اَخلاق نہ بتادوں؟ جو تم سے تعلق توڑے تم اُس سے جوڑو، جو تمہیں محروم کرے تم اُسے عطا کرو، اور جو تم پر ظلم کرے تم اُسے مُعاف کر دو!"۔

جنّت میں داخلے کا ذریعہ

عزیزانِ محترم! رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنا، اور ان کے ساتھ حُسنِ سُلوک سے پیش آنا، جنّت میں داخلے کا ایک بہترین ذریعہ ہے، حضرتِ سیّدنا ابوایّوب انصاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور نبیٔ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بارگاہ میں عرض کی، کہ مجھے ایسا عمل بتائیے جو مجھے جنّت میں داخل کردے، سرورِ دوجہاں صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «تَعْبُدُ اللهَ وَلاَ تُشْرِكُ بِهِ شَيْئاً، وَتُقِيمُ الصَّلاةَ، وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ، وَتَصِلُ الرَّحِمَ!»[2] "اللہ تعالی کی عبادت کرو، اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ، اور نماز ادا کرو، اور زکاۃ دیا کرو، اور صِلہ رحمی کیا کرو!" یعنی رشتہ داروں کے ساتھ اچھے سے پیش آؤ، اور اُن کے حقوق کی پاسداری کرو۔

افضل ترین عمل

جانِ برادر! صِلہ رحمی افضل ترین اعمال میں سے ایک ہے، حضرت سیّدنا مُعاذ بن اَنس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے، رحمتِ عالمیان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «أَفْضَلُ

---

(١) "شُعب الإيمان" للبَيهقي، باب في حسن الخُلق، ر: ٨٣٠٠، ٦/ ٢٨١١.

(٢) "صحيح البخاري" كتاب الزكاة، باب وجوب الزكاة، ر: ١٣٩٦، صـ٢٢٥.

الْفَضَائِلِ أَنْ تَصِلَ مَنْ قَطَعَكَ، وَتُعْطِيَ مَنْ مَنَعَكَ، وَتَصْفَحَ عَمَّنْ شَتَمَكَ»[1] "افضل ترین عمل یہ ہے کہ جو تم سے رشتہ توڑے تم اُس سے جوڑو، جو تمہیں محروم کرے تم اُسے عطا کرو، اور جو تم پر ظلم کرے تم اُسے مُعاف کردو!"۔

صِلہ رحمی کا حقیقی مفہوم

حضراتِ ذی وقار! صِلہ رحمی کا حقیقی مفہوم یہ ہے کہ اپنے رشتہ داروں کے اچھے بُرے طرزِ عمل کی پرواہ کیے بغیر، خالصۃً اللہ کی رِضا اور حکم بجاآوری کے لیے اُن سے میل جول رکھا جائے، اُن کے دکھ سُکھ میں شریک رہا جائے، اور مشکل وقت میں اُن کی مدد کی جائے، حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عَمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رحمتِ عالمیان ﷺ نے ارشاد فرمایا: «لَيْسَ الوَاصِلُ بِالْمُكَافِئِ، وَلَكِنِ الوَاصِل الَّذِي إِذَا قُطِعَتْ رَحِمُهُ وَصَلَهَا»[2] "صِلہ رحمی کرنے والا وہ نہیں جو بدلے میں صِلہ رحمی کرے، بلکہ صِلہ رحمی کرنے والا وہ ہے کہ اگر اُس سے قطع رحمی کی جائے، تب بھی وہ صلہ رحمی کرے!"۔

بدلے میں صِلہ رحمی کرنے سے مُراد یہ ہے کہ انسان صرف اُس رشتہ دار سے ملے جو اِس سے ملتا ہو، اور جو نہیں ملتا اُس سے میل جول اور تعلق نہ رکھے، لیکن صلہ رحمی کا حقیقی مفہوم یہ ہے کہ اگر کوئی رشتہ دار آپ سے قطع تعلُّقی کرے، تو جواباً تعلق توڑنے یا بد سُلوکی کے بجائے اُس سے حُسنِ سُلوک کریں، ادب واحترام سے پیش آتے رہیں، اور اُس کے ساتھ خیر و بھلائی کی عادت کو ترک نہ کریں!۔

---

(١) "مُسند الإمام أحمد" حديث مُعاذ بن أنس الجُهني رضي الله تعالى عنه، ر: ١٥٦١٨، ٥/ ٣٠٩.

(٢) "صحيح البخاري" كتاب الأدب، باب ليس الواصل بالمكافئ، ر: ٥٩٩١، صـ١٠٤٩.

صِلہ رحمی کے فوائد

عزیزانِ مَن! رشتہ داروں کے ساتھ حُسنِ سُلوک سے پیش آنا، اُن سے تعلق بنائے رکھنا، اور اُن کے حقوق ادا کرنا، صلہ رحمی کی مختلف صورتیں ہیں، صلہ رحمی کے متعدّد فوائد ہیں جن میں سے چند حسبِ ذیل ہیں:

(۱) صلہ رحمی گناہوں کی بخشش کا سبب ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَى وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾[۱] "اور قسم نہ کھائیں وہ جو تم میں فضیلت والے اور گنجائش والے ہیں، قرابت والوں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو دینے کی، اور چاہیے کہ مُعاف کریں اور درگزر کریں، کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ اللہ تمہاری بخشش کرے؟ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے!"۔

(۲) رشتہ داروں کے ساتھ حُسنِ سُلوک سے پیش آنا محبت، مال، اور عمر میں برکت کا سبب ہے، نبئ کریم ﷺ نے فرمایا: «تَعَلَّمُوْا مِنْ أَنْسَابِكُمْ مَا تَصِلُونَ بِهِ أَرْحَامَكُمْ؛ فَإِنَّ صِلَةَ الرَّحِمِ مَحَبَّةٌ فِي الْأَهْلِ، مَثْرَاةٌ فِي المَالِ، مَنْسَأَةٌ فِي الْأَثَرِ»[۲] "اپنے رشتہ داروں کو پہچانو؛ تاکہ رشتوں کا لحاظ رکھ سکو؛ اس لیے کہ رشتہ داروں سے حسنِ سُلوک خاندان میں محبت، اور مال وعمر میں برکت کا سبب ہے"۔

---

(۱) پ۱۸، النور: ۲۲.

(۲) "سنن الترمذي" أبواب البرّ والصلة، ر: ۱۹۷۹، صـ۴۵۸.

(۳) صلہ رحمی رزق میں وُسعت، کُشادگی، اور عمر میں برکت کا سبب ہے، حضرت سیّدنا اَنس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُبْسَطَ لَهُ فِي رِزْقِهِ، وَيُنْسَأَ لَهُ فِي أَثَرِهِ، فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ»[1] "جو یہ چاہتا ہے کہ اُس کے رزق میں وُسعت اور عمر میں برکت ہو، اُسے صلہ رحمی کرنی چاہیے"۔

(۴) صلہ رحمی اور رشتہ داروں سے حُسنِ سُلوک بُری مَوت سے نَجات وحفاظت کا سبب ہے، حضرت سیّدنا اَنس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رحمتِ عالمیان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «إِنَّ الصَّدَقَةَ وَصِلَةَ الرَّحِمِ يَزِيدُ اللهُ بهما فِي الْعُمُرِ، وَيَدْفَعُ بهما مِيتَةَ السُّوءِ، وَيَدْفَعُ اللهُ بهما الْمَكْرُوهَ وَالمَحْذُورَ»[2] "صدقہ اور صلہ رحمی کے سبب اللہ تعالی عمر میں برکت دیتا، بُری مَوت کو دفع کرتا، اور ناپسندیدہ اور قابلِ اِجتناب چیز کو دُور فرماتا ہے"۔

(۵) رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی ایمان کی علامت ہے، حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَاليَوْمِ الآخِرِ، فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ»[3] "جو اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اُسے چاہیے کہ صلہ رحمی کرے"۔

---

(۱) "صحيح البخاري" باب من بسط له في الرزق بصلة الرحم، ر: ٥٩٨٦، صـ١٠٤٨.

(۲) "مُسند أبي يعلى" للمُوصِلي، يزيد الرقاشي عن أنس بن مالك، ر: ٤١٠٤، ٣/ ٣١٨. "المقصد العلي في زوائد أبي يعلى المُوصِلي" كتاب البِرّ والصلة، ر: ٩٩٦، ٣/ ١٨.

(۳) "صحيح البخاري" كتاب الأدب، باب إكرام الضيف ...إلخ، ر: ٦١٣٨، صـ١٠٦٩.

(٦) صلہ رحمی لمبی عمر اور بُری مَوت سے نَجات کا سبب ہے، حضرت سیّدہ عائشہ صدّیقہ عائشہ طیّبہ طاہرہ رَضِیَ اللّٰہ عَنہا سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت ﷺ نے ارشاد فرمایا: «صِلَةُ الرَّحِمِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ وَحُسْنُ الْجِوَارِ، يَعْمُرَانِ الدِّيَارَ، وَيَزِيدَانِ فِي الْأَعْمَارِ»[1] "صلہ رحمی، اچھے اَخلاق اور اچھا پڑوسی، شہروں ملکوں کو آباد، اور عمر میں اِضافہ کرتے ہیں"۔

صِلہ رحمی کا سب سے بہترین طریقہ

میرے محترم بھائیو! صلہ رحمی کا سب سے بہترین طریقہ یہ ہے کہ وقتاً فوقتاً بہن بھائیوں اور دیگر رشتہ داروں کے گھر جایا جائے، ان سے ملاقات کر کے ان کی خیریت اور حال اَحوال جانا جائے، انہیں تحفے تحائف دیے جائیں، ان کی خوشی وغمی میں شرکت کی جائے، کوئی رشتہ دار بیمار ہو تو اُس کی عیادت کی جائے، جب بھی سامنا ہو تو خوش دلی سے ملاقات کی جائے، اور اگر انہیں کوئی حاجت درپیش ہو تو اُن کی حاجت رَوائی کی جائے۔

قطع رحمی کی مذمّت اور نقصانات

برادرانِ ملّتِ اسلامیہ! اسلام میں خونی رشتوں کے ساتھ قطع رحمی کرنا، اُن کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کا باعث ہے، اور قرآنِ کریم میں اس کی سخت ممانعت ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَیْكُمْ رَقِیْبًا﴾[2] "اور اللہ سے ڈرو جس کے نام پر مانگتے ہو، اور رشتوں کا لحاظ رکھو (یعنی قطع تعلق نہ کرو)، یقیناً اللہ ہر وقت تمہیں دیکھ رہا ہے!"۔

---

(١) "مُسند الإمام أحمد" مسند السيّدة عائشة رَضِيَ اللهُ عَنها، ر: ٢٥٣١٤، ٩/ ٥٠٤.

(٢) پ٤، النساء: ١.

رشتہ داروں سے قطع تعلقی، اللہ کی رحمت سے دُوری اور بُرے انجام کا باعث ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَ يَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۙ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَ لَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ﴾[1] "اور وہ جو اللہ کا عہد اس کے پکّے ہونے کے بعد توڑتے ہیں، اور جس کے جوڑنے کو اللہ نے فرمایا اُسے قطع کرتے ہیں، اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں، ان کا حصہ لعنت ہی ہے، اور ان کا ٹھکانہ بُرا گھر" یعنی جہنم ہے!۔

رشتہ داروں کے ساتھ بات بات پر ناراض ہونا اور قطع تعلقی کر لینا، جنّت میں داخلے سے محرومی کا باعث ہے، حضرت سیّدنا جُبَیر بن مُطعِم رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «لاَ يَدْخُلُ الجَنَّةَ قَاطِعٌ»[2] "قطع رحمی کرنے والا جنّت میں داخل نہیں ہوگا"۔

قطع رحمی کرنے والے کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا، حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «إِنَّ أَعْمَالَ بَنِي آدَمَ تُعْرَضُ كُلَّ خَمِيسٍ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ، فَلَا يُقْبَلُ عَمَلُ قَاطِعِ رَحِمٍ»[3] "بنی آدم کے اعمال ہر جمعرات (شبِ جمعہ) پیش کیے جاتے ہیں، لہٰذا رشتہ توڑنے والے کسی بھی شخص کا عمل قبول نہیں کیا جاتا ہے"۔

---

(۱) پ۱۳، الرَعد: ۲۵.

(۲) "صحيح البخاري" كتاب الأدب، باب إثم القاطع، ر: ٥٩٨٤، صـ١٠٤٨.

(۳) "مُسند الإمام أحمد" مسند أبي هريرة رضي الله تعالى عنه، ر: ١٠٢٧٦، ٣/ ٥٣٣.

حُسنِ سُلوک

برادرانِ اسلام! قرآنِ کریم میں رشتہ داروں کے ساتھ حُسنِ سُلوک کا حکم دیا گیا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّ ذِی الْقُرْبٰی وَ الْیَتٰمٰی وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا﴾[1] "اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو، اور رشتہ داروں، اور یتیموں، اور مسکینوں، اور لوگوں سے اچھی بات کہو!"۔

اس دنیا میں سب سے زیادہ حُسنِ سُلوک، اور عزّت اَفزائی کے لائق ہمارے اپنے والدین ہیں، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَیْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَیْــٴًـا وَّ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا﴾[2] "اے حبیب! آپ ان سے فرما دیجیے، کہ آؤ میں تمہیں پڑھ کر سناؤں جو تم پر تمہارے رب نے حرام کیا، یہ کہ کسی کو اللہ کا شریک مَت ٹھہراؤ، اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو"۔

والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا بدلہ

عزیزانِ محترم! جو مسلمان اپنے والدین اور بڑوں کے ساتھ عزّت، احترام اور حُسن سُلوک کا مُعاملہ کرتا ہے، اللہ تعالی دنیا ہی میں اس کی عزّت واحترام کا ساماں کر دیتا ہے، اور اس کی اپنی اولاد کے دل میں اس کی عزّت ڈال دی جاتی ہے۔ رحمتِ عالمیان ﷺ نے ارشاد فرمایا: «بَرُّوا آباءَكُمْ، تَبَرُّكُمْ أَبْنَاؤُكُم»[3] "اپنے والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو، تمہارے بچے بھی تمہارے ساتھ اچھا برتاؤ کریں گے"۔

---

(۱) پ۱، البقرة: ۸۳.

(۲) پ۸، الأنعام: ۱۵۱.

(۳) "مُستدرَك الحاكم" كتاب البرّ والصّلة، ر: ۷۲۵۹، ۷/ ۲۵۹۲.

والدین سے حُسن سُلوک اور بھلائی کا مطلب یہ ہے کہ ان کے ساتھ نیکی کی جائے، ان کی عزّت وتکریم اور ادب واحترام کیا جائے، ان کے ہر جائز حکم پر بخوشی عمل کیا جائے، ان کی خدمت کے لیے ہر دَم کوشاں رہا جائے، اور انہیں خوشی فراہم کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے، نیز اس سے نرم گفتگو کی جائے، ان کے آگے تواضُع، عاجزی اور انکساری کی جائے!۔

اہل وعِیال کے ساتھ نرمی اور حُسنِ سُلوک

جانِ برادر! اپنے اہل وعِیال کے ساتھ بھی نرمی، محبت اور حُسنِ سُلوک سے پیش آنا چاہیے کہ یہ شرعاً اُن کا حق ہے، اور اسی کی ہمیں تلقین وترغیب دی گئی ہے، حضرت سیّدہ عائشہ صدّیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: «خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِه، وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي!»[1] "تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے اچھا ہے، اور میں اپنے اہل وعِیال کے لیے تم سب سے بہتر سُلوک کرنے والا ہوں"۔

رشتہ داروں کے ساتھ حُسنِ سُلوک اُن کا حق ہے

یاد رکھیے! رشتہ داروں کے ساتھ حُسنِ سُلوک سے پیش آنا، آپ کا اِحسان نہیں بلکہ اُن کا حق ہے، لہٰذا والدین، بہن بھائیوں، اور اہل وعِیال سمیت دیگر رشتہ داروں کے ساتھ کیے گئے حُسنِ سُلوک یا نیکی کو جتایا نہ جائے، نہ ہی انہیں اپنے سے کمتر سمجھا جائے، نیز اللہ تعالی سے اُن کے حقوق کی ادائیگی اور پاسداری کی توفیق مانگنی چاہیے!۔

---

(۱) "سنن الترمذي" أبواب المناقب، باب فضل أزواج النّبي صلی اللہ تعالی علیہ وسلم، ر: ۳۸۹۵، صـ۸۷۸.

بڑوں کا ادب واحترام اور چھوٹوں پر شفقت

عزیزانِ مَن! بڑوں کا ادب واحترام اور چھوٹوں پر رحم وشفقت، یہ رشتہ داروں سمیت تمام مسلمانوں کے اہم حقوق میں سے ہے، رسولِ اکرم ﷺ نے ہمیں اپنے بڑوں کی تعظیم وتوقیر کرنے، اور چھوٹوں کے ساتھ محبت وشفقت سے پیش آنے کا حکم دیا ہے، حضرت سیّدُنا انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا وَيُوَقِّرْ كَبِيرَنَا»[1] "جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے، اور ہمارے بڑوں کی عزّت نہ کرے، وہ ہم میں سے نہیں"۔

ایک اَور مقام پر ارشاد فرمایا: «كَبِّرِ الكُبْرَ»[2] "بڑوں کے مرتبہ اور عزّت کا خیال رکھو!" لہذا آج اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ کل بڑھاپے میں کوئی ہماری عزّت وتکریم کرے، تو آج ہمیں بھی اپنے بڑوں، بزرگ رشتہ داروں، اور عمر رسیدہ مسلمانوں کی عزّت اور ان کا ادب واحترام کرنا ہو گا، حضرت سیّدُنا اَنس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «مَا أَكْرَمَ شَابٌّ شَيْخاً لِسِنِّهِ، إِلَّا قَيَّضَ اللهُ لَهُ مَنْ يُكْرِمُهُ عِنْدَ سِنِّه»[3] "جو جوان کسی بوڑھے کے عمر رسیدہ ہونے کے باعث اُس کی عزّت کرتا ہے، اللہ تعالی اُس جوان کے لیے کسی کو مقرّر فرما دیتا ہے، جواِس کے بڑھاپے میں اس کی عزّت کرے گا"۔

---

(١) المرجع نفسه، أبواب البرّ والصلة، باب ما جاء في رحمة الصبيان، ر: ١٩١٩، صـ٤٤٨.

(٢) "صحيح البخاري" كتابُ الْأدب، ر: ٦١٤٣، صـ١٠٧١.

(٣) "سنن الترمذي" أبوابُ البرّ والصلة، ر: ٢٠٢٢، صـ٤٦٦.

اَولاد کی اچھی تعلیم وتربیت

حضراتِ گرامی قدر! ہمارے خونی اور قریبی رشتہ داروں میں ایک اہم رشتہ اَولاد کا بھی ہے، یہ ایک ایسا رشتہ ہے جس کے ساتھ ہمارا خون اور جذبات دونوں جُڑے ہوتے ہیں، اسلامی تعلیمات میں اولاد کے حقوق کو بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، اور اَولاد کا سب سے اہم اور بنیادی حق اُن کی اچھی تعلیم وتربیت ہے، اور اَولاد کی اچھی تربیت ہی اچھے مُعاشرے کی بنیاد ہے، حضرت سیّدنا ایّوب بن موسیٰ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صَلَّى اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: «مَا نَحَلَ وَالِدٌ وَلَداً مِنْ نَحْلٍ، أَفْضَلَ مِنْ أَدَبٍ حَسَنٍ»[1] "باپ کی طرف سے اَولاد کے لیے اس سے بہتر کوئی عطیہ نہیں، کہ وہ ان کی اچھی تربیت کرے!"۔

حضرت سیّدُنا علی -کرّم اللہ وجہہ- نے فرمایا: «عَلِّمُوْا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيْكُم الخَيْرَ!»[2] "اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو بھلائی کی تعلیم دو!"۔

عزیزانِ گرامی قدر! "بعض لوگوں کو اپنی اَولاد میں سے لڑکوں کے ساتھ زیادہ محبت ودلچسپی ہوتی ہے، جبکہ لڑکیوں کو وہ بوجھ سمجھتے ہیں، اور ان کی خبرگیری اور تربیت میں کوتاہی برتتے ہیں، یہ عمل مُعاشرتی بگاڑ کا ایک بدترین سبب ہے، دین اسلام نے خصوصیت کے ساتھ لڑکیوں کی اچھی تعلیم وتربیت کی تاکید فرمائی، اور اس کی بڑی فضیلت بیان کی ہے، نبیٔ کریم صَلَّى اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: «مَنْ عَالَ ثَلَاثَ

---

(١) المرجع نفسه، باب ما جاء في أدب الولد، ر: ١٩٥٢، صـ٤٥٣.
(٢) "شُعب الإيمان" باب في حقوق الأولاد والأهلين، ر: ٨٧٠٤، ٦/٢٩١١.

بَنَاتٍ، فَأَدَّبَهُنَّ وَزَوَّجَهُنَّ، وَأَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ، فَلَهُ الْجَنَّةُ»(١) "جس شخص کی تین ۳ بیٹیاں ہوں، وہ ان کی اچھی تربیت کرے، اور مناسب جگہ ان کی شادی کرے، اور ان کے ساتھ اچھا سُلوک کرے، اس کے لیے جنّت ہے"(۲)۔

اَولاد کے مابین برابری کا حکم

میرے محترم بھائیو! اللہ کے حبیب ﷺ نے ہمیں ساری اولاد کے درمیان برابری کا حکم فرمایا، اور یہ بھی کہ ان کے درمیان فرق نہ کیا جائے، سرورِ کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا: «اتَّقُوا اللهَ وَاعْدِلُوا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ»(٣) "اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے مابین برابری رکھو"۔

بیٹے کو بوسہ و محبت زیادہ دینے، اور بیٹی کو محبت سے محروم کرنے والوں کو رسول اللہ ﷺ نے تنبیہ فرمائی ہے، کہ اس مُعاملہ میں بھی اپنے بچوں میں برابری کی جائے، ایک شخص حضور نبئ کریم ﷺ کے ساتھ بیٹھا تھا کہ اس کا بچہ آیا، اس نے اسے اُٹھایا، چوما اور اپنی گود میں بیٹھا لیا، پھر کچھ دیر بعد اس کی بچی آئی، تو اس نے اسے اُٹھایا اور اپنی ایک جانب بٹھا دیا، رحمتِ عالمیان ﷺ نے فرمایا: «فَمَا عَدَلْتَ بَيْنَهُمَا»(٤) "تم نے ان دونوں کے درمیان برابری نہیں کی"(۵)۔

---

(١) "سنن أبي داود" كتاب الأدب، باب في فَضْلِ مَنْ عَالَ يَتَامَى، ر: ٥١٤٧، صـ٧٢٣.

(۲) "تحسینِ خطابت ۲۰۲۰ء" بڑوں کا ادب واحترام اور تربیتِ اولاد، ۱/۹۰، ۹۱۔

(٣) "صحيح البخاري" باب الإِشْهَادِ فِي الْهِبَة، ر: ٢٥٨٧، صـ٤١٨.

(٤) "شُعب الإيمان" باب في حقوق الأولاد والأهلين، ر: ٨٧٠٠، ٦/ ٢٩١٠.

(۵) "تحسینِ خطابت ۲۰۲۰ء" بڑوں کا ادب واحترام اور تربیتِ اولاد، ۱/۹۱۔

رشتہ داروں کے ساتھ مالی تعاوُن کی تلقین

حضراتِ ذی وقار! رشتہ داروں کے حقوق میں محض ان سے صلہ رحمی، حُسنِ سُلوک اور اظہارِ ہمدردی کافی نہیں، بلکہ وقتِ ضرورت ان کی حاجت رَوائی، خبرگیری، اور حسبِ استطاعت مالی تعاوُن بھی ہماری ذمّہ داری ہے، قرآنِ کریم میں متعدّد مقامات پر اس کی تلقین آئی ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِی الرِّقَابِ﴾[۱] "اور اللہ کی محبت میں اپنا عزیز مال دے، رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، اور سائلوں کو"۔

صدَقات وخیرات کے ذریعے رشتہ داروں کی مدد اُن کا حق ہے

عزیزانِ مَن! رشتہ داروں کے ساتھ مالی تعاوُن اور صدَقات وخیرات کے ذریعے مدد اُن کا حق ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۫ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾[۲] "تو رشتہ دار، مسکین اور مسافر کو اس کا حق دو، یہ بہتر ہے اُن کے لیے جو اللہ کی رضا چاہتے ہیں، اور انہی کا کام بنا" یعنی وہ فلاح پانے والے ہیں!۔

صدَقات وخیرات میں رشتہ داروں کو مقدّم رکھنے کا حکم ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿يَسْئَلُوْنَكَ مَا ذَا يُنْفِقُوْنَ ؕ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ﴾[۳] "تم سے پُوچھتے ہیں کیا خرچ کریں؟ تم فرماؤ: جو کچھ مال نیکی میں خرچ کرو، تو

---

(۱) پ۲، البقرة: ۱۷۷.
(۲) پ۲۱، الرُوم: ۳۸.
(۳) پ۲، البقرة: ۲۱۵.

وہ ماں باپ، قریب کے رشتہ داروں، یتیموں، محتاجوں اور راہ گیر کے لیے ہے، اور جو تم بھلائی کرو یقیناً اللہ اُسے جانتا ہے!"۔

ایک اَور مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَ اِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى﴾[1] "یقیناً اللہ حکم فرماتا ہے انصاف، اور نیکی، اور رشتہ داروں کو دینے کا"۔

افضل ترین صدقہ

حضراتِ گرامی قدر! مخالف اور کینہ پرور رشتہ دار پر خرچ کرنا افضل ترین صدقہ ہے، حضرتِ سیّدنا ابو ایّوب انصاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «إِنَّ أَفْضَلَ الصَّدَقَةِ: الصَّدَقَةُ عَلَى ذِي الرَّحِمِ الْكَاشِحِ»[2] "بے شک سب سے افضل صدقہ وہ ہے جو کینہ پرور رشتہ دار پر کیا جائے"۔

حضرت سیّدنا سلمان بن عامر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «الصَّدَقَةُ على المسكينِ صَدَقة، وهي على ذي الرَّحِمِ ثِنْتَانِ: (١) صدقة (٢) وصِلة»[3] "کسی عام غریب کو صدقہ دینے کا ایک اجر ہے، اور رشتہ دار غریب کو صدقہ دینے کا دُگنا اَجر ہے: (۱) ایک صدقہ دینے کا (۲) اور دوسرا صلہ رحمی (رشتہ داری نبھانے) کا"۔

حضور نبئ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مُعاشی اعتبار سے کمزور اور غریب رشتہ داروں کی مدد کی تلقین فرمائی، جب حضرت سیّدنا ابو طلحہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنا باغ راہِ خدا میں صدقہ

---

(١) پ١٤، النحل: ٩٠.

(٢) "مُسند الإمام أحمد" حديث أبي أيوب الأنصاري، ر: ٢٣٥٨٩، ٩/ ١٣٨.

(٣) "سنن الترمذي" أبواب الزكاة، باب ما جاء في الصدقة على ذي القرابة، ر: ٦٥٨، صـ١٦٨.

کیا، تو رحمتِ عالمیان ﷺ نے ارشاد فرمایا: «اجْعَلْهَا فِي قَرَابَتِكَ»[1] "اسے اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کردو!"۔

خلاصۂ کلام

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! رشتہ داروں کے ساتھ نیک سُلوک اور اُن کے حقوق کی ادائیگی اجر وثواب کا سبب، جبکہ قطع تعلقی دنیا وآخرت میں نقصان ووبال کا باعث ہے، لہذا ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اپنے والدین، بہن بھائیوں سمیت تمام رشتہ داروں کے حقوق ادا کرے، اُن کے ساتھ اچھا برتاؤ بَرتے، خوش دلی سے پیش آئے، بڑوں کا ادب واحترام اور چھوٹوں کے ساتھ شفقت سے پیش آئے، قطع تعلقی نہ کرے، وہ بیمار ہوں تو اُن کی عِیادت کو جائے، انہیں کوئی مشکل درپیش ہو تو ان کی حاجت رَوائی کرے، اُن سے کوئی غلطی سرزَد ہو جائے تو درگزر کرے، انہیں مالی مسائل درپیش ہوں تو حسبِ استطاعت مالی تعاوُن کرے؛ کہ ایسا کرنا دنیا وآخرت دونوں جہاں میں فلاح و کامرانی کا سبب ہے!۔

دعا

اے اللہ! ہمیں اپنے والدین، بہن بھائیوں اور اہل وعِیال کے حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرما، ان کے ساتھ حُسنِ سُلوک اور بھلائی کرنے کی سوچ عطا فرما، غریب اور ضرورتمند بہن بھائیوں اور رشتہ داروں کی مدد کی ہمت عطا فرما، اپنے مسلمان بھائیوں کے کام آنے اور ان کی حاجت رَوائی کی توفیق عطا فرما، اپنے ذمّہ

---

(١) "صحيح مسلم" كتاب الزكاة، باب فضل النفقة والصدقة على الأقربين ...إلخ، ر: ٢٣١٦، صـ٤٠٥.

واجب الاداء تمام حقوق کی پاسداری کی سوچ عطا فرما، ادائیگی حقوق میں ہر کوتاہی سے بچا، اور حقوق العباد کے سلسلے میں جو کوتاہیاں ہو چکیں اُن کا کفّارہ ادا کرنے کی توفیق عطا فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

حقوق العباد اور ہیومن رائٹس میں فرق

(جمعۃ المبارک ۱۴ صفر المظفّر ۱۴۴۵ھ - ۲۰۲۳/۰۹/۰۱ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

آج کل ایک لفظ "ہیومن رائٹس" (Human Rights) بہت استعمال کیا جارہا ہے، زیادہ تر مسلمان اس کا ترجمہ "انسانی حقوق" بلکہ "حقوق العباد" کردیتے ہیں، یہ ایک بڑی غلطی اور کنفیوژن (Confusion) ہے، اس کنفیوژن (Confusion) کی وجہ سے مسلم مُعاشرے کو شدید ایمانی اور تہذیبی خطرات درپیش ہیں، لہذا بحیثیت مسلمان ہمارے لیے یہ جاننا انتہائی ضروری ہے، کہ کیا واقعی "ہیومن رائٹس" (Human Rights) اور "حقوق العباد" سے ایک ہی چیز مراد ہے؟ یا دونوں میں باہم فرق ہے؟!

ہیومن رائٹس کا تاریخی پسِ منظر

ہیومن رائٹس (Human Rights) ایک مغربی اِصطلاح (Western Term) ہے، جو اپنا ایک خاص عقیدہ، تاریخ، اَقدار (Values)

اور مُطالبات رکھتی ہے، اس کے تاریخی پَس منظر پر نگاہ ڈالنے سے پتہ چلتا ہے، کہ یورپ (Europe) میں عیسائی پاپائیت (Christian Papacy) نے اپنی بالادستی اور مَفادات کی غرض سے باقاعدہ ایک نظام بنایا ہوا تھا، پاپائیت (Papacy) نے بادشاہت اور جاگیردارانہ نظام (Feudal System) کو اپنے مَفادات کے لیے استعمال کیا۔

مزید یہ کہ مغرب (West) نے صدیوں تک اس صورتحال میں وقت گزارا کہ عام آبادی، بادشاہت اور جاگیردارانہ نظام کے مَظالم کی چکی میں پستی رہی، معصوم سمجھے جانے والے پوپ (Pope)، بشپ (Bishop) اور دیگر مذہبی قائدین کے قول وفعل کے تضادات، اور سیاسی اور مالی کرپشن (Political And Financial Corruption) نے لوگوں میں ایک نفرت اور بغاوَت کو جنم دیا، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ پندرہویں صدی عیسویں میں لوگوں نے مذہب (عیسائیت) سے بغاوَت کردی، اور فلسفے کو مذہب کے متبادِل کے طَور دیکھنے لگے، لہذا ایسی صورتحال میں ایسے فلسفیوں کو خُوب پذیرائی ملی جو مذہب کے غلبے کو ختم کرنا چاہتے تھے، اور مذہب کو ذاتی زندگی تک محدود کرکے مُعاشرے اور اجتماعی زندگی کے تمام شُعبوں، سیاست، معیشت (Economy) اور تعلیم وغیرہ سے باہر نکالنے کا مُطالبہ کر رہے تھے۔ ہیومن رائٹس (Human Rights) کا تعلق بھی اسی قسم کے ایک فلسفہ "ہیومن اِزم" (Humanism) سے ہے[۱]۔

---

(۱) "فریڈم ایکویلٹی اینڈ ہیومن رائٹس" ہیومن اِزم کیا ہے؟ ص۶۷۔

ہیومن اِزم کسے کہتے ہیں؟

مذہب میں کائنات کا مرکز، اللہ تعالی کی ذات کو تسلیم کیا جاتا ہے، اور ہر چیز کو خالقِ کائنات کے اَحکام کے پیمانے پر پرکھا جاتا ہے، لیکن ہیومن اِزم (Humanism) نے کائنات کا مرکز، محوَر اور میزان "انسان" کو قرار دے دیا، اور خدا کا مقام ومرتبہ بھی انسان کو دے دیا، لہذا آسان اور مختصر لفظوں میں آپ یوں سمجھ سکتے ہیں، کہ انسان کو کائنات کا محوَر ومرکز قرار دینا، یا انسان وانسانیت پر ایمان لانا ہیومن اِزم (Humanism) ہے۔

"انسائیکلو پیڈیا آف فلاسفی" (Encyclopedia of Philosophy) کے مطابق "ہیومن اِزم (Humanism) وہ فلسفہ اور ادبی تحریک ہے، جو چَودہویں صدی کے نصف میں اٹلی (Italy) سے شروع ہوئی، اور وہاں سے یُورپ (Europe) کے دیگر ممالک میں پھیل گئی"[1]۔

علاوہ ازیں ہیومن اِزم (Humanism) ہر اُس فلسفہ کو بھی کہتے ہیں "جو انسانی قدر یا عزّت کو تسلیم کرے، اور اسے تمام چیزوں کا میزان قرار دے، یا جو صرف انسانی طبیعت کو اپنی فکر کی حد یا دائرۂ کار کی حیثیت سے لے"[2]۔

ہیومن اِزم کا بنیادی عقیدہ

ہیومن اِزم (Humanism) کا بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ "انسان کے سِوا کوئی معبود نہیں" اور اس کا معنی ومفہوم یہ ہے کہ انسان اپنی ذات اور اس کائنات کا

---

(۱) ایضًا۔

(۲) ایضًا۔

خالق ہے، نیز خیر و شَر کا تعیّن ارادۂ انسانی کے اظہار کے علاوہ کچھ نہیں، لیکن انسان اُصولاً آزاد ہونے کے باوُجود عملاً آزاد نہیں ہے؛ کیونکہ اس کی آزادی کو مادّی ومُعاشرتی قوتیں محدود کرتی ہیں، لہذا انسان (معاذاللہ) اپنی اُلوہیت (خُدائی) منوانے، اور آزادی حاصل کرنے کے لیے مستقل جدوجہد کرنے پر مجبور ہے[۱]۔

حالانکہ ہیومن اِزم (Humanism) کے ماننے والوں کا یہ عقیدہ سراسر کفر پر مبنی ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿ اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَ اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّ خَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَ قَلْبِهٖ وَ جَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةًؕ فَمَنْ یَّهْدِیْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴾[۲] "بھلا دیکھو تو وہ جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا ٹھہرا لیا (یعنی اپنی خواہش کا تابع ہوگیا، اور جسے نفس نے چاہا پُوجنے لگا) اور اللہ نے اُسے باوصف علم (یعنی حق کی پہچان کے باوُجود) گمراہ کیا، اور اُس کے کان اور دل پر مُہر لگا دی، اور اُس کی آنکھوں پر پردہ ڈالا، تو اللہ کے بعد اُسے کون راہ دکھائے ؟! تو کیا تم دھیان (غور وفکر) نہیں کرتے ؟!"۔

لفظ "ہیومن" کی تاریخ اور استعمال

انگریزی میں انسانیت کو پہلے "مین کائینڈ" (Mankind) کہا جاتا تھا، انسان کے لیے "ہیومن بینگ" (Human Being) کا لفظ پہلی بار کب استعمال ہوا؟ یہ بات یقینی طَور پر بیان کرنا مشکل ہے، البتہ یہ بات واضح ہے کہ انگریزی میں لفظ "ہیومن" (Human) کا استعمال سترہویں صدی سے ہو رہا ہے[۳]۔

---

(۱) ایضًا، ایکویلٹی، صـ۶۲، ملخصًا۔
(۲) پ ۲۵، الجاثیة: ۲۳.
(۳) "ہیومن کون ہے ؟ ہیومن اِزم کی بنیادیں کیا ہیں ؟" آن لائن آرٹیکل، ملخصًا۔

مغربی اِصطلاح میں لفظ "ہیومن" کا معنی و مفہوم

ہیومن رائٹس (Human Rights) کا ترجمہ "انسانی حقوق" درست نہیں؛ کیونکہ لفظ "ہیومن" (Human) مغربی فلسفہ وفکر میں ایک خاص مقام رکھتا ہے، لہذا ظاہر ہے کہ اس کا ترجمہ "انسان" کرکے اسے نہیں سمجھا جا سکتا۔ مغربی مفکرین نے اوّلاً مذہب کو زندگی کے ہر شُعبے اور سطح سے خارج کیا، اس کے بعد انسان کو ہر چیز اور عمل کا میزان ٹھہرایا، نیز انسان کو اللہ کا بندہ ہونے کے بجائے ایک ایسے آزاد فرد کے طَور پر متعارف کرایا، جو خیر و شَر کے تعیّن اور تحدید (حدبندی) میں بذاتِ خود، نہ صرف ایک پیمانہ اور اتھارٹی (Authority) ہے، بلکہ مغربی مفکروں اور فلسفیوں کے نزدیک ہر شک و شبہ سے بالاتر ہے[۱]۔

ہیومن رائٹس کی اَقسام

سرمایہ داری نظام (Capitalism) کے تحت چلنے والی ریاست، اُصولی آزادی کے فَروغ کے لیے جو ذرائع فراہم کرتی ہے، انہیں ہیومن رائٹس (Human Rights) کہتے ہیں۔ یہ رائٹس (Rights) تمام شہریوں کو یکساں فراہم کیے جاتے ہیں، اور اس کی تین ۳ بنیادی قسمیں ہیں:

(۱) آزادئ حیات

آزادئ حیات (Freedom of Life) سے مراد یہ ہے کہ ہر شہری کا یہ حق اور فرض (مجبور) ہے، کہ اپنی زندگی آزادی اور سرمایہ میں اِضافہ کرنے میں صرف

(۱) "فریڈم ایکویلٹی اینڈ ہیومن رائٹس" انسانی حقوق کا تاریخی پس منظر، ص۶۷، ملخصًا۔

کرے، جو شخص اپنی زندگی کو سرمایہ کی بڑھوتری (اِضافہ) کے عمل میں نہیں گزارتا، ہیومن اِزم (Humanism) پر یقین رکھنے والوں کے نزدیک، وہ انسان (Human) نہیں؛ کیونکہ وہ ہیومن اِزم کے نظریہ "اُلوہیتِ انسانی" (انسان کی خُدائی) پر ایمان نہیں لایا۔

اسی بنیاد پر امریکیوں نے دو۲ کروڑ ریڈ انڈینز (Red Indians) کو سولہویں سے اُنیسویں صدی (تین سو۳۰۰ سال) تک قتل کیا، اور اس قتلِ عام کا جواز یہ پیش کیا، کہ ریڈ انڈینز (Red Indians) اور بھینسوں کا قتلِ عام جائز ہے؛ کیونکہ نہ بھینسیں ہیومن (Human) ہیں اور نہ ریڈ انڈینز (Red Indians)؛ کیونکہ دونوں نے امریکہ (United States) کی زرخیز زمینوں پر قبضہ کرکے سرمایہ میں اِضافے (Capital growth) کے عمل کو ناممکن بنا دیا ہے۔ اسی طرح مشہور امریکی فلسفی والزر (Walzer) نے افغان مجاہدین کے قتلِ عام کا جواز پیش کرتے ہوئے کہا کہ "مجاہدینِ اسلام ہیومن (Human) نہیں بلکہ وَحشی درندے ہیں، اور ترقی کے عمل میں رکاوَٹ ہیں"[۱]۔

(۲) آزادیٔ اظہارِ رائے

دوسرا ہیومن رائٹ آزادیٔ اظہارِ رائے (Freedom of Expression) ہے، لہٰذا ہر شہری کا یہ حق اور فرض ہے کہ سرمایہ کی بڑھوتری (اِضافہ) کو فروغ دینے کے لیے جو تجویز دینا چاہے دے، اور اگر وہ آزادی کو خیرِ مطلق تسلیم نہیں کرتا، اور اپنی رائے کا

---

(۱) ایضاً، ہیومن رائٹس، ص۶۳۔

اِظہار کسی اَور مقصد کے لیے کرتا ہے تو اُسے یہ حق میسّر نہیں؛ کیونکہ وہ ہیومن (Human) نہیں، اور اسی بنیاد پر یہ کہا گیا کہ "مسلمانوں کو آزادانہ اظہارِ رائے کا حق نہیں دینا چاہیے؛ کیونکہ وہ عیسائیوں کی طرح حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کو اللہ کا بیٹا نہیں مانتے، لہذا "اُلوہیتِ انسانی" (انسان کی خُدائی) کے منکِر ہیں[1]۔

(۳) آزادئ ملکیت

تیسرا ہیومن رائٹ آزادئ ملکیت (Right to Property) ہے، ہر شہری کا یہ حق اور فرض ہے کہ وہ اپنی اَملاک سرمایہ داری نظام (Capitalism System) کے سپرد کر دے، اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو اُس پر رزق کے دروازے بند کر دیے جائیں گے، اور حُصولِ دَولت ناممکن بنا دیا جائے گا[2]۔

انسان کی آزادی کا مفہوم اور ہیومن رائٹس کا بنیادی مقصد

ہیومن رائٹس کا بنیادی مقصد خالقِ کائنات سے بغاوَت ہے، یہی وجہ ہے کہ مغربی فلسفیوں کا سارا زور آزادئ فکر اور آزادئ مذہب پر ہے، ان کے نزدیک انسان کی آزادی کا مفہوم یہ ہے، کہ وہ کسی اَن دیکھی ہستی (یعنی اللہ تعالی) کا عبد (بندہ) نہیں، اس کی عقل ہی اس کے لیے واحد اتھارٹی (Authority) ہے، لہذا انسانی عقل ہی اس بات کا فیصلہ کرے گی کہ خیر کیا ہے اور شَر کیا ہے! (معاذاللہ) کسی خارجی ذریعے یا خارج اَز عقل ہستی (یعنی اللہ تعالی) کو خیر وشَر کے تعیین کا حق حاصل نہیں، اور اس معنی میں تمام انسان برابر ہیں کہ ہر فرد اپنی عقل کی بنیاد پر اپنی زندگی گزار سکتا

---

(۱) ایضًا، آزادئ اظہارِ رائے، صـ۶۳۔
(۲) ایضًا، آزادئ ملکیت، صـ۶۳۔

ہے، اور جو مذہب چاہے اپنا سکتا ہے، آج مسلمان ہے تو کل عیسائی ہو سکتا ہے، اور اگر مذہب خواہشاتِ نفس کی تکمیل میں رکاوَٹ ہو، تو ہر مذہب سے لاتعلق بھی ہو سکتا ہے[1]۔ یعنی اپنے نفس اور شیطان کا پُجاری بن جائے!۔

حقوق العباد اور ہیومن رائٹس میں چند بنیادی فرق

حقوق العباد اور ہیومن رائٹس (Human Rights) میں متعدّد بنیادی فرق ہیں، جن میں سے چند حسبِ ذیل ہیں:

(۱) ہیومن اِزم (Humanism) کسی کو خالق کو نہیں مانتا، نہ انسان کو اللہ تعالی کی مخلوق تسلیم کرتا ہے۔ جبکہ اسلامی تعلیمات کے مطابق اللہ تعالی اس کائنات کا واحد خالق ومالک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور تمام انسان اللہ کے بندے اور مخلوق ہیں۔

(۲) ہیومن رائٹس (Human Rights) کے مطابق انسان آزاد ہے، وہ کسی خدا کا محتاج اور پابند نہیں۔ جبکہ اسلامی تعلیمات اور حقوق العباد کے مطابق انسان اللہ کا بندہ، محتاج اور پابند ہے۔

(۳) ہیومن رائٹس (Human Rights) کے مطابق انسان کو یہ حقوق خود بخود حاصل ہیں، اُسے کسی نے نہیں دیے، اور نہ انہیں اس سے کوئی چھین سکتا ہے۔ جبکہ دینِ اسلام میں فرائض اور ذمّہ داری کی بڑی اہمیت ہے، اور ہر ذمّہ داری کسی دوسرے کا حق ہے، لہذا حقوق العباد اَحکامِ شریعت کا اہم حصّہ ہیں، اور ان کی ادائیگی ہر مسلمان پر فرض ولازم ہے۔

---

(۱) ایضًا، انسانی حقوق کا مقصد خدا سے بغاوَت ہے، ص۲۷، ملخصًا۔

(۴) ہیومن رائٹس (Human Rights) کی اِصطلاح سب سے پہلے ۱۶۲۹ء میں استعمال کی گئی۔ جبکہ دینِ اسلام تقریبًا ساڑھے چَودہ سو سال پہلے، حقوق العباد کو بڑی تفصیل اور گہرائی سے بیان کر چکا۔

(۵) ہیومن رائٹس (Human Rights) لادِین نظام کو مُعاشرے پر نافذ کرتا ہے۔ جبکہ حقوق العباد اسلامی تعلیمات کو مُعاشرے پر نافذ کرتے ہیں۔

(۶) ہیومن رائٹس (Human Rights) سے متعلق مغربی ممالک (Western Countries) کا پیش کردہ تصوُر اور قوانین انتہائی ناقص، فرسُودہ، غیر مَربوط، خود ساختہ اور خواہشاتِ نفس کی ترجمانی پر مبنی ہیں۔ جبکہ دینِ اسلام میں بیان کیے گئے حقوق العباد، تمام تر شعبہ ہائے زندگی کا اِحاطہ کرتے ہیں، نیز اُن کا منبع ومصدر (Source) قرآن وسنّت اور ارادۂ خداوندی ہے[1]۔

حقوق العباد اور ہیومن رائٹس (Human Rights) میں پائے جانے والے اس بنیادی فرق کو سمجھنے کے لیے بطور مثال کچھ دیر کے لیے فرض کیجیے، کہ اگر ایک دُستوری جُمہوری ریاست (Constitutional Democratic State) کے دو ۲ مرد آپس میں میاں بیوی بن کر رہنا چاہیں، تو کیا انہیں ایسا کرنے کا "حق" ہے یا نہیں؟ اگر اس سوال کا جواب کسی مسلمان عالمِ دین سے پُوچھا جائے تو اُس کا جواب یہ ہوگا کہ "قرآن وسنّت میں اس کی ممانعت ہے، لہٰذا کسی بھی فرد کو ایسا کرنے کا "حق" حاصل نہیں ہے"۔

جبکہ اس کے بَرعکس وہ شخص جو ہیومن اِزم (Humanism) پر یقین رکھتا ہے، اور ہیومن رائٹس (Human Rights) کو اعلیٰ ترین قانون مانتا ہے،

---

(۱) "بنیادی حقوق کا منشور بطور سِول ریلجن" صـ۱۲۴- ۱۲۶، ملخصًا۔

اس کا جواب اور مَوقِف یہ ہو گا کہ "ہر شخص کا یہ بنیادی حق ہے کہ وہ اپنی خوشی کا سامان اپنی مرضی کے مطابق جیسے چاہے مہیا کرلے، لہٰذا اگر دو ۲ مرد آپس میں شادی کرکے اپنی خواہش پوری کرنا چاہتے ہیں، تو انہیں ایسا کرنے کا پورا حق حاصل ہے"۔

یہی وہ دلیل ہے جس کی بنیاد پر مغربی دنیا (Western world) میں ہم جنس پرستی (Homosexuality)، باہم رضامندی سے زِنا اور لڑکوں کے ساتھ بدفعلی وغیرہ کو قانونی جواز فراہم کیا گیا ہے، جبکہ قانونِ فطرت اور اَحکامِ خداوندی کو یکسر فراموش ونظرانداز کردیا گیا ہے[۱]۔

اس سلسلے میں اقوامِ متحدہ (United Nations) سب سے زیادہ متحرک ہے، اُس نے اپنی ایل جی بی ٹی (LGBT) کی ویب سائٹ (website) پر ہم جنس پرستی (Homosexuality)، اور ٹرانس جینڈرز (Transgenders) کو قانونی تحفظ فراہم کرنے، اور ہوَس کے مارے نفسیاتی بیماروں کو دنیا بھر میں جنسی آزادی (بدکاری کی اجازت) دینے کے لیے، ہیومن رائٹس (Human Rights) کے پہلے سیکشن (Section) کو استعمال کیا ہے، اور بذاتِ خود اس شِق کی تشریح کی ہے جو انتہائی مذموم اَمر اور جانبدارانہ عمل ہے۔

لہٰذا بحیثیت مسلمان ہم ایسے ہیومن رائٹس (Human Rights) کو کسی طَور پر تسلیم نہیں کرتے، جو ہماری شریعت اور مذہبی تعلیمات سے متصادِم ہوں، نیز اَقوامِ متحدہ کے اس عمل کی شدید مذمّت کرتے ہیں، اور یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اپنی ویب سائٹ (website) سے فَوری طَور پر ہیومن رائٹس کی اس شِق کو ہٹائے!!۔

---

(۱) "اسلام اور ہیومن رائٹس" آن لائن آرٹیکل ۲۶ فروری ۲۰۱۵ء، ملخصًا۔

دینِ اسلام میں حقوق العباد کی اہمیت

دینِ اسلام میں حقوق العباد (بندوں کے حقوق) کو بڑی اہمیت حاصل ہے، آج سے تقریبًا ساڑھے چودہ سو سال قبل، جس وقت یورپ جہالت کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں ڈُوبا ہوا تھا، اور ہیومن رائٹس (Human Rights) کی نام نہاد این جی اوز (NGOs) یا اقوامِ متحدہ (United Nations) نامی کسی بینَ الاَقوامی ادارے کا کوئی وُجود بھی نہیں تھا، دینِ اسلام اُس وقت بھی دنیا کو انسانیت کا درس دے رہا تھا، اور ماں باپ، زَوجہ، اولاد، بہن بھائیوں، رشتہ داروں، ہمسایوں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، حاجت مندوں، قَیدیوں اور ذِمّیوں (غیر مسلم رِعایا) وغیرہ سمیت مُعاشرے میں بسنے والے ہر ہر فرد کے حقوق بیان کرتا آرہا تھا!۔

آج مغربی ممالک (Western Countries) ہیومن رائٹس (Human Rights) کا راگ اَلاپتے نہیں تھکتے، اگر تاریخی حقائق پر نظر دَوڑائی جائے تو آپ کو یہ جان کر شدید حیرت ہوگی، کہ ۱۶۲۹ عیسوی سے قبل، ہیومن رائٹس کے تحفُّظ کے نام، (Western Countries) پر اُن کے ہاں کوئی قانون سِرے سے تھا ہی نہیں! جبکہ اُس وقت مُعاشرتی، مذہبی اور سیاسی حقوق بیان کرتے، اور عملی طَور پر ان کا نفاذ کرتے ہوئے، دینِ اسلام کو صدیاں بیت چکی تھیں!!۔

حقوق العباد کی ادائیگی میں کوتاہی برتنے کے نقصانات

"کسی بھی صالح مُعاشرے کی بقا، اور اَخلاقی اَقدار کے ساتھ اسے قائم دائم رکھنے کے لیے، حقوق العباد (بندوں کے حقوق) کا تحفُّظ ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے؛ کیونکہ اگر مُعاشرے میں بسنے والے افراد کے حقوق کا، اسلامی تعلیمات

کے مطابق خیال نہ رکھا جائے، تو سارا مُعاشرہ ظلم، تشدُد، جرائم، لاقانونیت اور بے راہ رَوی کا شکار ہو جاتا ہے، اور نتیجۃً قتل وغارتگری، ڈاکہ زَنی، سُود خوری، جُوابازی، چوری چکاری، بداَخلاقی اور ناانصافی جیسے جرائم کی شرح انتہاء درجے تک بڑھ جاتی ہے، گرد و پیش کا ماحَول خراب ہو جاتا ہے، لڑائی جھگڑوں کے واقعات عام ہو جاتے ہیں، اور مُعاشرے کا امن وسُکون تباہ وبرباد ہو کر رہ جاتا ہے، لہذا ہر شخص پر لازم ہے کہ دوسروں کے حقوق کا خیال رکھے، ان کی مکمل پاسداری کرے، اور ان کی ادائیگی میں کوتاہی ہرگز نہ برتے!"[1]۔

کیا حقوق العباد اور ہیومن رائٹس ہم پلّہ ہیں؟

ہیومن رائٹس (Human Rights) کا موجودہ تصوُر، مغربی ممالک (Western Countries) کی سیکولر طاقتوں (Secular Powers) کے لیے ایک نظریے کا درجہ رکھتا ہے، مگر وہ لوگ انتہائی چالاکی کا مُظاہرہ کرتے ہوئے اسے اپنا غیر جانبدارانہ طرزِ عمل (Neutral Position) قرار دیتے ہیں۔ ہیومن رائٹس سے متعلق اس نظریے کی تمام تر تفصیلات، اور کسی بھی فرد کے لیے خیر وشَر کا معیار انسانوں کا اپنا بنایا ہوا ہے، اور اس سلسلے میں ان کے بعض قوانین یا ہیومن رائٹس، اگر مذہبی تعلیمات سے متصادِم ہوں، تو یہ اس کی بھی مطلقًا پرواہ نہیں کرتے؛ کیونکہ ان کے نزدیک مذہب کی حیثیت ثانوی (دوسرے درجہ کی) ہے، جبکہ ہیومن اِزم (Humanism) کو مذہب سمیت ہر چیز پر فَوقیت دیتے ہیں۔

(۱) "تحسینِ خطابت ۲۰۲۱ء" دسمبر، عالمی منشور برائے انسانی حقوق اور اسلامی تعلیمات، ۲/۳۴۱۔

لہٰذا مسلم مفکرین میں سے جو لوگ ہیومن رائٹس (Human Rights) اور "حقوق العباد" کو ہم معنی سمجھتے ہیں، وہ سخت غَلَطی پر ہیں، اور اس غَلَطی کی فَوری اِصلاح انتہائی ضروری اور وقت کا بڑا تقاضا ہے! نیز آپ خود ہی غَور کر سکتے ہیں کہ کہاں انسانی خواہشات پر مبنی، اور اس کی ترجمانی کرتے مَن گھڑت ہیومن رائٹس (Human Rights)، اور کہاں خالقِ کائنات اور اس کے رسول ﷺ کے بیان کردہ حقوق العباد!! لہٰذا حقوق العباد اور ہیومن رائٹس کو ہم پلّہ سمجھنا کسی طَور پر دُرست نہیں!!۔

عالَمی منشور برائے ہیومن رائٹس میں پائی جانے والی چند خامیاں

اقوامِ متحدہ کے عالَمی منشور برائے ہیومن رائٹس میں متعدّد خلافِ شریعت اور غیر اَخلاقی شِقیں پائی جاتی ہیں، جن کے باعث مُعاشرے کی ایک اچھی خاصی تعداد متاثِر ہورہی ہے، اُن کی حق تلفی ہورہی ہے، اس سلسلے میں چند مثالیں حسبِ ذیل ہیں:

مرد و عورت کے مابین نعرۂ مُساوات کی حقیقت

اَقوامِ متحدہ کا عالَمی منشور برائے ہیومن رائٹس، مجموعی طَور پر تیس ۳۰ دفعات (Sections) پر مشتمل ہے، جس کے سیکشن سولہ (Section 16) میں مرد و عورت کے لیے اِزدواجی زندگی کے مُساوی حقوق کا ذکر کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ "بالغ مَردوں اور عورتوں کو بغیر کسی ایسی پابندی کے، جو نسل، قَومیت یا مذہب کی بناء پر لگائی جائے، شادی بیاہ کرنے اور گھر بسانے کا حق ہے، مَردوں اور عورتوں کو نکاح، اِزدواجی زندگی اور نکاح کو فسخ کرنے کے مُعاملہ میں برابر کے حقوق حاصل ہیں"[1]۔

---

(۱) "انسانی حقوق کا عالمی منشور (اردو ترجمہ)" دفعہ ۱۶، ص۷۔

عالَمی منشور برائے ہیومن رائٹس کی مذکورہ بالا دفعہ (Section) قرآن وسنّت سے واضح طَور پر متصادِم، اور اِلحاد وگمراہی پر مشتمل ہے، اس سیکشن (Section) میں پوشیدہ اور خلافِ شریعت اَمر یہ ہے، کہ کسی بھی مرد یا عورت کو اپنے ہم جنس (یعنی مَرد کو مَرد، اور عورت کو عورت) سے نکاح کرنے کے لیے ہر طرح کی آزادی حاصل ہے، نیز نکاح کے لیے زَوجَین (میاں بیوی) کا ہم مذہب ہونا ضروری نہیں، اگر کوئی مسلمان، عیسائی، یہودی، سکھ، ہندو یا قادیانیت سے تعلق رکھنے والی عورت یا مرد سے شادی کرنا چاہے، تو خود ساختہ ہیومن رائٹس (Human Rights) کی رُو سے، اُسے اس بات کی مکمل آزادی اور قانونی تحفُّظ حاصل ہے!۔

مغربی ممالک کا خاندانی نظام تباہی کے دہانے پر

اَقوامِ متحدہ کے نام نہاد عالَمی منشور برائے ہیومن رائٹس (Human Rights) میں عورت کو مرد کے مُساوی حقوق دینے کی بات ضرور کی گئی ہے، لیکن اس کے باوُجود ہم دیکھتے ہیں کہ مغربی خواتین (Western women) کس قدر مظلوم ہیں، مُساوی حقوق کا دِل رُبا جھانسہ دے کر، اُن پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جارہے ہیں! ان سے دن رات کام اور محنت ومشقّت کرائی جارہی ہے! انہیں نہ کھانے پینے کا ہوش ہے، نہ پہننے اُوڑھنے کا! ان مظلوم یورپی خواتین کے پاس اتنا وقت ہی نہیں کہ وہ بے چاریاں سُکون سے بیٹھ کر، کچھ وقت اپنے بال بچوں کے ساتھ گزار سکیں! یا اپنے گھربار پر توجہ دے سکیں! جبکہ حقوقِ نِسواں (Women's Rights) کی اس غیر فطری وغیر مُساویانہ تقسیم کا ایک بہت بڑا نقصان یہ بھی ہوا، کہ مغرب (West) کا خاندانی نظام (Family System) تباہ وبرباد ہوکر رہ گیا! اور

اب مغرب (West) ہمارے خاندانی نظام کا بھی یہی حال کرنا چاہتا ہے، یہی وجہ ہے کہ آج ہماری مسلمان خواتین کو بھی حقوقِ نِسواں (Women's Rights) کا بدبودار چُورن بیچ کر، بے وقوف بنانے کی کوشش کی جارہی ہے!![1]۔

مزدُوروں کی حق تلفی اور لیبر ڈے

عالَمی منشور برائے ہیومن رائٹس کا سیکشن تیئس (Section 23) مزدوروں کے حقوق سے متعلق ہے، اس سیکشن (Section) کی تیسری شِق (Third Clause) میں واضح طَور پر مذکور ہے کہ "ہر شخص جو کام کاج کرتا ہے، وہ مناسب ومعقول مُشاہرے (Salary) کا حق رکھتا ہے، جو خود اس کے اور اس کے اہل وعِیال کے لیے باعزّت زندگی کا ضامِن ہو، اور جس میں اگر ضروری ہو تو مُعاشرتی تحفُّظ کے دوسرے ذریعوں سے اِضافہ بھی کیا جاسکے "[2]۔

پڑھنے سننے کی حد تک تو یہ شِق بڑی بھلی معلوم ہوتی ہے، لیکن پاکستان سمیت ہیومن رائٹس (Human Rights) کے دیگر علمبردار ممالک میں، عملی طَور پر صورتحال بڑی خستہ ہے، دنیا بھر میں مزدُوروں، محنت کشوں اور مُلازموں کی کھلے عام حق تلفی کی جارہی ہے، انہیں اپنے قابو میں رکھنے کے لیے ان کے ماہانہ مُشاہرے (Monthly Salary) اور روزانہ کی بنیاد پر ملنے والی اُجرت کنٹرول کی جاتی ہے، اور مُنافقت کی انتہاء یہ کہ "اقوامِ متحدہ کے تحت تمام ممالک ہر سال یکم مئی کو "لیبر ڈے" (Labor Day) کے طَور پر مناتے ہیں، فائیو اسٹار (Five Star) ہوٹلوں میں،

---

(۱) "تحسینِ خطابت ۲۰۲۱ء" دسمبر، عالمی منشور برائے انسانی حقوق اور اسلامی تعلیمات، ۲/۷/۳۴۔

(۲) "انسانی حقوق کا عالمی منشور (اردو ترجمہ)" دفعہ ۲۳، ص۹۔

مزدور طبقہ کے حق میں بڑی بڑی کانفرنسز (Conferences) کا انعقاد کرتے ہیں، لیکن مزدوروں کو اُن کا حق دلانے کے لیے عملی طَور پر کچھ نہیں کرتے۔

طُرفہ تماشہ یہ کہ ان کانفرنسز میں کسی غریب مزدور کا داخلہ تک ممنوع ہوتا ہے، اور ستم بالائے ستم یہ کہ دنیا بھر میں نِت نئے انداز، اور مختلف طریقوں سے مزدوروں کی حق تلفی کی جارہی ہے، ان سے دن رات کام لیا جاتا ہے، اُجرت کم دی جاتی ہے، وقتاً فوقتاً ان کے ساتھ مار پیٹ کی خبریں بھی سنائی دیتی ہیں، اس کے باوُجود ہیومن اِزم (Humanism) پر یقین رکھنے والوں نے اپنے منشور کے مطابق، مزدوروں کو اُن کا حق دلانے کے لیے، عملی طور پر نہ کچھ کیا نہ وہ اس قابل ہیں!۔

جبکہ اس کے برعکس دینِ اسلام نے اپنے ماننے والوں کو مزدوروں کے حقوق سے، نہ صرف آگاہ فرمایا بلکہ ان کے حقوق ادا کرنے کی بھی سختی سے تاکید فرمائی، نیز ان اَحکام کی نافرمانی کرنے والوں کے لیے سخت ترین سزائیں بھی مقرّر کیں!۔

حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، تاجدارِ ختمِ نبوّت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «قَالَ اللهُ تَعَالَى: ثَلَاثَةٌ أَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: (١) رَجُلٌ أَعْطَى بِيْ ثُمَّ غَدَرَ، (٢) وَرَجُلٌ بَاعَ حُرّاً فَأَكَلَ ثَمَنَه، (٣) وَرَجُلٌ اسْتَأْجَرَ أَجِيْراً فَاسْتَوْفَى مِنْهُ وَلَمْ يُعْطِهِ أَجْرَه»[1] "اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن میں تین ۳ قسم کے لوگوں کا مخالف ہوں گا: (ا) ایک وہ جس نے میرا نام لے کر کسی سے عہد کیا، پھر اسے توڑ دیا، (۲) دوسرا وہ

(١) "صحيح البخاري" باب إثم من منع أجر الأجير، ر: ٢٢٧٠، صـ٣٦١، ٣٦٢.

جس نے کسی آزاد کو غلام بنا کر بیچا، اور اس کی قیمت کھالی (۳) اور تیسرا وہ جس نے کسی کو اپنے ہاں مزدوری پر رکھا، اس سے پورا کام لیا مگر اُجرت نہیں دی"[۱]۔

آزادئ فکر، آزادئ ضمیر اور آزادئ مذہب سے متعلق مغربی طرزِ عمل

عالمی منشور برائے ہیومن رائٹس (Human Rights) کا سیکشن اٹھارہ (Section 18) انسان کی شخصی، فکری اور مذہبی آزادی سے متعلق ہے، اس سیکشن (Section) میں مذکور ہے کہ "ہر انسان کو آزادئ فکر، آزادئ ضمیر اور آزادئ مذہب کا پورا حق حاصل ہے"[۲]۔

اس سیکشن (Section) کا ظاہری مفہوم تو یہ ہے، کہ ہر انسان اپنی مرضی سے مذہب اختیار کرنے، عقائد و نظریات اپنانے، اور اُن کا اظہار کرنے میں آزاد ہے، وہ اپنے مذہب کے مطابق مندر، چرچ، گُردوارہ اور مسجد میں سے جہاں جانا چاہے جاسکتا ہے، اسے کوئی روک ٹوک نہیں ہوگی، لیکن مسلمانوں کے بارے میں مغربی ممالک کا طرزِ عمل اس سیکشن (Section) کے برعکس ہے، بعض ممالک میں مسلمانوں کو مکمل آزادانہ مذہبی ماحول میسّر نہیں، دَورانِ عبادت ان پر حملے کیے جاتے ہیں، ان کی عبادت گاہوں اور مدارس کی توہین کی جاتی ہیں، انہیں دہشتگردی اور انتہاء پسندی کے اَڈّے قرار دیا جاتا ہے۔

اسی طرح سیکولر طاقتیں (Secular Forces) مسلمانوں میں مذہبی انتشار پیدا کر رہی ہیں، اِلحاد وگمراہی پر مشتمل لٹریچر (Literature) عام کر رہی ہیں،

---

(۱) "تحسین خطابت ۲۰۲۱ء" دسمبر، عالمی منشور برائے انسانی حقوق اور اسلامی تعلیمات، ۲/۳۴۹، ۳۵۰۔

(۲) "انسانی حقوق کا عالمی منشور (اردو ترجمہ)" دفعہ ۱۸، ص۸۔

انہیں اسلام سے بدظن کرنے کے لیے اسلامی تعلیمات کو فرسُودہ قرار دے رہی ہیں، سوشل میڈیا(Social Media) پر ان کے نبی ﷺ کے توہین آمیز خاکے بنواتی ہیں،اور مسلمانوں کی مقدّس ترین مذہبی کتاب "قرآنِ حکیم "کو حکومتی اجازت نامہ کے ساتھ، پولیس کی نگرانی میں نذرِ آتش کرواتی ہیں[۱]، جو بحیثیت مسلمان ہمارے لیے کسی طَور پر قابلِ برداشت نہیں،اور نہ ہی نام نہاد مہذّب دنیاہم سے اس بات کی توقُّع رکھے، کہ ہماری نظروں کے سامنے ہماری مقدّس کتاب "قرآنِ حکیم "کی توہین کی جائے،اور ہم خاموش تماشائی بنے رہیں!! لہٰذا اقوامِ عالَم کو مسلمانوں کے دینی مقدّسات کی اہمیت اور حسّاسیت کا اِدراک کرنا ہوگا،اور اس سلسلے میں مؤثِر قانون سازی کرنا ہوگی!!۔

آزادئ اظہارِ رائے کی آڑ میں توہینِ مذہب کا مذموم سلسلہ

اقوامِ متحدہ کے عالَمی منشور برائے ہیومن رائٹس (Human Rights) کا سیکشن اُنیس(Section 19) آزادئ اظہار رائے سے متعلق ہے،اس سیکشن میں مذکور ہے کہ "ہر شخص کو اپنی رائے رکھنے،اور اظہارِ رائے کی آزادی کا حق حاصل ہے "[۲]۔

آزادئ اظہارِ رائے کا یہ سیکشن (Section) واضح طَور پر اسلامی تعلیمات سے متصادِم ہے؛کیونکہ دینِ اسلام میں خلافِ شریعت آزادئ اظہار کی مُمانعت ہے، اور یہ ممانعت صرف مسلمانوں کے لیے نہیں، بلکہ دنیا بھر میں بسنے والے تمام انسانوں کے لیے ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ

(۱) "روز نامہ ایکسپریس" قرآن پاک کی بے حرمتی کے واقعات، ڈیجیٹل ایڈیشن ٦ اگست ۲۰۲۳ء۔ "دنیانیوز" ڈنمارک: عراقی سفارت خانے کے باہر قرآن کی بے حرمتی کا ایک اَور واقعہ،ڈیجیٹل ایڈیشن ۲۵ جولائی ۲۰۲۳ء۔

(۲)"انسانی حقوق کا عالمی منشور(اردو ترجمہ)"دفعہ ۱۹، ص۸۔

عَتِيدٌ﴾[۱] "انسان منہ سے جو بھی بات نکالتا ہے، اس کے پاس ایک مُحافِظ (فرشتہ لکھنے کو) تیار بیٹھا ہوتا ہے"۔

ایک اَور مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَنْ يُتْرَكَ سُدًى﴾[۲] "کیا آدمی اس گھمنڈ میں ہے کہ آزاد چھوڑ دیا جائے گا" یعنی اگر انسان کا خیال یہ ہے کہ مرنے کے بعد اُسے دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا، اس کے عقائد، نظریات اور اعمال کا حساب نہیں لیا جائے گا، اور اُسے سزا نہیں دی جائے گی، تو یہ اس کی خام خیالی ہے، روزِ حشر اُسے دوبارہ زندہ بھی کیا جائے گا، اچھے بُرے اقوال وافعال کا حساب بھی ہوگا، اور اُن پر جزاء وسزا کا سلسلہ بھی ہوگا۔

جبکہ اس کے برعکس مغربی ممالک (Western Countries) سے تعلق رکھنے والے بعض انتہاء پسند عیسائی "آزادیٔ اظہارِ رائے" کی آڑ میں مسلسل، مسلمانوں کے دینی مقدّسات کی بے ادبی اور توہین کی ناپاک جسارت کرتے ہیں، اور ستم بالائے ستم یہ کہ عالَمِ اسلام کے شدید احتجاج کے باوُجود، یہ مذموم سلسلہ گزشتہ دو ۲ دہائیوں سے جاری ہے، اور اقوامِ عالَم خاموش تماشائی بنی ہوئی ہیں!!۔

اس سلسلے میں تازہ ترین واقعہ ۲۸ جون ۲۰۲۳ء کو سویڈن (Sweden) کے دار الحکومت اسٹاک ہوم (Stockholm) میں پیش آیا، جب ایک شر پسند نے "عید الاضحیٰ" کے دن، شہر کی مرکزی مسجد کے باہر مقامی عدالت کی اجازت اور پولیس کی نگرانی میں قرآنِ پاک کو نذرِ آتش کیا، اور اس دل خَراش واقعہ کو پیش آئے ابھی

---

(۱) پ۲٦، ق: ۱۸.

(۲) پ۲۹، القيامة: ۳٦.

ایک ماہ بھی نہیں گزرا تھا، کہ ۲۴ جولائی ۲۰۲۳ء کو ڈنمارک (Denmark) کے ایک اسلام مخالف گروپ نے دار الحکومت کوپن ہیگن (Copenhagen) میں عراقی سفارت خانے کے سامنے، قرآن پاک کا نسخہ نذر آتش کر کے ایک بار پھر بے حرمتی کی، اور عالَمِ اسلام کے جذبات کو مَجروح کیا![1]۔

"ظلم وزیادتی، ناانصافی، اِہانتِ مذہب، یا دینی مقدّسات کی توہین پر کسی بھی نَوعیت کا ردِ عمل، انسانی فطرت کا تقاضا ہے، لہذا مشرق ومغرب میں بسنے والی اَقوامِ عالم، اگر یہ چاہتیں ہیں کہ دنیا امن وامان اور سُکون کا گہوارہ بنی رہے، مُعاشرتی ہم آہنگی برقرار رہے، اور دنیا کا اطمنان وسُکون غارت نہ ہو، تو اس عظیم مقصد کے لیے ہمیں مذہبی رَواداری کو فروغ دینا ہوگا! ایک دوسرے کے مذہبی جذبات اور دینی مقدّسات کا لحاظ رکھنا ہوگا! رسولِ کریم ﷺ سمیت تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی عزّت وناموس کی پاسداری کرنی ہوگی! اور آزادئ اظہار رائے جیسے خود ساختہ ہیومن رائٹس (Self-Proclaimed Human Rights) کی آڑ میں، توہینِ مذہب اور توہینِ رسالت کا اِرتکاب کرنے والے ہر شخص کو، چاہے اس کا تعلق مشرق سے ہو یا مغرب سے، یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی ہوگی کہ ایک مسلمان کے لیے مصطفی جانِ رحمت ﷺ کی ذاتِ اقدس اور قرآنِ کریم کس قدر اہمیت کے حامل ہیں! ایک مسلمان کٹ مر تو سکتا ہے، لیکن قرآنِ حکیم اور اپنی جان سے پیارے نبی ﷺ کی شان میں

---

(۱) "دنیا نیوز" ڈنمارک: عراقی سفارت خانے کے باہر قرآن کی بے حرمتی کا ایک اَور واقعہ، ڈیجیٹل ایڈیشن ۲۵ جولائی ۲۰۲۳ء۔

گستاخی تو بڑی بات ہے، گستاخی کا ادنیٰ شائبہ تک برداشت نہیں کر سکتا!!(۱)۔

خلاصۂ کلام

عالَمی منشور برائے ہیومن رائٹس مکمل طَور پر مغربِی فکر وفلسفہ کی ترجمانی کرتے ہیں، مسلمانوں کے لیے ان میں کسی طَور پر خیر کا پہلو نظر نہیں آتا، یہ سراسر شر وفساد کا محوَر ومنبع ہیں؛ کیونکہ اس کی دفعات (Sections) ذاتِ باری تعالی اور قرآنِ حکیم کے انکار پر مشتمل ہیں، اور انسان کو (معاذاللہ) خود ساختہ خدا بنانے کا ذریعہ ہیں، لہذا انسانی حقوق کے نام پر مغربِی مفکرین کے دامِ فریب میں مت آئیے، ہیومن رائٹس (Human Rights) کو اسلامی حقوق العباد کے مُساوی نہ سمجھیں، اور صرف اسلامی تعلیمات پر عمل کیجیے!۔

نیز ہمارے جو مسلم مفکرین دُور کی کَڑیاں ملاتے ہوئے، اسلامی حقوق العباد اور مغربِی ہیومن رائٹس میں باہم مُطابقت دِکھانے کی کوشش کرتے ہیں، انہیں چاہیے کہ حقوق العباد اور ہیومن رائٹس میں موجود بنیادی فرق کو سمجھیں، اور خواہشاتِ نفس کی ترجمانی کرتے، خود ساختہ اور خلافِ شریعت نام نہاد ہیومن رائٹس کو، اللہ ورسول کے بیان کردہ حقوق العباد کے برابر قرار دینے کی سنگین غلطی نہ کریں!۔

دعا

اے اللہ! ہمیں فرائض وواجبات کا پابند بنا، حقوق العباد ادا کرنے کی توفیق عطا فرما، دوسروں کی حق تلفی سے بچا، حقوق العباد اور خود ساختہ ہیومن رائٹس میں بنیادی فرق

---

(۱) "تحسینِ خطابت ۲۰۲۰ء" نومبر، توہینِ رسالت اور آزادیٔ اظہارِ رائے، ۲۸۹/۲۔

کو سمجھنے اور امتیاز کرنے کی توفیق عطا فرما، اپنے والدین، اہل وعِیال، بہن بھائیوں، رشتہ داروں، ہمسایوں، ملازموں اور دیگر لوگوں سے محبت وشفقت سے پیش آنے، اور بحکمِ شریعت اُن کے حقوق ادا کرنے کا جذبہ وسوچ عطا فرما، آمین یاربّ العالمین!۔

امام احمد رضا اور سائنس

(جمعۃ المبارک ۲۱ صفر المظفّر ۱۴۴۵ھ - ۲۰۲۳/۰۹/۰۸ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

برادرانِ اسلام! امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالی علیہ کا نام کسی تعارُف کا محتاج نہیں، آپ چَودہویں صدی ہجری اور برِّصغیر کے نامور مذہبی پیشوا، معروف عالمِ دین، فقیہ، محقِّق، اور مُجدِّد ہیں، حضرت امامِ اہلِ سنّت رحمہ اللہ تعالی علیہ زندگی بھر مسلمانوں کے عقائد اور نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کے لیے کوشاں رہے، یہی وجہ ہے کہ جب بھی حضرت امام کی بارگاہ میں طبیعیات (Physics)، اَرضیات (Geology)، فلکیات (Astronomy)، علمِ توقیت (Time Keeping) اور سیاسیات (Political Science) سمیت، سائنسی عُلوم سے متعلق جتنے بھی مسائل پیش کیے گئے، امامِ اہلِ سنّت رحمہ اللہ تعالی علیہ نے ان سب پر اپنی عالمانہ رائے دینے کے لیے ہمیشہ قرآن وحدیث کو معیار بنایا، اور مغربی سائنسدانوں (Western Scientists) کی تحقیقات سے قطعًا متاثر نہ ہوئے۔

سائنس (Science) کیا ہے؟

عزیزانِ محترم! آج ہماری نَوجوان نسل مغربی سائنسی تحقیقات اور نظریات (Ideologies) پر بہت پختہ یقین رکھتی ہے، اور انہیں قرآن وحدیث کی کسوٹی پر پَرکھنا گوارہ نہیں کرتی، یا پھر اسلامی تعلیمات کو کھینچ تان کر سائنس (Science) کے مطابق بنانے کی کوشش کرتے ہیں، بحیثیت مسلمان یہ ایک انتہائی افسوسناک بات اور لمحۂ فکریہ ہے، لہذا ہمارے لیے یہ جاننا نہایت ضروری ہے کہ سائنس (Science) کسے کہتے ہیں؟ اور اس کے نظریات کی کیا حیثیت ہے؟

سائنس (Science) لاطینی زبان کے لفظ (Scientia) سے مُشتَق ہے، اس کا معنی ومفہوم "غیر جانبداری سے حقائق کا اُن کی اصلی شکل میں باقاعدہ مطالعہ کرنا، اور اپنی عقل، مُشاہَدات اور تجربات کی رَوشنی میں کسی چیز کو جاننے کا طریقہ ہے"[1]۔ اس کے نتائج کبھی بھی حتمی اور قطعی نہیں ہوتے، بلکہ یہ صرف اُس وقت تک کے حقائق ہوتے ہیں جب تک کوئی نئی دریافت (Discovery) نہ آجائے۔ سائنسدان بھی اپنے علم کی یہی تعریف کرتے ہیں، اور اسے کبھی بھی حتمی اور قطعی قرار نہیں دیتے۔ لہذا بحیثیت مسلمان سب سے پہلے اس بات کو ذہن نشین کرنا، اور اُسے ہمیشہ پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے، کہ سائنس انسانی تجربات ومُشاہَدات کا نتیجہ ہے جو کہ محدود اور غیر قطعی ہوتا ہے، اور اس (سائنس) میں ہر لمحہ خطا اور تبدیلی کے ساتھ ساتھ ترقی کا اِمکان بھی باقی رہتا ہے، جبکہ قرآن پاک اللہ تعالی کا کلام ہے،

---

(۱) "سائنس کیا ہے؟" سائنس، ۷، ملخصًا۔

قطعی ہے، اس میں کوئی شک اور کسی تبدیلی کا اِمکان نہیں، البتہ ہمارے سمجھنے اور تاویل میں غلطی کا اِمکان ضرور رہتا ہے، لہذا سائنس اور قرآن کا کوئی تقابُل یا مُوازَنہ ہو ہی نہیں سکتا، اور ایسا کرنا یقیناً بہت بڑی خطا اور گمراہی کا سبب بنتا ہے!(۱)۔

قرآنِ حکیم سائنس کی کتاب نہیں

حضراتِ گرامی قدر! قرآنِ حکیم اور کسی سائنسی تحقیق میں باہم مُماثلت محض ایک اتفاق ہے، لہذا قرآنِ حکیم اور سائنس (Science) کا باہم مُوازَنہ کرنے والوں کو یہ بات ہرگز نہیں بھولنی چاہیے، کہ قرآنِ پاک کوئی سائنسی کتاب (Scientific Book) نہیں، بلکہ وہ اللہ رب العالمین کی کتاب ہے۔ نیز قرآنِ پاک کی تعلیمات کے مُوافق کوئی سائنسی نظریہ، ممکن ہے کہ چند سالوں بعد سائنس دانوں کے نزدیک تبدیل ہوجائے، مگر قرآنِ حکیم کی تعلیمات اور اس میں بیان کردہ عقائد ونظریات حتمی ہیں، اُن میں تبدیلی کی کوئی گنجائش نہیں، لہذا اسلام کے ہر واضح اور قطعی حکم کے خلاف سائنسی نظریات کو رَدّ کر دیا جائے گا!۔

یہی وجہ ہے کہ فزکس (Physics) کے مشہور نوبل انعام یافتہ سائنسدان "البرٹ آئن سٹائن" (Albert Einstein) کا مشہور قول کہ "سائنس مذہب کے بغیر لنگڑی ہے، اور مذہب سائنس کے بغیر اندھا ہے"(۲) کُلّی طور پر ایک مسلمان کے لیے ہرگز قابلِ قبول نہیں؛ کیونکہ سائنس کی حُدود وقُیود متعیّن کرنے کے لیے مذہب کی ضرورت تو بہر صورت ہے، لیکن مذہب کو اپنی حقّانیت ثابت کرنے

---

(۱) "تحسین خطابت ۲۰۲۳ء" اپریل، مسلم دنیا اور سائنسی اَفکار ۱/۳۰۰، ۳۰۱۔
(۲) "قرآن اور جدید سائنس" آزاد دائرۃ المعارف ویکیپیڈیا۔

کے لیے سائنس کی کوئی ضرورت نہیں"[۱]۔

کارپوریٹ سائنس (Corporate Science) کا نقصان

عزیزانِ محترم! مسلمانوں نے سائنس کو اسلام کے تابع رکھتے ہوئے انسانی فلاح و بہبود، خیر و بھلائی، اور علاج مُعالجہ کے لیے استعمال کیا، یہی وجہ ہے کہ دنیا بھر میں طب (Medical) کے میدان میں مسلمان سائنسدانوں کا کوئی ثانی وہم پلّہ نہیں تھا، مسلم سائنسدان ابوالقاسم زَہراوی اَندلُس (اسپین) کے ایجاد کردہ دو سو ۲۰۰ سے زائد سرجری آلات (Surgical Instruments) اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہیں، یہ آلات یورپ سمیت آج بھی دنیا بھر میں سرجری کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں[۲]۔ آنکھ کے اندر موجود تمام رگوں اور پٹھوں کو تفصیل سے بیان کرنے والے سائنسدان "ابنِ سینا" کا تعلق بھی اسلامی دنیا سے ہے، جراثیم (Germs) اور انفیکشن (Infection) کے مابین تعلق معلوم کرکے علاج میں آسانی پیدا کرنے، اور ایتھانول (Ethanol) اور الکوحل (Alcohol) جیسی اہم اِیجادات کا کارنامہ بھی اپنے وقت کے عظیم مسلم طبیب (Muslim Doctor) اور سائنسدان ابوبکر محمد بن زکریا رازی نے انجام دیا، جبکہ مغربی ممالک (Western Countries) کے سائنسدانوں نے انسانی سہولیات کے لیے کام تو کیا، لیکن ساتھ ہی ساتھ اسلحہ و بارُود، ٹینک شکن توپوں، لیزر گنوں (Laser Guns)، ہائیڈروجن اور کلسٹر بموں (Hydrogen and Cluster Bombs)، زہریلی گیسوں، اور ایٹم بم (Atomic Bomb) جیسی تباہ کن

---

(۱) "تحسینِ خطابت ۲۰۲۱ء" ستمبر، اسلام میں سائنس کا تصوُّر اور مسلم اِیجادات، ۱۸۹/۲۔
(۲) ایضًا، ص۱۹۵، ۱۹۶۔

اِیجادات کا تحفہ بھی دیا، اور آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ انسان دشمن ان اِیجادات کی سب سے بڑی وجہ سرمایہ دارانہ نظام (Capitalism) کے تحفُّظ، بقاء اور مَفادات کے لیے کام کرنے والی کارپوریٹ سائنس (Corporate Science) ہے، جس سے خیر و بھلائی کی توقع کم، اور ضرر و نقصان زیادہ ہو رہا ہے!!۔

مغربی نظامِ تعلیم کے ذریعے لادینی اَفکار کی ترویج واِشاعت

عزیزانِ مَن! اُنیسویں صدی ہجری میں ہندوستان پر قبضے کے بعد انگریزوں نے مسلمانوں کو ہر اعتبار سے تباہ و برباد کرنے کے لیے مختلف ہتھکنڈے اپنائے، داخلی و خارجی سطح پر سازشیں رچائیں، مسلمانوں میں باہم فسادات کو ہوا دی، انہیں تفرِقہ بازی کی آگ میں جُھونکا، اسلامی مُعاشرہ میں مغربی کلچر (Western Culture) کو فَروغ دیا، جدیدیت (Modernism) کا دِل فریب نعرہ دے کر انہیں دنیا کی محبت میں مبتلا کیا، اِشتراکیت (Communism) کے نام پر ان کے دل ودماغ سے جائز وناجائز اور حلال و حرام کی تمیز ختم کی، قوم پَرستی (Nationalism) کو وفاداری اور اَوّلین ترجیح قرار دے کر مذہب کو ثانوی حیثیت میں بدل دیا، سرمایہ دارانہ نظام (Capitalism) کے نام پر عدم استحکام کا شکار اسلامی ممالک کی معیشت (Economy) پر قبضہ جمالیا، اور مغربی نظامِ تعلیم کی صورت میں کفر واِلحاد اور لادینی اَفکار کو فَروغ دیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمان نَوجوان برائے نام مسلمان ہو کر رہ گئے، اسلامی رسم ورَواج اور تعلیمات انہیں بوجھ اور اپنی ترقی میں حائل رکاوَٹ محسوس ہونے لگیں، وہ مغربی فیشن (Western Fashion) کے دِلدادہ ہوگئے، دنیا کی

محبت نے ان کے دلوں میں گھر کر لیا، اور جدید سائنس (Modern Science) کے نام پر لادینی اَفکار و نظریات ان کے دل و دماغ میں رَچ بس گئے !۔

شاعرِ مشرق ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس تناظر میں اپنا دردِ دل یُوں بیان فرمایا: ع

خوش تو ہیں ہم بھی جوانوں کی ترقی سے مگر

لبِ خنداں سے نکل جاتی ہے فریاد بھی ساتھ!

ہم سمجھتے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم

کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا اِلحاد بھی ساتھ![1]

امام احمد رضا کی دُور اندیشی اور مدبّرانہ سوچ

حضراتِ محترم! امام اہلِ سنّت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اپنی دُور اندیشی اور مدبّرانہ سوچ و فکر کے ذریعے قبل اَز وقت اس خطرہ کو بھانپا، لادینیت کے بڑھتے ہوئے سیلاب کے آگے بند باندھا، اور علمِ سائنس کی سُوجھ بُوجھ رکھنے والوں کو سائنس کے لادینی اور گمراہ کن نظریات سے بچنے کا طریقہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: "محبِّ فقیر! سائنس یُوں مسلمان نہ ہوگی کہ اسلامی مسائل کو آیات و نُصوص میں تاویلات دُور اَز کار کرکے سائنس کے مطابق کرلیا جائے۔ یُوں تو (معاذاللہ) اسلام نے سائنس قبول کی، نہ کہ سائنس نے اسلام، وہ مسلمان ہو گی تو یُوں کہ جتنے اسلامی

(۱) "کلیاتِ اقبال" "بانگِ درا، تعلیم اور اس کے نتائج، حصّہ سوم ۳، ص۲۳۸۔

مسائل سے اُسے خلاف ہے، سب میں مسئلۂ اسلامی کو رَوشن کیا جائے، دلائلِ سائنس کو مردُود وپامال کر دیا جائے، جابجا سائنس ہی کے اَقوال سے اسلامی مسئلہ کا اِثبات ہو، سائنس کا اِبطال واِسکات ہو، یُوں قابو میں آئے گی!"[۱]۔

امام احمد رضا کا نظریۂ تعلیم

حضراتِ ذی وقار! امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے نزدیک سائنس سمیت کسی بھی فن کی تعلیم و تعلُّم کا واحد مقصد، اللہ ورسول کی رِضا، دینی فہمی اور شریعت کی پیروی ہے، لہذا سائنسی علوم سمیت آپ جو بھی علم حاصل کریں، اُسے اسلام کے تابع ہونا چاہیے، اُس کا کوئی نظریہ (Theory) اسلامی عقائد ونظریات اور تعلیمات سے متصادِم نہیں ہونا چاہیے، اور اگر کوئی نظریہ ایسا ہو تو اس پر ہرگز یقین نہ کریں، نیز سائنس کی رُو سے ہی سائنس کا رَدّ کریں، اور اسلامی مسئلہ کی حقانیت اور برتَری ثابت کریں۔

اگر سائنسی علوم حاصل کرتے وقت آپ کی نیّت یہ ہو، کہ ان علوم کو حاصل کرکے میں لوگوں کو نفع پہنچاؤں گا، اور اسلام کی سربلندی کے لیے کام کروں گا، تو سائنسی علوم کا سیکھنا سکھانا بھی عبادت میں شمار ہو سکتا ہے، حضرت سیّدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: «خَيْرُ النَّاسِ مَنْ نَفَعَ النَّاسَ»[۲] "انسانوں میں بہتر وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے"، لیکن بدقسمتی سے عام طَور پر ایسا نہیں ہے، آج کا نَوجوان اور طالبِ علم اعلیٰ تعلیم اس لیے حاصل کر رہا

---

(۱) "فتاوی رضویہ" کتاب الردّ والمناظرہ، رسالہ "نُزول آیاتِ فرقان بسُکون زمین وآسمان" ۲۲/۲۴۵۔

(۲) "شُعب الإیمان" ۵۳- التعاوُن علی البرّ والتقوی، ر: ۷۲۵۲، ٦/ ٢٦٠١.

ہے؛ کہ وہ خوب مال ودَولت کما سکے، اچھی نوکری اور پُر تعیُش زندگی گزار سکے، اور اپنی دنیاوی خواہشات اور خوابوں کو حقیقت کا رُوپ اور تعبیر دے سکے! جبکہ دنیا کی ایسی بے جا محبت اور خواہشاتِ نفس کی غلامی، ایک مسلمان کی شان کے مُنافی ہے، جو بحیثیت مسلمان ہمیں کسی طَور پر زیب نہیں دیتی!۔

سائنس کے باطل نظریات کا رَدّ اور امام احمد رضا

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! سائنس کے باطل نظریات کے رَدّ سے امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ ہر چیز کو کیفیت، ماہیت، اَجزاء اور مرکَّب تک محدود کر دینا درست نہیں، بلکہ ہر کام کو ہمیشہ خالقِ کائنات کی طرف منسوب کرنا چاہیے، اور اس چیز کی جھلک حضرت امام کی تحریروں میں واضح طَور پر ملاحظہ کی جاسکتی ہے، جیسا کہ امام اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی خدمت میں عرض کی گئی کہ "زلزلہ آنے کا کیا باعث ہے؟" تو آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے فرمایا: "اصلی باعث آدمیوں کے گناہ ہیں، اور پیدا یوں ہوتا ہے کہ ایک پہاڑ(۱) تمام زمین کو محیط ہے، اور اس کے ریشے زمین کے اندر اندر سب جگہ پھیلے ہوئے ہیں، جیسے بڑے درخت کی جڑیں دُور تک اندر اندر پھیلتی ہیں، جس زمین پر (معاذاللہ) زلزلہ کا حکم ہوتا ہے، وہ پہاڑ اپنے اُس جگہ کے ریشے کو جنبش دیتا ہے، زمیں ہلنے لگتی ہے"(۲)۔

---

(۱) یعنی کوہِ قاف، اس پہاڑ کے بارے میں حضرت سیّدنا ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما نے فرمایا: «خَلَقَ الله جَبلاً يُقَال لَهُ: قَاف، مُحِيطٌ بِالعَالَمِ، وَعُروقُه إِلى الصَّخرَةِ الّتي عليها الأرضُ» ...الحديث. [انظر: "الأسرار المرفوعة" ر: ۱۲۲۹، صـ۳۲۱]

(۲) "فتاوی رضویہ" "کتاب الحظر والإباحۃ، فلسفہ، طبعیات، سائنس، نُجوم، منطق، ۱۶/۲۵۴۔

امام احمد رضا کی سائنسی مہارت

امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سائنسدان نہ ہونے کے باوُجود سائنسی علوم میں بڑی مہارت رکھتے ہیں، علمِ توقیت (Time Keeping)، علمِ فلکیات (Astronomy)، علمِ حساب (Mathematics)، علمِ ہَندسہ (Numerology)، علمِ نُجوم (Astrology)، اور علمِ اَرضیات (Geology) سے متعلق امامِ اہلِ سنّت کی متعدّد تصنیفات، اس بات کا واضح اور رَوشن ثبوت ہیں، ان میں سے چند مشہور اور اہم کتب حسبِ ذیل ہیں:

(١) "كشف العِلّة عن سَمت القبلة" (٢) "الكلمة المُلهَمَة في الحِكمة المُحكَمة لِوَهَاءِ فَلسَفة المَشئَمَة" (٣) "مَقامِع الحديد على خدِّ المَنطِق الجديد" (٤) "نُزولِ آياتِ فرقان بسکون زمین وآسمان" (٥) "مُعینِ مُبین بہرِ دَورِ شمس و سُکون زمین" (٦) "فَوزِ مبین دَر رَدِّ حرکتِ زمین"۔

امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی سائنسی مہارت کے بارے میں، یورپی نَومسلم دانشوَر ڈاکٹر محمد ہارون (سابق پروفیسر کیمبرج یونیورسٹی، برطانیہ) (Former Professor (Cambridge University, UK نے اپنے ایک آرٹیکل میں لکھا کہ "امام احمد رضا کے نزدیک قرآن اور اسلام ہی میں کامل سچائیاں ہیں، لہذا کسی بھی طرح ان کی تردید کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ اگر کبھی سائنسدانوں نے ایسا کیا بھی تو امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ان کے دلائل کو اسلامی دلائل سے رد کیا۔ اگرچہ امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کسی طور پر بھی سائنسداں نہیں تھے، مگر وہ سائنس میں عظیم تھے، ریاضی (Mathematics) اور فلکیات (Astronomy) اتنی اچھی طرح

جانتے تھے کہ رات کو آسمان دیکھ کر گھڑی (Watch) کا وقت درست کر لیتے تھے، وہ مغربی سائنسی نظریات سے بھی آگاہی رکھتے تھے، انھوں نے ستاروں کے جھکاؤ کی بنا پر بڑی تباہی کی پیش گوئی کرنے والے، ایک مغربی ماہرِ فلکیات پروفیسر اَلبرٹ ایف پورٹا (Professor Albert F. Porta) کا جواب ("مُعینِ مبین بہر دَورِ شمس و سُکونِ زمین") لکھا، اور اپنے جواب میں انھوں نے مکمل طور پر آسمانوں اور کششِ ثقَل (Gravity) سے متعلق مغربی نظریات (Western Ideology) کو بنیاد بنایا، اور صحیح طَور پر پیش گوئی فرمائی کہ کوئی تباہی نہیں آئے گی، اور ان کی یہ پیش گوئی بالکل صحیح ثابت ہوئی"[۱]۔

یورپی نَومسلم دانشوَر جناب ڈاکٹر محمد ہارون صاحب (سابق پروفیسر کیمبرج یونیورسٹی، برطانیہ) نے مزید یہ بھی فرمایا کہ "امام احمد رضا کا نظریہ ہے، کہ سائنس کو کسی طرح بھی اسلام سے فائق اور بہتر تسلیم نہیں کیا جاسکتا، اور نہ ہی کسی اسلامی نظریہ، شریعت کے کسی جُزء یا اسلامی قانون سے گلو خلاصی کے لیے سائنس کی کوئی دلیل مانی جاسکتی ہے! اگرچہ امام احمد رضا خود سائنس میں خاصی مہارت رکھتے تھے، لیکن اگر کوئی اسلام میں سائنس سے مُطابقت پیدا کرنے کے لیے، کسی قسم کی تبدیلی لانا چاہتا، تو آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اُسے ٹھوس علمی دلائل سے جواب دیا کرتے"[۲]۔

امام اہلِ سنّت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اپنے علم وفضل کی بنیاد پر دنیا کے جن مشہور ومعروف سائنسدانوں کا سائنسی بنیادوں پر رَدّ فرمایا، اُن میں مشہور ہیئت داں

---

(۱) "امام احمد رضا کی عالمی اَہمیت" آن لائن آرٹیکل، ص۴۔

(۲) ایضاً۔

(Astronomer) اور فلاسفر، فیثاغورث (Pythagoras)، یورپی سائنسدان کوپرنیکس (Copernicus)، اٹلی کے ہیئت داں (Astronomer) گلیلیو (Galileo)، برطانوی سائنسدان آئزک نیوٹن (Isaac Newton)، امریکی سائنسدان پروفیسر اَلبرٹ ایف پورٹا(Pro. Albert F. Porta)،اور اَلبرٹ آئن سٹائن (Albert Einstein) وغیرہ خاص طَور پر قابلِ ذکر ہیں۔

مختصر یہ کہ "باطل نے جس محاذ پر دینِ اسلام پر حملہ آوَر ہونے کی کوشش کی، چاہے تھیوریز (Theories) اور نظریات کا لِبادہ اُوڑھ کر، چاہے فیشن و تہذیب کا بھیس بدل کر، چاہے فلسفہ اور سائنس کا رُوپ دھار کر، امامِ اہلِ سنّت نے اُسے ہر موڑ پر پسپا کیا، اور باطل کے دامِ فریب کو تار تار فرمایا"[۱]۔

چند اہلِ علم کے تأثُرات

حضرت امام اہلِ سنّت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی سائنسی مہارت کو اہلِ علم وفضل خُوب جانتے اور مانتے ہیں، چند اہلِ علم کے تأثُرات حسبِ ذیل ہیں:

(۱) افغانستان کی مشہور "کابُل یونیورسٹی" (Kabul University) کے پروفیسر عبد الشکور شاد نے اپنے تأثُرات میں کہا کہ "مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تمام تحریروں اور تصنیفات کو جمع کرنے، ان کی کیٹلاگ (Catalogue) بنانے، اور ہندوستان، پاکستان اور افغانستان کی لائبریریوں میں رکھنے کی سخت ضرورت ہے"[۲]۔

---

(۱) "اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی بحیثیت سائنسدان" ہندوستان سماچار (ڈیجیٹل اِشاعت)۱۲اکتوبر۲۰۲۱ء۔

(۲) دیکھیے:"روزنامہ جنگ"۵دسمبر۲۰۱۶ء۔

(۲) ایٹمی سائنسدان ڈاکٹر عبد القدیر خان رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی تصنیفات کا مطالعہ کرنے کے بعد فرمایا کہ "اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی نے لاتعداد سائنسی موضوعات پر مضامین و مقالے لکھے ہیں، آپ نے تخلیقِ انسانی، بائیوٹیکنالوجی (Biotechnology)، جِینیات (Genetics)، الٹراساؤنڈ مشین (Ultrasound Machine) کے اُصول کی تشریح، پیزوالیکٹرک (Piezoelectric) کی وضاحت، ٹیلی کمیونیکیشن (Telecommunications) کی وضاحت، فلوئڈ ڈائنامکس (Fluid Dynamics) کی تشریح، ٹوپولوجی (Topology)، چاند وسورج کی گردش، میٹرالوجی (چٹانوں کی ابتدائی ساخت)، دھاتوں کی تعریف، کورال (مرجان کی ساخت کی تفصیل)، زلزلوں کی وُجوہات، مدوجزر (Tide) کی وُجوہات، وغیرہ تفصیل سے بیان کی ہیں، اور حقیقت یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اپنے دَور کے فقیہ، مفتی، محدِّث، معلّم، اور اعلیٰ مصنّف تھے"[۱]۔

سائنسی علوم کے نصاب میں واقع سب سے بڑی خامی

حضراتِ گرامی قدر! سائنس کے جن باطل نظریات اور خامیوں کی بنیاد پر حضرت امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے سائنسی نظریات کا رَدّ کیا اور اختلاف فرمایا، موجودہ سائنسی نصاب میں موجود اسی خامی اور کوتاہی کی، محققِ اہلِ سنّت، ماہرِ تعلیم علّامہ جلال الدین قادری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے بھی نشاندہی کی اور فرمایا: "غیروں کی تقلید میں ہم نے

---

(۱) ایضًا۔

(اپنے تعلیمی اداروں میں) علومِ جدیدہ کی تعلیم کا انتظام تو کر دیا ہے، مگر ان کی تعلیم میں سِرے سے اللہ فاعل و مختار کا ذکر ہی غائب کر دیا ہے، اس طرح تعلیم دی جارہی ہے کہ طالبِ علم یہی سمجھ بیٹھتا ہے کہ فُلاں فُلاں اَشیاء سے فُلاں مرکَّب بنتا ہے، فُلاں شَے اگر تحلیل کی جائے تو یہ اَجزاء ملیں گے۔ "There Is a Nature" کے تصوُر نے ہماری (سائنسی) تعلیم سے خدا کا تصوُر ہی غائب کر دیا ہے، نتیجہ ظاہر ہے کہ ان سائنسی علوم کی حُصول کے بعد نَوجوان خدا سے بیگانہ اور دِین سے بے بہرہ رہتا ہے، اس کی کاوِش صرف ماہیت معلوم کرنے تک رہتی ہے، (اور) خالقِ ماہیت سے وہ عاری رہتا ہے، علومِ جدیدہ ہوں یا قدیمہ، اگر ان میں نیچر (Nature) کی جگہ "اللہ تعالی" کا اِضافہ کر دیا جائے، تو طلبہ کے فکر و نظر میں حیرت انگیز انقلاب آسکتا ہے!"[1]۔

لہذا اگر ہمارے حکمران اور وزارتِ تعلیم (Ministry of Education) سے متعلق افسران تھوڑی سی توجہ فرمائیں، اور سائنس سے متعلق کتابوں میں صرف اتنا اِضافہ کر دیں کہ "اللہ عَزَّوَجَلَّ فاعل مختار ہے، اس کے ارادے کے سِوا کوئی شَے مؤثِر نہیں"[2] تو یقین مانیے کہ ہم اپنی نسلِ نَو کو بے دینی اور گمراہی سے بچا بچا کر، ایک اچھا مسلمان اور تعلیم یافتہ شہری بنا سکتے ہیں!۔

---

(۱) "امام احمد رضا کا نظریۂ تعلیم" ص۵۸۔

(۲) "فتاوی رضویہ" "کتاب الرد والمُناظرة، رسالہ "الكلمة الملهَمَة في الحكمة المحكمة لوهاء فلسفة المشئمة" ۲۲/۴۸۴۔

کائنات میں غور وفکر

میرے محترم بھائیو! اسلام کے تابع اور مذہبی تصادُم سے پاک نظریات پر مشتمل سائنسی علوم حاصل کرنا جائز ہے؛ کیونکہ اللہ تعالی نے خود کائنات میں غور وفکر کا حکم دیا ہے، اور کہا جاسکتا ہے کہ کائنات میں غور وفکر سائنس ہی کا دوسرا نام ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿اَوَ لَمۡ یَتَفَکَّرُوۡا فِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ ۟ مَا خَلَقَ اللّٰہُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ وَ مَا بَیۡنَہُمَاۤ اِلَّا بِالۡحَقِّ وَ اَجَلٍ مُّسَمًّی﴾(۱) "کیا انہوں نے اپنے جی میں نہ سوچا، کہ اللہ تعالی نے پیدا نہ کیے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، مگر حق اور ایک مقرّرہ میعاد سے"۔

ایک اَور مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿قُلۡ سِیۡرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ فَانۡظُرُوۡا کَیۡفَ بَدَاَ الۡخَلۡقَ ثُمَّ اللّٰہُ یُنۡشِئُ النَّشۡاَۃَ الۡاٰخِرَۃَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ﴾(۲) "تم فرماؤ کہ زمین میں سفر کرکے دیکھو! اللہ کیسے پہلے بناتا ہے، پھر اللہ دوسری اُٹھان اٹھاتا ہے (یعنی دوبارہ زندگی دیتا ہے)، یقیناً اللہ سب کچھ کرسکتا ہے!"۔

علاوہ ازیں "ہمارا شاندار ماضی اور مسلمان سائنسدانوں کی اِیجادات (Inventions) بھی اس بات پر دلیل ہیں، کہ ماضی میں مسلمانوں کا سائنس سے بہت گہرا تعلق رہا ہے، جس وقت پورا یورپ جہالت کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں ڈوبا ہوا تھا، اور حصولِ علم کے لیے وہاں ایک بھی یونیورسٹی (University) موجود نہیں تھی، اس وقت اسلامی دنیا زیورِ علم سے آراستہ تھی، لاکھوں لاکھ کتب پر مشتمل ہزاروں لائبریریاں

(۱) پ ۲۱، الرُوم: ۸.

(۲) پ ۲۰، العنکبوت: ۲۰.

قائم کی جا رہی تھیں، اور مسلمان سائنسدان کائنات کے پوشیدہ رازوں سے پردہ اٹھانے، اور مختلف نَوعیت کی اِیجادات وتحقیقات کے لیے لیبارٹریوں (Laboratories) اور رَصد گاہوں (Observatories) میں مصروفِ عمل تھے"[۱]۔

خلاصۂ کلام

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! اس موضوع پر امام اہلِ سنّت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تمام تر تعلیمات کا نچوڑ اور خلاصۂ کلام یہ ہے، کہ بحیثیت مسلمان ہمارے لیے سائنس کی صرف وہی توجیہات اور تھیوری (Theory) قابلِ قبول ہیں، جو اسلامی تعلیمات کے مطابق ومُوافق ہوں، اور کسی صورت اسلام کے قطعی عقائد و اَحکام سے متصادِم نہ ہوں، اگر کوئی سائنسی تھیوری یا تحقیق (Research) اسلامی تعلیمات سے مُطابقت نہ رکھتی ہو، تو اُسے کسی صورت قبول نہیں کیا جائے گا؛ کیونکہ اسلام ایک اِلہامی دِین ہے، اس کا دُستور قرآنِ مجید کی صورت میں ہمارے پاس موجود ہے، یہ دستور اللہ خالق ومالک کی طرف سے ہمیں عطا کیا گیا ہے، لہذا اس میں کسی قسم کی غَلطی کی گنجائش نہیں۔ جبکہ سائنسی تھیوری انسانی سوچ اور فکر کا نتیجہ ہوتی ہے، اس میں وقت کے ساتھ ساتھ تبدیلیاں رُونما ہوتی رہتی ہیں، اور اس میں ہمیشہ غَلطی کی گنجائش موجود رہتی ہے!"[۲]۔

---

(۱) "تحسینِ خطابت ۲۰۲۱ء" ستمبر، اسلام میں سائنس کا تصوُّر اور مسلم اِیجادات، ۲/۱۹۴، ۱۹۵۔
(۲) ایضًا، ۲/۱۸۶-۲۰۰۔

دعا

اے اللہ ! ہم سب کو امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے فُیوض و برکات سے مالامال فرما، ان کے علم اور تحریروں سے استفادہ کی توفیق عطا فرما، کسی بھی فن کو سیکھتے وقت ہمیشہ حکمِ شریعت کو پیشِ نظر رکھنے کی سوچ عطا فرما، ہمارے طلبہ کو اچھی اچھی نیّتوں کے ساتھ علم حاصل کرنے کی توفیق عطا فرما، آمین یا ربّ العالمین !۔

فاتحِ قادیانیّت حضرت پیر مہر علی شاہ اور اُن کی دینی خدمات

(جمعۃ المبارک ۲۸ صفر المظفّر ۱۴۴۴ھ - ۲۰۲۳/۰۹/۱۵ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِهِ وصحبِهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

برادرانِ اسلام! جن حضراتِ اولیائے کرام اور علمائے دِین نے برصغیر پاک وہند میں دینِ اسلام کی شمع رَوشن کی، اپنی پوری زندگی تبلیغ واِشاعت اسلام کے لیے وقف کردی، اللہ تعالی کی وَحدانیت کا پرچار کیا، پُرفتن دَور میں ختمِ نبوّت کا عَلم (جھنڈا) بلند کیا، اور قادیانیت کی بیخ کنی کی، اُن میں ایک نمایاں ترین نام فاتحِ قادیانیت، قبلۂ عالَم حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ چشتی گولڑوی رحمہ اللہ تعالی علیہ کا ہے۔

ولادتِ باسعادت اور سلسلۂ نَسَب

عزیزانِ محترم! تاجدارِ گولڑہ پیر سیّد مہر علی شاہ رحمہ اللہ تعالی علیہ کی ولادتِ باسعادت بروز پیر، یکم رمضان المبارک ۱۲۷۵ھ/۱۴اپریل ۱۸۵۹ء کو ہوئی، آپ رحمہ اللہ تعالی علیہ کا تعلق سادات گھرانے سے ہے، آپ کا سلسلۂ نَسَب والد ماجد سیّد نذر دین شاہ رحمہ اللہ تعالی کی

طرف سے، پچیس ۲۵ واسطوں سے حضور غوثِ اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، اور چھتیس ۳۶ واسطوں سے نواسۂ رسول حضرت سیّدنا امام حَسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے، جبکہ والدہ ماجدہ معصومہ موصوفہ بنت پیر سیّد بہادُر شاہ رحمۃ اللہ علیہما کی جانب سے، پچیس ۲۵ واسطوں سے حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ سے ملتا ہے۔

حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پردادا حضرت سیّد رَوشن شاہ اور اُن کے بھائی سیّد غلام رسول شاہ رحمۃ اللہ علیہما پوٹھوہار کے علاقہ "گولڑہ" میں آکر آباد ہوئے، اور اس خطے کی باطنی ولایت کے وارث قرار پائے[۱]۔ یہ علاقہ پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد (Islamabad) میں مارگلہ کی پہاڑیوں کے دامن میں واقع ہے، جو راولپنڈی (Rawalpindi) کے صدر مقام سے تقریباً بیس ۲۰ کلومیٹر (km) دُوری پر ہے۔

تعلیم وتربیت

حضراتِ گرامی قدر! پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حفظِ قرآن اور ابتدائی دینی ودنیاوی تعلیم اپنے علاقہ کی "خانقاہِ قادریہ" کے مدرسہ سے حاصل کی، اس کے بعد مزید دینی تعلیم کے لیے حَسن اَبدال (پاکستان) کے نواح میں مَوضَع "بھوئی" میں، اپنے وقت کے نامور عالمِ دین مولانا محمد شفیع قریشی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی درسگاہ میں داخلہ لیا، جہاں حضور پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کتبِ منطق، نحو اور اُصول کے درمیانی اَسباق پڑھے، اس کے بعد ضلع خوشاب کی وادئ سون (سکیسر) میں واقع مَوضع "انگہ" کا سفر اختیار کیا، جہاں آپ نے مولانا حافظ سلطان محمود سیالوی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے فقہ، صحاحِ ستّہ، تفسیرِ بیضاوی، فلسفہ، ریاضی سمیت علومِ عقلیہ ونقلیہ کی تکمیل کی۔

---

(۱) "سیرت حضرت پیر مہر علی شاہ" ص۷، ۹، ۱۱، ۱۵۔

بعد ازاں حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علیگڑھ (ہندوستان) تشریف لے گئے، اور وہاں مولانا لُطف اللہ علی گڑھی کی خدمت میں حاضر ہو کر حُصولِ علم کے مزید طلبگار ہوئے۔ حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو مولانا لُطف اللہ علی گڑھی کی جانب سے قرآنِ مجید کی تفاسیر، کتبِ احادیث اور دیگر عُلوم کی اَسناد بھی عطا ہوئیں، جو آج بھی تبرکاتِ عالیہ مزار شریف میں مَوجود ہیں۔ علیگڑھ (ہندوستان) میں آپ کا قیام اڑھائی سال تک رہا، اس دَوران حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ درس و تدریس میں بھی مصروف رہے، اور تشنگانِ علم کی سیرابی کا ساماں کرتے رہے [۱]۔

حیرت انگیز قوتِ حافظہ

عزیزانِ مَن! قطبِ عالَم حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ مضبوط قوّتِ حافظہ کے مالک تھے، آپ کے قوّتِ حافظہ کی مضبوطی کا یہ عالَم تھا کہ "ناظرہ قرآنِ پاک پڑھنے کے دَوران آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ روزانہ کا سبق کسی کے کہے بغیر زبانی یاد کر لیتے، اور بغیر دیکھے ہی سنا دیا کرتے تھے، حتیٰ کہ جب ناظرہ مکمل ہوا تو اس وقت آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو پورا قرآن پاک حفظ ہو چکا تھا" [۲]۔

اساتذۂ کرام

حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اساتذۂ کرام میں جن حضرات کے نام زیادہ نمایاں ہیں، اُن میں سے چند ایک کے اسمائے گرامی حسبِ ذیل ہیں:

(۱) مولانا غلام محی الدین ہزاروی، (۲) مولانا محمد شفیع قریشی، (۳) مولانا

(۱) دیکھیے: "سیرت حضرت پیر مہر علی شاہ" ص۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۹، ۳۰، ملخصًا۔
(۲) "مہرِ منیر" باب ۲ زمانۂ طُفولیت وکسبِ علم، قرآن ناظرہ پڑھ کر حفظ ہو گیا، ص۶۵۔

لُطف اللہ علی گڑھی، (۴) مولانا سلطان محمود سیالوی[1]۔

درس وتدریس

جانِ برادر! حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ حُصولِ علم کے بعد واپس گولڑہ شریف تشریف لائے، اور درس وتدریس میں مشغول ہوگئے، آپ نے گولڑہ شریف میں عُلومِ دِینیہ کی پہلی باقاعدہ درسگاہ کی بنیاد رکھی، آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ایک بہترین معلّم تھے، آپ کا اندازِ تدریس اور لب ولہجہ کی تاثیر کچھ ایسی تھی، کہ جو بھی آپ کا درس سنتا بے اختیار گرویدہ ہوجاتا تھا، دَورانِ تدریس آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اس قدر بہترین اور مؤثر انداز سے سمجھاتے کہ طلباء بڑی آسانی سے سمجھ کر یاد کر لیتے تھے۔

حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے درس وتدریس کا یہ سلسلہ حالتِ استغراق اور کیفیتِ جذب ومستی آنے تک جاری رکھا، جب حالتِ استغراق میں اِضافہ ہوگیا، تو آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے درس وتدریس کا سلسلہ مَوقوف کردیا[2]۔

تلامذہ

حضرت پیر مہر علی شاہ رحمہ اللہ تعالٰی سے اِکتسابِ فیض کرنے والوں کی صحیح تعداد تو معلوم نہیں ہوسکی، مگر اس اَمر میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ رحمہ اللہ تعالٰی نے بڑی محنت اور جانفشانی سے تدریس فرمائی، اور علم وفیض کے دریا بہا کر تشنگانِ علم کی پیاس بجھائی۔ حضرت قبلۂ عالَم رحمہ اللہ تعالٰی سے براہِ راست علم حاصل کرنے والے جن شاگردوں کے بارے میں ہمیں کچھ معلومات ملیں، اُن کے اسمائے گرامی حسبِ ذیل ہیں:

(۱) دیکھیے: "فیضانِ پیر مہر علی شاہ" آپ کے اساتذہ، ص۹۔
(۲) "سیرت حضرت پیر مہر علی شاہ" درس وتدریس، ص۳۱، ۳۲۔

(۱) جامع المعقول والمنقول مولانا محبّ النبی ہاشمی (سابق صدر مدرِّس جامعہ غوثیہ گولڑہ شریف)(۲) حضرت مولانا دوست محمد (تحصیل چکوال)(۳) حضرت مولانا سیّد ممتاز علی شاہ (ضلع پونچھ، آزاد کشمیر)(۴) حضرت مولانا محمد اسماعیل (سابق امام مسجد گولڑہ شریف)(۵) حضرت مولانا فقیر اللہ نور (ضلع ہزارہ)(۶) حضرت مولانا قاضی فیض عالَم (تحصیل گوجرخان)(۷) حضرت مولانا فقیر محمد (فتح جنگ) (۸) حضرت مولانا احمد دِین (چھچھ، ضلع اٹک)(۹) حضرت مولانا قائم علی چشتی فاضل لاہوری[۱]۔

بیعت وخلافت

عزیزانِ مَن! قبلۂ عالم حضرت سیّد پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ سیال شریف ضلع سرگودھا میں، شمس العارفین خواجہ شمس الدین سیالوی چشتی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے دستِ مبارک پر "سلسلۂ چشتیہ نظامیہ سلیمانیہ" میں بیعت ہوئے، پیر ومُرشِد کی صحبت میں رہ کر راہِ سُلوک کی مَنازل طے کیں۔ حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ مجلس میں آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی موجودگی کو بڑا سراہتے، بڑی محبت وشفقت سے ملتے اور خصوصی توجّہ فرماتے تھے[۲]۔

نیز "حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے اپنے وصال شریف سے کچھ عرصہ پیشتر، حضرت پیر مہر علی شاہ چشتی گولڑوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کو سلسلۂ عالیہ چشتیہ نظامیہ

---

(۱) "مہرِ منیر" باب ۳، زمانۂ درس وتدریس، ص۸۷، ۸۸۔ باب ۴، شاہی مسجد لاہور کے حجروں میں قیام، ص۱۰۶، ۱۰۷، ۱۱۴۔

(۲) "مہرِ منیر" باب ۳، اعلیٰ حضرت سیالوی سے بیعت، ص۹۳، ملخصًا۔ "سیرت حضرت پیر مہر شاہ" بیعت وخلافت، ص۳۳۔

اور سلسلۂ قادریہ کے تمام اَوراد و وظائف اور اَشغال کی اجازت دی، اور خَرقۂ خلافت اور اجازتِ بیعت سے بھی سرفراز فرمایا۔ آپ خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے آخری خلیفہ ہیں، حضور خواجہ سیالوی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے آپ کی تربیت میں کوئی کسر نہ چھوڑی، جس کی بدَولت حضور پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شخصیت اور باطن میں نکھار پیدا ہوا"[۱]۔

خلفاء

تاجدارِ ولایت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ کی رَہبری ورَہنمائی میں جن بزرگوں نے راہِ سُلوک کی منزلیں طے کیں، اور رُوحانیت کے بلند مقام پر فائز ہوئے، حضرت قبلۂ عالَم رحمۃ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی خلافت سے سرفراز فرمایا، اور اِصلاحِ مُعاشرہ کا مشن (Mission) سونپا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ کے چند خلفاء حضرات کے اسمائے گرامی حسبِ ذیل ہیں:

(۱) صاحبزادہ پیر سیّد غلام محی الدین چشتی گیلانی (المعروف بابو جی)

(۲) حضرت مولانا فقیر محمد (کوٹ اٹل، ضلع ڈیرہ غازی خان) (۳) حضرت حافظ گل فقیر محمد پشاوری (۴) حضرت غلام محمد گھوٹری (سابق شیخ الجامعہ عبّاسیہ، بہاور پور)[۲]۔

رشتہ اِزدِواج اور اولادِ اَمجاد

حضراتِ ذی وقار! حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ چشتی گولڑوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شادی اپنی والدہ ماجدہ کے رشتہ داروں میں، حضرت سیّد چراغ علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دُختر نیک اختر سے، پاکستان کے شہر حَسن اَبدال (Hasan Abdal) میں انجام پائی، ان کے بطنِ مبارک سے اللہ ربّ العالمین نے آپ کو ایک صاحبزادہ عطا فرمایا، جن کا نام پیر

---

(۱) "سیرت حضرت پیر مہر علی شاہ" خَرقۂ خلافت کا ملنا، ص۳۴۔

(۲) ایضًا، خلفائے عِظام، ص۹۷، ملخصًا۔

سیّد غلام محی الدین گیلانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ تھا۔ پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ پیار سے انہیں "بابو" کہہ کر بلایا کرتے تھے۔

رُفقاء و مُعاصرین

پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے رُفقاء و مُعاصرین میں بڑے بڑے بزرگوں اور علمائے کرام کے نام ہیں، اُن میں سے چند ایک کے اسمائے گرامی حسبِ ذیل ہیں:

(۱) حضرت دیوان غیاث الدین صاحب اجمیری (۲) حضرت دیوان سیّد محمد صاحب (پاکپتن شریف) (۳) حاجی اِمداد اللہ مہاجر مکّی (۴) حضرت مولانا وصی احمد محدِّث سُورتی (۵) حضرت مولانا عبد الباری فرنگی محلّی (۶) حضرت خواجہ اللہ بخش تَونسوی (۷) حضرت خواجہ محمد دِین سیالوی (۸) حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی (۹) امیرِ ملّت سیّد جماعت علی شاہ محدِّث علی پوری (۱۰) حافظ سیّد جماعت علی شاہ لاثانی (۱۱) حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری (۱۲) حضرت خواجہ محمد قاسم موہڑوی نقشبندی (۱۳) حضرت مخدوم صدر الدین گیلانی (۱۴) حضرت شاہ سلیمان پھلواروی (۱۵) استاذ العلماء مولانا محمد غازی رحمۃ اللہ علیہم[۱]۔

پیر مہر علی شاہ کی سیرت اور دینی خدمات پر لکھی گئی کتب

حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالٰی برِّ صغیر کی ایک معروف دینی رُوحانی ہستی ہیں، آپ کی سیرت، تعلیمات اور دینی خدمات پر متعدّد کتابیں تحریر کی گئیں، جن میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں:

(۱) مہرِ منیر (۲) پیر سیّد مہر علی شاہ گولڑوی اور تحریکِ خلافت (۳) حضرت پیر

---

(۱) "مہرِ منیر" باب ۷، مُعاصرینِ کرام، ص۳۹۱–۴۱۵، ملتقطاً۔

مہر علی شاہ اور ردِّ قادیانیت (۴) سیرت حضرت پیر مہر علی شاہ (۵) فیضانِ پیر مہر علی شاہ (۶) تذکرہ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی (۷) المکتوباتُ الطیّبات (۸) ملفوظاتِ مہریّہ۔

اِیثار و سخاوت

میرے محترم بھائیو! تاجدارِ ولایت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے زمانۂ طالبِ علمی ہی سے رِیاضت و مُجاہدات کو اپنا معمول بنالیا تھا، گھر سے ماہانہ خرچ کے طور پر جو رقم ملتی اُسے غریب طلبہ میں تقسیم فرما دیتے، اور خود عموماً روزہ رکھتے یا فاقہ کرتے تھے، اور پھر شدید بُھوک کے عالَم میں طلبہ کا بچا ہوا کھانا تناوُل فرمالیتے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے اس اِیثار، جُود وسَخا، اور ریاضت و مُجاہدے کو دیکھ کر وہاں کے تمام طلبہ اور دیگر لوگوں کے دلوں میں، آپ کی عقیدت و محبت گھر کر گئی"(۱)۔

عبادت و رِیاضت

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! حضرت سیّدنا پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ عبادت، رِیاضت اور مُراقبہ کی بڑی کثرت فرماتے، ساری ساری رات ذکر واَذکار اور یادِ الٰہی میں گزار دیتے، آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے مُقرّبِ خاص مولانا محبوب عالَم ہزاروی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ "پیر صاحب یادِ الٰہی میں رات جِس پہلو پر بیٹھ جاتے، صبحِ صادق تک بے خودی کے عالَم میں اُسی پہلو پر بیٹھے رہتے، اور ذرّہ برابر حرکت نہ کرتے، حتی کہ مَوسمِ سرما کی طویل اور برفانی راتیں بھی صرف ایک کمبل میں گزار دیتے، صبح کے وقت کمبل پر برف جمی ہوتی جسے اُٹھ کر جھاڑ دیتے، نیز آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے اندر عشقِ الٰہی کی اس قدر حرارت

---

(۱) "مہرِ منیر" باب ۲ زمانۂ طُفولیت وکسبِ علم، مَوروثی جود واِیثار کا مظاہرہ، ص۶۸۔

وحِدّت (گرمی) ہوتی، کہ تالاب کے جمے ہوئے پانی میں غسل فرماتے، اور برف ہٹا ہٹاکر غوطے لگایا کرتے، اور عموماً عشاء کے وضو سے نمازِ فجر ادا فرماتے"(۱)۔

مالِ دنیا سے بے رغبتی

برادرانِ اسلام! قبلۂ عالَم حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دنیاوی مال ودَولت کی حرص ولالچ سے بہت دُور تھے، اور عقیدتمندوں کی طرف سے جو تحائف اور نذرانے وغیرہ آتے، انہیں آنکھ اٹھاکر دیکھنا بھی پسند نہ فرماتے۔ "اسی طرح دَورانِ سفر بعض اسٹیشنوں پر گاڑی رکنے کے دَوران مریدوں کی طرف سے جو تحائف وغیرہ ملتے، انہیں بھی اپنے پاس نہ رکھتے، اور جو کچھ اکٹھا ہوتا لنگر کا انتظام کرنے والا اپنے پاس رکھتا، اور لنگر وغیرہ پر خرچ کرتا رہتا تھا"(۲)۔

وادئ حمراء میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف

عزیزانِ محترم! تاجدارِ گولڑہ حضرت پیر ِمہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "مدینہ منوّرہ کے سفر میں بمقام وادئ حمراء ڈاکوؤں کے حملے کی پریشانی کے سبب، مجبوراً عشاء کی سنّتیں مجھ سے رَہ گئیں، دَورانِ سفر جب میں قافلے کے ایک طرف سوگیا، تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضور جانِ عالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیاہ عربی جُبّہ زیبِ تن فرمائے تشریف لائے ہیں، اور اپنے حُسنِ باکمال سے مجھے نئ زندگی بخش رہے ہیں، میرے قریب تشریف لا کر سرورِ دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "آلِ رسول کو سُنّت ترک نہیں کرنا چاہیے" میں نے اِس حالت میں رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ریشم

---

(۱) ایضًا، باب ۵، دوسری فصل، مُراقبہ ذکر وفکر کی کیفیت، ص۱۴۸۔
(۲) ایضًا، تیرھویں فصل، دنیا سے بے توجہی، ص۳۱۴، ملخصًا۔

سے بھی زیادہ لطیف دونوں پنڈلیوں کو اپنے ہاتھوں سے مضبوط پکڑ لیا، اور روتے ہوئے الصلاۃُ والسّلامُ علیك یا رسولَ الله کہنے لگا"۔ تاجدارِ گولڑہ پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ مزید فرماتے ہیں کہ "اُس حُسن وجمالِ باکمال کے متعلق میں کیا کہوں؟ میری زبان اس کیفیت کو بیان کرنے سے عاجز ہے، اور (بوقتِ دیدار) اس ذَوق ومستی کو الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں"[1]۔

اَج سک متراں دی وَدھیری اے

جانِ برادر! وادئ حمراء میں نبئ کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دیدارِ پُرانوار سے مشرّف ہونے والے مذکورہ واقعے، اور وقتِ دیدار طاری ہونے والی کیفیت کو یاد کر کے وادئ حمراء ہی میں، حضرت سیّدُنا پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے جذبات مچل گئے، دل کو بے قراری اور آنکھوں سے اَشکباری ہونے لگی، تب آپ نے اپنے مشہور نعتیہ کلام میں اس کا اظہار ان الفاظ سے کیا: ع

اَج سِک متراں دی وَدھیری اے کیوں دِلڑی اداس گھنیری اے

لُوں لُوں وِچ شَوق چنگیری اے اَج نیناں لائیاں کیوں جھڑیاں!

"آج دل بڑا اُداس، جسم کے ہر ہر لُوں (بال بال) میں شَوق کی بہار، اور آنکھوں سے آنسو کیوں رَواں ہیں؟ اس لیے کہ محبوب کی یاد نے آستایا ہے"

سُبحانَ الله ما أَجْمَلَكَ! ما أَحْسَنَكَ، ما أَكْمَلَكَ!

---

(۱) دیکھیے: "مہرِ منیر" باب چہارم ۴، وادئ حمرا کے واقعہ کے متعلق حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی قلمی تحریر، ص۱۳۱، ملخصًا۔

کتھے مِہر علی کتھے تیری ثنا!　　گستاخ اکھیاں کتھے جا اڑیاں!

"حضور آپ ﷺ اس قدر صاحبِ حُسن و جمال اور صاحبِ کمال ہیں، کہ مجھ جیسے حقیر سے آپ ﷺ کی ثناء ممکن ہی نہیں، بلکہ اس سے میری کوئی مناسبت نہیں، کہاں میں اور کہاں آپ ﷺ کی ذاتِ اَقدس؟ زیارت و دیدار کا شرف فقط آپ ﷺ کی کرم نوازی ہے، ورنہ میری آنکھیں اس لائق کہاں! بس ان سے لگنے اور تکنے کی جَسارت ہو گئی ہے"(۱)

تصنیفات

حضراتِ گرامی قدر! تاجدارِ گولڑہ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جہاں ایک بہترین مدرِّس، مُناظر اور پیر و مُرشد تھے، وہیں اللہ تعالی نے آپ کے قلم کو بھی سلاست ورَوانی بخشی تھی، اپنی بے پناہ علمی ورُوحانی مصروفیات اور مُراقبہ ومُجاہدات کے باوُجود، فاتحِ قادیانیت حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تصنیف و تالیف کے لیے بھی وقت نکالا۔ آپ کے رشحاتِ قلم کے نتیجہ میں جو کتابیں صفحۂ قرطاس پر اُبھریں، اُن میں سے چند مشہور کتب کے نام حسبِ ذیل ہیں:

(۱) تحقیق الحق فی کلمۃ الحق (۲) شمس الہدایہ فی اِثبات حیات المسیح
(۳) سیفِ چشتیائی (۴) الفُتوحات الصمدیہ (۵) تصفیہ ما بین سنّی وشیعہ
(۶) فتاوی مِہریّہ (۷) مرآۃ العرفان (حضرت پیر مہر علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے منظوم نعتیہ کلام کا مجموعہ جسے استاذ العلماء مفتی فیض احمد فیض صاحب (مصنّف "مہرِ منیر" نے مرتَّب

(۱) "فیضانِ پیر مہر علی شاہ" زیارتِ مکینِ گنبدِ خضرا بمقام وادیِ حمراء، ص۳۰،۴۔

فرمایا)(۸)اِعلاء کلمۃ اللہ، وما أُهِلَّ به لِغير الله[1]۔

ردِّ قادیانیت اور پیر مہر علی شاہ

حضراتِ ذی وقار! مرزا غلام قادیانی لعین نے ۱۸۹۱ء میں نبوّت کا جھوٹا دعویٰ کیا، تب قطبِ عالَم حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے عقیدہ ختمِ نبوّت کے تحفظ وبقاء میں مجاہدانہ کردار ادا کیا، اور قادیانی دَجّال کا بھرپور تعاقُب فرمایا۔ مرزا غلام قادیانی لعین نے جب مسیحِ مَوعود اور ماموَر مِن اللہ ہونے کا دعویٰ کیا، تو پیر مہر علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ سمیت تمام بزرگانِ دین اور علمائے کرام نے اس کے دعوے کو تسلیم کرنے سے انکار کیا، جس پر جھنجلاہٹ کا شکار ہو کر اخبار "ایام الصلح" میں مرزا ملعون نے ایک اشتہار دیا، اور اس میں مسلمانوں کو چیلنج کرتے ہوئے لکھا کہ "اِس وقت آسمان کے نیچے کسی کو مجال نہیں کہ میری برابری کا دَم مارے، میں اعلانیہ اور کسی خَوف کے بغیر کہتا ہوں کہ جو لوگ چشتی، قادری، نقشبندی اور سہرَوردی اور (نہ جانے) کیا کیا کہلاتے ہیں، ذرا انہیں میرے سامنے تو لاؤ!"[2]۔

میرے محترم بھائیو! فاتحِ قادیانیت حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس چیلنج کو قبول کیا، اور ۱۸۹۹ء میں "شمس الہدایہ" نام سے ایک کتاب تالیف فرمائی، جس میں قرآن وحدیث اور آثارِ صحابہ سے لیے گئے قطعی دلائل کے ساتھ، یہ ثابت کیا کہ "حضرت سیّدنا عیسیٰ مسیح بن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالی نے زندہ

---

(۱) دیکھیے: "مہرِ منیر" باب ۱۰، تصانیف، ص۵۱۳، ۵۲۲، ۵۲۹، ۵۴۹، ۵۵۴، ۵۶۶، ملتقطاً۔ "اِعلاءُ کلمۃ اللہ، وما أُهِلَّ به لِغير الله" ص۱۔

(۲) "حضرت پیر مہر علی شاہ اور ردّ قادیانیت" ص۹، ۱۰۔

آسمان پر اُٹھا لیا، اور وہ بذاتِ خود اپنے ہی جسم کے ساتھ آسمانوں پر زندہ ہیں، اور قیامت سے قبل بنفسِ نفیس زمین پر نُزول فرمائیں گے"۔ دیکھتے ہی دیکھتے یہ کتاب چھپ کر پورے ہندوستان میں پھیل گئی، اور اس کی ایک کاپی مرزا قادیانی لعین کو قادیان کے پتے پر بھی بھیج دی گئی۔ اس کتاب کے طرزِ استدلال نے مسلمانانِ ہند میں ایک نئی رُوح پھُونک دی[۱]۔

قادیانیوں سے حقیقتِ معجزہ کی تشریح کا مُطالبہ

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! ۲۰ فروری ۱۹۰۰ء کو حکیم نور الدین قادیانی لعین نے حضرت قبلہ پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ کو ایک خط کے ذریعے بارہ ۱۲ سوال لکھ بھیجے، فاتحِ قادیانیت قبلہ پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اُن سب سوالات کے مدلّل اور تشفی بخش جوابات تحریر فرمائے، اور بدلے میں حکیم نور الدین قادیانی سے صرف ایک سوال کیا کہ "آپ حقیقتِ معجزہ کی تشریح کریں" مگر قادیانی حلقے آج تک اس سوال کا جواب دینے سے قاصر ہیں[۲]۔

مُناظرے کا چیلنج

جانِ برادر! ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء کو مرزا غلام قادیانی نے ایک اشتہارِ عام کے ذریعے حضرت سیّدنا پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کو عربی میں تفسیرِ قرآن لکھنے کا چیلنج دیا، جسے حضرت سیّدنا پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے قبول کرتے ہوئے، لاہور میں مُناظرے کے

---

(۱) دیکھیے: "تحریکِ ختمِ نبوّت میں حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مجدّدانہ کردار" نوائے وقت ڈیجیٹل ایڈیشن ۲۳ اگست ۲۰۱۳ء۔

(۲) دیکھیے: "مہرِ منیر" باب ۵، ص۲۰۸-۲۱۰، ملخصًا۔

لیے ۲۵ اگست ۱۹۰۰ء کی تاریخ مقرّر فرمائی۔ حضرت قبلۂ عالَم پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بذریعہ ٹرین مُناظرے سے ایک دن پہلے ہی لاہور پہنچ گئے، جبکہ قادیانی جماعت تمام تر کوششوں کے باوُجود مرزا قادیانی کو لاہور لانے میں ناکام ہی رہی۔

پیر مہر علی شاہ کی جانب سے بطور مُباہلہ مُردے زندہ کرنے کی پیشکش

پھر قادیانیوں کے ایک وفد نے حضرت قبلہ پیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوکر کہا، کہ آپ مرزا قادیانی کے ساتھ مُباہلہ کریں، یعنی ایک اندھے اور اَپاہج شخص کے حق میں مرزا قادیانی دعا کرے، اور اسی طرح آپ بھی اندھے اور اَپاہج کے حق میں دعا کریں، جس کی دعا سے اندھا اور اَپاہج شفایاب ہو جائے اسی کو بَرحق مان لیا جائے۔ اس پر حضرت قبلۂ عالَم پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ مرزا صاحب سے کہہ دیں کہ "اگر مُردے بھی زندہ کرنے ہوں تو آ جائیں، میں حاضر ہوں!"۔ تفسیر نویسی کے مُعاملے میں بھی حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ "ہاتھ میں قلم پکڑ کر تفسیر لکھنا تو عام سی بات ہے، ہمارے آقا و مولا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اُمّت میں اِس وقت بھی ایسے خادمِ دِین موجود ہیں، کہ اگر قلم پر توجہ ڈالیں تو وہ خود بخود تفسیرِ قرآن لکھنے لگے"۔ لیکن مرزا قادیانی مُباہلہ کے لیے بھی پیش نہ ہوا، اور اُس نے راہِ فرار اختیار کرنے میں ہی عافیت جانی[1]۔

---

(۱) دیکھیے: "تحریکِ ختمِ نبوّت میں حضرت پیر مہر علی شاہ کا مجدّدانہ کردار" نوائے وقت ڈیجیٹل ایڈیشن ۲۳ اگست ۲۰۱۳ء، ملخصًا۔

قادیانی حلقوں میں انتشار

حضراتِ گرامی قدر! قادیانی جماعت کا جب آخری وفد مرزا قادیانی کے نہ آنے کی اطلاع لے کر آیا، تو قادیانی حلقوں میں انتشار برپا ہوگیا، کئی قادیانی تائب ہو گئے، اور بعض نے گوشہ نشینی اختیار کرلی۔ یہ فاتحِ قادیانیت حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کرامت اور آپ کی قیادت میں مسلمانوں کی یلغار تھی، کہ جس نے قادیانیت کا منہ پھیر دیا۔ بعد ازاں ۲۷ اگست ۱۹۰۰ء کو "بادشاہی مسجد" (لاہور) میں اہلِ اسلام کا عظیم الشان اجتماع منعقد ہوا، جس میں متعدِّد علمائے کرام نے خطاب کیا، اور عقیدہ ختمِ نبوّت کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے کہا، کہ جو شخص اس عقیدے کا منکِر ہے وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے[۱]۔

"سیفِ چشتیائی" کے ذریعے فتنۂ قادیانیت کی بیخ کنی

حضراتِ ذی وقار! اس واقعہ کے تقریبًا چار ۴ ماہ بعد مرزا قادیانی نے "اعجاز المسیح" کے نام سے سورۂ فاتحہ کی تفسیر شائع کی، اور اسے اپنی حقانیت کی آخری دلیل قرار دیا، اور مولوی احسن اَمروہی کو مُعاوَضہ دے کر قبلہ پیر صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب "شمس الہدایہ" کا جواب لکھوایا، اور اس کا نام "شمسِ بازِغہ" رکھا۔ فاتحِ قادیانیت حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان دونوں کتابوں کے جواب میں "سیفِ چشتیائی" کے نام سے ایک کتاب تحریر فرما کر، فتنۂ قادیانیت کی بیخ کنی فرمائی[۲]۔

---

(۱) "حضرت پیر مہر علی شاہ اور ردّ قادیانیت" ص۱۴، ملخصًا۔

(۲) دیکھیے: "تحریکِ ختمِ نبوّت میں حضرت پیر مہر علی شاہ کا مجدّدانہ کردار" نوائے وقت ڈیجیٹل ایڈیشن ۲۳ اگست ۲۰۱۳ء۔

ارشادات وفرامین

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! بزرگانِ دین کے ارشادات وفرمودات آبِ زَر سے لکھے جانے کے قابل ہوتے ہیں، پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے چند ایسے ہی اَقوالِ زَریں حسبِ ذیل ہیں:

(۱) دنیا اور حکمرانوں سے بے رغبتی اللہ والوں کا خاص وطیرہ ہے۔

(۲) درویشی مُجاہدہ کا نام ہے۔

(۳) درویشوں کو شاہی دربار کی حاضری مناسب نہیں۔

(۴) مرید کہلانے کا مستحق وہی شخص ہے جو پیر کی ہدایت پر عمل پیَرا ہو۔

(۵) پیر کے معنی یہ ہیں کہ ہر ایک کو آسمانی کتاب (قرآنِ کریم) کے مُطابق ہدایت دے۔

(۶) جو شخص علم پڑھ کر تعلیم نہیں دیتا، اس کی مثال درخت بے ثمر کی سی ہے۔

(۷) انسان کو ہمیشہ خود کو باجمال رکھنا چاہیے؛ کیونکہ اللہ تعالی خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند فرماتا ہے۔

(۸) دشمنوں کی اِیذا رَسانی پر صبر کرو، اللہ تعالی تمہیں اس پر بے حساب اجر دے گا۔

(۹) سیادت اعلیٰ شرف ہے، اسے حقیر دنیا کے (حُصول) لیے استعمال نہیں کرنا چاہیے[۱]۔

(۱۰) بغیر علمِ دین اور تعلیمِ شارع (تعلیماتِ نبوی کے) ایسے راستے کا

---

(۱) دیکھیے: "سیرت حضرت پیر مہر علی شاہ" فرمودات، ص۱۱۴۔

معلوم کرلینا، جس سے اپنے خالق عَزَّوَجَلَّ کی رِضا حاصل کی جائے، ناممکن ہے[۱]۔

(۱۱) بغیر علم کے انسان گویا مُردہ ہوتا ہے[۲]۔

(۱۲) باہم اِخلاص اور محبت واُلفت کا ہونا اہلِ اسلام کی اعلیٰ صفات میں سے ہے[۳]۔

(۱۳) جب تک اپنے سر سے بزرگی کی بُو نہیں نکالو گے، بارگاہِ بزرگِ حقیقی میں کبھی کامیابی حاصل نہیں کرسکو گے[۴]۔

(۱۴) بہت سے لوگ (رُوحانی اعتبار سے) محض اس لیے خالی اور خشک رہ جاتے ہیں، کہ ہر وقت اپنی خودی اور فخر پر نظر رکھتے ہیں[۵]۔

وِصال شریف

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! تاجدارِ گولڑہ پیر سیّد مہر علی شاہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ "سلسلہ عالیہ چشتیہ" اور خطہ پوٹھوہار کے ایک عظیم رُوحانی بزرگ ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اسلام کی شمع فروزاں رکھنے میں بڑا اہم کردار ادا کیا، آپ نے اپنی ساری زندگی اِشاعتِ اسلام اور دفاعِ اسلام میں گزاری۔ ماہِ صفر المظفّر میں پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو زُکام اور میعادی بخار (Typhoid Fever) کا عارضہ ہوا، بیماری کی حالت میں آخری تین ۳ روز یہ کیفیت رہی کہ بار بار دعا کے لیے ہاتھ بلند فرماتے، اور بارگاہِ الٰہی

---

(۱) دیکھیے: "مہرِ منیر" باب ۹، فصل ۲، ملفوظاتِ طیّبات، ص۴۶۶۔

(۲) ایضًا۔

(۳) ایضًا، ص۴۸۰۔

(۴) ایضًا، ص۴۸۲۔

(۵) ایضًا۔

میں اپنی معروضات پیش کرتے، زبانِ مبارک سے آخری لفظ "اللہ" ادا فرمایا، اور بروز منگل ۲۹ صفر المظفر ۱۳۵٦ھ / ۱۱ مئی ۱۹۳۷ء کو اس دارِ فانی سے کوچ فرما گئے۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مزارِ پُر انوار گولڑہ شریف اسلام آباد میں مرکزِ انوار و تجلیات، مَرجع خلائق اور تشنگانِ فیض کی علمی و رُوحانی سیرابی کا باعث ہے۔

دعا

اے اللہ! ہمارے دِلوں میں اپنے اولیاء کی محبت میں اِضافہ فرما، بزرگانِ دین کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرما، قبلہ پیر مہر علی شاہ چشتی گولڑوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مشن کو آگے بڑھانے کا جذبہ اور توفیق دے، اور ان کے مزارِ پُر انوار پر اپنی کروڑہا رحمتوں اور برکتوں کا نُزول فرما، آمین یاربّ العالمین!۔

غذا میں سادگی کا نبوی تصوُر اور فوڈ کلچر

(جمعۃ المبارک ۱۲ ربیع الاوّل ۱۴۴۵ھ - ۲۰۲۳/۰۹/۲۹ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِهِ وصحبِهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ بالله مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمٰنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

غذا میں سادگی

برادرانِ اسلام! پُر تکلف اور مُرغَّن غذاؤں کا استعمال انسانی صحت کے لیے سخت مضِر اور نقصان دَہ ہے، یہی وجہ ہے کہ دینِ اسلام میں رہن سہن اور زیب وزینت کے ساتھ ساتھ، غذا کے مُعاملہ میں بھی سادگی اختیار کرنے کی تلقین وترغیب دی گئی ہے، مصطفی جانِ رحمت ﷺ کی سیرتِ مُبارکہ کا مُطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے، کہ رسولِ اکرم ﷺ کی غذا بہت سادہ تھی، حضرت سیّدنا سہل بن سعد رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: «مَا رَأَى رَسُولُ اللهِ ﷺ مُنْخُلاً، مِنْ حِينَ ابْتَعَثَهُ اللهُ حَتَّى قَبَضَهُ اللهُ» "حضور نبئ کریم ﷺ نے بعثت سے لے کر اپنی وفات (ظاہری) تک (کبھی) چھلنی نہیں دیکھی"، حضرت سیّدَنا ابو حازِم رحمہ اللہ تعالی علیہ نے دریافت کیا: "پھر آپ لوگ بغیر چھلنی کے کس طرح جَو کھالیتے تھے؟" حضرت سیّدنا سہل بن سعد رضی اللہ تعالی عنہ

نے فرمایا: «كُنَّا نَطْحَنُهُ وَنَنْفُخُهُ، فَيَطِيرُ مَا طَارَ، وَمَا بَقِيَ ثَرَّيْنَاهُ فَأَكَلْنَاهُ»[(۱)] "ہم جَو کو پیستے، اور اس کے چھلکے کو پھُونک مار کر اُڑا دیتے، اور جو جَو بچ جاتا اُس کی روٹی بنا کر کھا لیتے تھے"۔

بے چھنا آٹا غذائیت کے اعتبار سے زیادہ مفید ہے، لیکن آٹے کو چھان کر استعمال کرنا بھی جائز ہے، حضرت سیّدنا امام غزالی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں کہ "چھلنی کا مقصد غذا کو صاف کرنا ہے، لہذا آٹے کو چھان کر استعمال کرنا مُباح (جائز) ہے جب تک کہ حدِ اعتدال سے نہ گزر جائے"[(۲)]۔

اس کے علاوہ کھجور، رَوغنِ زیتون، دودھ، شہد، کدّو شریف، اور جَو کی روٹی جیسی سادہ اور غذائیت بخش اشیاء، سرورِ دوجہاں صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو بہت مَرغوب تھیں، حضرت سیّدنا اَنس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: «فَذَهَبْتُ مَعَ رَسُولِ الله صلی اللہ تعالی علیہ وسلم، فَرَأَيْتُهُ يَتَتَبَّعُ الدُّبَّاءَ مِنْ حَوَالَي القَصْعَةِ، قَالَ: فَلَمْ أَزَلْ أُحِبُّ الدُّبَّاءَ مِنْ يَوْمِئِذٍ»[(۳)] "میں حضور نبیٔ کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے ساتھ ایک دعوت میں گیا، میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پیالے کے کناروں سے کدّو کے قتلوں (ٹکڑوں) کو تلاش فرما رہے ہیں، اُس روز سے میں کدّو شریف کو بڑا پسند کرتا ہوں"۔

سرکارِ دوجہاں صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی غذا میں سادگی کا یہ عالَم تھا، کہ کھانے کے وقت جو چیز موجود ہوتی وہی تناوُل فرما لیتے، اور اللہ کا شکر ادا کرتے۔ حضرت سیّدنا عبد اللہ بن

---

(۱) "صحيح البخاري" كتاب الأطعِمة، ر: ٥٤١٣، صـ٩٦٦.
(۲) "إحياء علوم الدِين" كتاب آداب الأكل، الباب١ فيما لابدّ للمنفرد منه، ٢/ ٥.
(۳) "صحيح البخاري" كتاب الأطعِمة، ر: ٥٣٧٩، صـ٩٦١.

سلام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ سرورِ کونین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے جَو کی روٹی کا ٹکڑا لیا، اس پر کھجور رکھی اور فرمایا: «هَذِهِ إِدَامُ هَذِهِ»[1] "یہ اس کا سالن ہے" ؎

کُل جہاں مِلک اور جَو کی روٹی غِذا
اُس شکم کی قَناعت پہ لاکھوں سلام[2]

غذا میں سادگی سے متعلق صحابۂ کرام کا طرزِ عمل

عزیزانِ محترم! حضور نبیٔ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اتّباع و پیروی میں صحابۂ کرام و تابعین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم بھی انتہائی سادہ غذا تناوُل فرمایا کرتے، حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت سیّدنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہمارے پاس تشریف لائے، تو ہم دستر خوان پر بیٹھے تھے، میں نے مجلس کے درمیان سے آپ کے لیے جگہ بنا دی، حضرت سیّدنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے تشریف فرما ہونے کے بعد بسم اللہ شریف پڑھی اور ایک لقمہ لیا، پھر دوسرا لیا اور ساتھ ہی فرمایا: «إِنِّي لَأَجِدُ طَعْمَ دَسَمٍ، مَا هُوَ بِدَسَمِ اللَّحْمِ» "کھانے میں گوشت کی چکناہٹ کے علاوہ بھی کوئی اَور چکناہٹ معلوم ہوتی ہے؟!" حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے عرض کی: «يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! إِنِّي خَرَجْتُ إِلَى السُّوقِ أَطْلُبُ السَّمِينَ لِأَشْتَرِيَهُ، فَوَجَدْتُهُ غَالِياً، فَاشْتَرَيْتُ بِدِرْهَمٍ مِنَ الْمَهْزُولِ، وَحَمَلْتُ عَلَيْهِ بِدِرْهَمٍ سَمْناً، فَأَرَدْتُ أَنْ يَتَرَدَّدَ عِيَالِي عَظْماً عَظْماً» "یا امیر المومنین! آج میں بازار گیا کہ فربہ (جانور کا) گوشت خرید لاؤں، مگر وہ بہت مہنگا تھا، لہٰذا میں نے دُبلے (جانور کا) گوشت

---

(١) "سنن أبي داود" كتاب الأطعمة، باب في التمر، ر: ٣٨٣٠، صـ٥٤٦.
(٢) "حدائقِ بخشش" حصّہ دُوم ۲، مصطفی جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام، صـ۳۰۴۔

خرید لیا، اور اس پر ایک درہم کا گھی ڈال لیا؛ کیونکہ میں چاہتا تھا کہ گھر کے ہر فرد کے حصے میں کچھ نہ کچھ تو آئے" یہ سن کر حضرت سیّدنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: «مَا اجْتَمَعَا عِنْدَ رَسُولِ الله ﷺ قَطُّ، إِلَّا أَكَلَ أَحَدَهُمَا، وَتَصَدَّقَ بِالْآخَرِ» "ہم نے جب بھی حضور نبئ کریم ﷺ کی موجودگی میں کھانا کھایا تو ایک ہی چیز کھائی، اگر کوئی دوسری چیز ہوتی تو اُسے صدقہ کر دیا کرتے"، حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے عرض کی: «خُذْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! فَلَنْ يَجْتَمِعَا عِنْدِي إِلَّا فَعَلْتُ ذَلِكَ» "اے امیر المومنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ابھی تو آپ تناوُل فرما لیجیے! میرے پاس بھی یہ دونوں چیزیں کبھی اکٹھی استعمال نہیں ہوئیں، صرف آج ہی ایسا ہوا ہے" حضرت سیّدنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: «مَا كُنْتُ لِأَفْعَلَ»[1] "میں یہ کھانا نہیں کھاؤں گا!"۔

حضرت سیّدنا شُرَحْبِیل بن مسلم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت سیّدنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ لوگوں کو امیروں والا کھانا کھلاتے، اور خود گھر جا کر سِرکہ اور زیتون پر گزارہ کرتے تھے"[2]۔

حضرت سیّدنا نُعَیم بن سلامہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ "میں حضرت سیّدنا عمر بن عبد العزیز رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا، کہ آپ اُبلے ہوئے لہسن کو زیتون کے تیل اور نمک کے ساتھ کھا رہے تھے"[3]۔

---

(١) "سنن ابن ماجه" كتاب الأطعِمة، باب الجمع بين السمن واللحم، ر: ٣٣٦١، صـ٥٧٣.

(٢) "الزُهد" للإمام أحمد، زهد عثمان بن عفّان رضي الله تعالى عنه، ر: ٦٨٤، ١/ ١٠٦.

(٣) "حلية الأولياء" ذكر طبقة من تابعي أهل الشّام، ٣٢٣- عمر بن عبد العزيز، ر: ٧٣٤٥، ٥/ ٣٤٨.

میرے محترم بھائیو! اگر ہم غیر ملکی برانڈز (Foreign Brands) کے مہنگے مہنگے فاسٹ فوڈز (Fast Foods) اور مختلف کیمیکلز (Chemicals) سے بنی امپورٹڈ غذاؤں (Imported Foods) کے استعمال سے گریز کریں، سادہ غذا کھائیں، کھانے پینے کے مُعاملے میں بے اعتدالی سے دُور رہیں، حسبِ ضرورت کھائیں، بلکہ ممکن ہو تو بھوک سے قدرے کم کھائیں، تو بہت سے جسمانی اَمراض، اور فُضول خرچی اور اِسراف سے بچاؤ بڑی حد تک ممکن ہے!۔

فوڈ کلچر کے نقصانات

حضراتِ گرامی قدر! نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ غذا میں سادگی کا نبوی تصوُر، مَوجودہ فوڈ کلچر (Food Culture) کی نذر ہو رہا ہے، جو بحیثیت مسلمان ہمیں کسی طَور پر بھی قابلِ قبول نہیں، اس فوڈ کلچر کے متعدّد دینی اور دُنیوی نقصانات ہیں، جو ہمارے مُعاشی زوال کے ساتھ ساتھ دِین سے دُوری کا باعث بھی بَن رہے ہیں، اُن نقصانات میں سے چند حسبِ ذیل ہیں:

مقصدِ تخلیق سے غفلت اور فراموشی

عزیزانِ مَن! وطنِ عزیز میں غیر ملکی فوڈ برانڈز (Food Brands) کی بڑھتی ہوئی مقبولیت، برانچز (Branches) میں اِضافہ، اور وہاں پر موجود بھیڑ بھاڑ اس بات پر واضح دلیل ہے کہ ہم مسلمان فوڈ کلچر (Food Culture) میں پوری طرح رَچتے بستے جا رہے ہیں۔ اس فوڈ کلچر کا بڑا نقصان یہ ہے کہ انسان اپنے مقصدِ تخلیق (یعنی عبادتِ الٰہی) سے غافل ہوتا جا رہا ہے، اور محسوس ہوتا ہے گویا انسان

نے اپنے دل ودماغ میں یہ چیز بٹھالی ہے، کہ کھانا صرف بقائے زندگی کا ذریعہ نہیں بلکہ عین مقصدِ حیات ہے، اور انسان صرف کھانے کے لیے ہی پیدا ہوا ہے!!۔

حلال وحرام میں تمیز

جانِ برادر! مغربی مُعاشرہ کی عکّاسی کرتے فوڈ کلچر (Food Culture) کا ایک بڑا نقصان یہ بھی ہے، کہ مسلمان کھانے پینے کے مُعاملے میں حلال حرام کی تمیز بھولتے جارہے ہیں، اور مشروبات کے نام پر بڑے بڑے ہوٹلوں، نائٹ کلبز (Night Clubs)، اور پارٹیوں میں شراب نَوشی کے دَور چل رہے ہیں، اور ستم بالائے ستم یہ کہ اس فعلِ حرام کے اِرتکاب کو ترقی، رَوشن خیالی اور اسٹیٹس (Status) کی علامت خیال کیا جارہا ہے!!۔

اللہ رب العالمین نے قرآنِ کریم میں واضح طَور پر حلال وپاکیزہ رزق کھانے، اور حرام سے بچنے کا حکم دیا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿ يَاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ۫ وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴾[1] "اے لوگو! کھاؤ جو کچھ زمین میں حلال وپاکیزہ ہے، اور شیطان کے نقشِ قدم پر مَت چلو، یقیناً وہ تمہارا کُھلا دشمن ہے"۔ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالی نے اپنے بندوں کو حلال وطیّب کھانے کا حکم دیا، اور حرام وگندی چیزوں سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے۔

ایک اَور مقام پر حلال کھانے اور حرام سے بچنے کی تاکید کرتے ہوئے خالقِ کائنات عزّوجلّ نے فرمایا: ﴿ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ

(۱) پ۲، البقرة: ۱۶۸.

غَضَبِیْ وَمَنْ یَّحْلِلْ عَلَیْهِ غَضَبِیْ فَقَدْ هَوٰی﴾[۱] "کھاؤ جو پاک چیزیں ہم نے تمہیں روزی دیں، اور اس میں زیادتی نہ کرو؛ کہ تم پر میرا غضب اُترے، اور جس پر میرا غضب اُترا یقیناً وہ ہلاک ہوگیا" یعنی مقرّر کردہ حد سے تجاوُز مت کرو۔ ضرور تمندوں کو بھوکا چھوڑنا، رزق کو ضائع کرنا اور حلال و حرام میں فرق نہ کرنا، یہ سب حد سے تجاوُز کرنا ہے، اور ہمارے ہاں ہوٹلوں اور شادی ہالز (Marriage Halls) میں لاکھوں روپے دے کر بنوائے گئے اَنواع واَقسام کے کھانے ضائع کرنا ایک عام سی بات بن چکی ہے، جو سراسر فعلِ حرام اور اللہ تعالی کے غضب کو دعوت دینے کے مترادِف ہے!!۔

فُضول خرچی اور اِسراف

میرے محترم بھائیو! فُضول خرچی اور اِسراف بھی فوڈ کلچر (Food Culture) کے بڑے نقصانات میں سے ایک ہے، مشہور سیاحتی مقامات اور ہوٹلوں پر جاکر ہزاروں لاکھوں روپے ایک وقت کے کھانے پر، صرف اس لیے خرچ کردیے جاتے ہیں؛ کہ کھانا کھاتے ہوئے ایک ویڈیو بناکر سوشل میڈیا (Social Media) پر اَپلوڈ (Upload) کر سکیں؛ تاکہ زیادہ سے زیادہ لائکس (Likes) اور شیئرز (Shares) حاصل ہوں، فیس بک (Facebook) پر وائرل (Viral) ہو سکیں، دوستوں کے سامنے اپنی مالداری کا اظہار کر سکیں، اور بطور فخریہ کہہ سکیں کہ ہم نے فُلاں فُلاں مشہور ریسٹورنٹ (Restaurant) یا ہوٹل (Hotel) میں کھانا کھایا۔

یاد رکھیے! دینِ اسلام جہاں مَن چاہے پاکیزہ کھانے کھانے کی اجازت دیتا ہے، وہیں فُضول خرچی اور اِسراف سے سخت منع بھی فرماتا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے:

---

(١) پ١٦، طه: ٨١.

﴿كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ﴾[1] "کھاؤ پیو اور حد سے نہ بڑھو! یقیناً حد سے بڑھنے والے اللہ تعالی کو پسند نہیں!"۔

حکیم الاُمّت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ "اِسراف کا معنی حد سے بڑھنا ہے، حد سے بڑھنا دو ۲ طرح سے ہوتا ہے: (۱) جسمانی (۲) رُوحانی۔ اسی لیے گناہ کو بھی اِسراف کہا جاتا ہے: ﴿رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ اِسْرَافَنَا فِيْۤ اَمْرِنَا﴾[2] یہاں دونوں قسم کا اِسراف مراد ہوسکتا ہے، جسمانی بھی رُوحانی بھی، اور اس کا تعلق لباس، غِذا، پانی سب سے ہے، لہٰذا اِسراف کی بہت تفسیریں ہیں: (۱) حلال چیزوں کو حرام جاننا، (۲) حرام چیزوں کا استعمال کرنا، (۳) ضرورت سے زیادہ کھانا پینا یا پہننا، (۴) جو دل چاہے وہ کھا پی لینا یا پہن لینا، (۵) دن رات میں بار بار کھاتے پیتے رہنا، جس سے معدہ خراب ہوجائے، بیمار پڑجائے، (۶) مِضر اور نقصان دہ چیزیں کھانا پینا، (۷) ہر وقت کھانے پینے کے خیال میں رہنا کہ اب کیا کھاؤں؟ آئندہ کیا پیوں؟"[3] وغیرہ۔

غیر ضروری طَور پر پیسہ ضائع کرنا

غیر ضروری طَور پر مال ضائع کرنا بھی فوڈ کلچر (Food Culture) کے بڑے نقصانات میں سے ایک ہے، بھوک نہ ہونے کے باوُجود بیٹھے بٹھائے آن لائن فوڈ ایپس (Online Food Apps) کے ذریعے، پیزا (Pizza) یا دیگر فاسٹ

---

(۱) پ۸، الأعراف: ۳۱.

(۲) پ٤، آل عمران: ١٤٧ .

(۳) "تفسیرِ نعیمی" پ۸، الاَعراف، زیرِ آیت: ۳۱، ۸/۳۹۰، ملخصًا۔

فوڈز (Fast Foods) آرڈر (Order) کرنا، اور چند منٹوں میں ہزاروں روپے خرچ کر دینا، کسی طَور پر بھی قابلِ ستائش عمل نہیں؛ کیونکہ بے مقصد اور غیر ضروری طَور پر پیسہ ضائع کرنا اللہ عَزَّوَجَلَّ کو ہرگز پسند نہیں۔ حضرت سیّدنا مُغیرہ بن شعبہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فرماتے ہیں: «إِنَّ اللهَ كَرِهَ لَكُمْ ثَلَاثاً: (١) قِيلَ وَقَالَ، (٢) وَإِضَاعَةَ المَالِ، (٣) وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ»[1] "یقیناً اللہ تعالی نے تمہارے لیے تین ٣ کاموں کو ناپسند فرمایا ہے: (١) فُضول بات، (٢) مال ضائع کرنا (٣) اور بہت مانگتے رہنا (یا سوال کرنا)"، لہذا اپنے مال ودَولت کا دُرست استعمال کریں، اسے ناجائز وحرام کاموں کے بجائے، نیک اور اچھے کاموں میں خرچ کریں، غریبوں ضرورتمندوں کی مدد کریں، اور بُھوکوں کو کھانا کھلائیں۔

غربت میں اِضافہ اور مُعاشی بدحالی

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! تیزی سے بڑھتی ہوئی شرحِ غربت اور مَعاشی بدحالی بھی فوڈ کلچر (Food Culture) کے بڑے نقصانات میں سے ایک ہے، مغربی ممالک (Western Countries) کی فوڈ کمپنیاں ہمارے ملک میں اپنی برانچز (Branches) قائم کرکے بہت اچھا بزنس (Business) کر رہی ہیں، ایسی جگہوں پر ایک وقت کے کھانے کا بل غریب آدمی کے مہینے بھر کی کمائی سے بھی کہیں زیادہ ہوتا ہے، اور یُوں ان غیر ملکی فوڈ برانڈز (Foreign Food Brands) کے ذریعے ملکی سرمایہ بیرونِ مُلک منتقل ہو رہا ہے، اس طرح بھی ہماری مَعاشی بدحالی اور

---

(١) "صحيح البخاري"، كتاب الزكاة، ر: ١٤٧٧، صـ ٢٤٠.

غربت میں مزید اِضافہ ہو رہا ہے، لہذا ہمیں چاہیے کہ کھانے پینے کے مُعاملے میں اعتدال سے کام لیں، زیادہ مہنگے کھانوں سے گریز کریں، اپنے وطن کی فوڈ کمپنیوں کو ترجیح دیں؛ تاکہ ہمارا سرمایہ بیرونِ ملک منتقل نہ ہو، اور ہماری معیشت مضبوط ہو!۔

صحت پر منفی اثرات

حضراتِ گرامی قدر! صحت پر پڑنے والے منفی اثرات بھی فوڈ کلچر (Food Culture) کے نقصانات میں سے ہیں، کھانے پینے کے مُعاملے میں آجکل لوگوں کا زیادہ تَر رجحان فاسٹ فوڈ (Fast Food) کی طرف بہت زیادہ ہے، یہ کھانے غیر معیاری، غذائیت میں کم، مگر انتہائی مہنگے ہوتے ہیں، ان کھانوں میں عام طَور پر کیلوریز (Calories) زیادہ ہوتی ہیں، اس سے باعث مختلف مسائل اور اَمراض کا سامنا کرنا پڑتا ہے!!۔

"ٹورنٹو یونیورسٹی (University of Toronto) کے تحقیقی جریدے "ماحَولیاتی صحت" کے تناظُر میں یہ بات ثابت ہوئی ہے، کہ فاسٹ فوڈ کے لیے استعمال ہونے والے لفافوں میں استعمال ہونیوالا کیمیکل (Chemical) انسانی خون میں آسانی سے منتقل ہو جاتا ہے، فاسٹ فوڈ کھانے کی بدَولت کولیسٹرول (Cholesterol) میں اضافہ، اور ہارمونز (Hormones) میں تبدیلی سمیت، صحت سے متعلق بہت سے مسائل جنم لیتے ہیں۔ تھوریکس (Thorax) میں شائع ایک بڑے بینَ الاَقوامی مضمون کے مطابق، ایسے افراد جو فاسٹ فوڈ کھانا پسند کرتے ہیں ان میں دمہ (Asthma) اور الرجی (Allergy) کی بیماری زیادہ ہوتی ہے"[1]۔

---

(۱) "فاسٹ فوڈ کے صحت پر مضر اثرات" روزنامہ نوائے وقت ڈیجیٹل ایڈیشن، ۱۷ مئی ۲۰۱۴ء۔

خلاصۂ کلام

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! فاسٹ فوڈ سمیت تمام مُرغّن اور پُر تکلف کھانے، ہماری صحت کے لیے بہت بڑا خطرہ ہیں، لہذا ضرورت اس اَمر کی ہے کہ ہم سنّتِ نبوی کی پیَروی کرتے ہوئے، غذا میں سادگی کے نبوی تصوُر کو اپنائیں، ہوٹلوں کے بجائے صاف ستھرے، سادہ اور صحت بخش گھریلو کھانوں کو ترجیح دیں، تازہ سبزیوں، پھلوں، دودھ اور غذائیت سے بھرپور مختلف اشیاء کا استعمال کریں، فاسٹ فوڈ(Fast food) سے مکمل اجتناب کریں، مغربی طرز (Western Style) کے فوڈ کلچر (Food Culture)سے نَجات حاصل کریں، غیر ملکی فوڈ برانڈز(Foreign Food Brands) کی جگہ اپنے وطن کی بنی ہوئی اشیاء کو ترجیح دیں؛ تاکہ ملکی معیشت کو سہارا ملے، غربت میں کمی واقع ہو، اور ہمارے مسلمان بھائیوں کو روزگار میسّر آئے!!۔

دعا

اے اللہ! ہمیں سنّت نبوی کی پیَروی کی توفیق عطا فرما، سادگی کی اہمیت کو سمجھنے اور اسے اختیار کرنے کی سوچ اور جذبہ عنایت فرما، رزقِ حلال کھانے اور حرام سے بچنے کی توفیق عطا فرما، غیر ضروری طَور پر پیسہ ضائع کرنے سے بچا، اپنے مال سے غریبوں، یتیموں، مسکینوں اور ضرور تمندوں کے کام آنے کی سوچ عطا فرما، فاسٹ فوڈ کلچر سے نَجات عطا فرما، اور فُضول خرچی واِسراف سے بچا، آمین یاربّ العالمین!۔

طلبِ شُہرت اور حُبِ جاہ کی مذمّت

(جمعۃ المبارک ۱۹ربیع الاوّل ۱۴۴۵ھ - ۰۶/۱۰/۲۰۲۳ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِهِ وصحبِهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمٰنِ الرّحيم.

حضور پُر نور، شافعِ یومِ نشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

حُبِ جاہ (Love of Glory) کسے کہتے ہیں؟

برادرانِ اسلام! "جاہ" کا لُغوی معنی عزّت، منصب اور شان وشَوکت ہے[۱]، جبکہ حُبِ جاہ سے مراد شُہرت، ناموَری اور عزّت کی طلب وخواہش ہے[۲]۔ حضرت سیّدنا امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "جاہ ومنصب کا مطلب شُہرت اور ناموَری ہے، اور یہ قابلِ مذمّت ہے، قابلِ تعریف صرف گمنامی ہے، ہاں یہ الگ بات ہے کہ بغیر شُہرت وناموَری کی مشقّت اٹھائے، محض دِین پھیلانے کی برکت سے اللہ تعالیٰ کسی کو مشہور کردے، تو یہ شُہرت وناموَری قابلِ مذمّت نہیں"[۳]۔

---

(۱) "فرہنگِ آصفیہ" جاہ، حصہ دُوم ۲، ص۳۵۔

(۲) "نیکی کی دعوت" شہرت کی خواہش، ص۸۷۔

(۳) "إحياء علوم الدين" كتاب ذَمّ الجاه والرياء، بيان ذمّ الشُهرة ...إلخ، ۳/ ۲۹۲.

شیطان کے دوست

عزیزانِ محترم! جو لوگ محض شُہرت وناموَری اور جاہ ومنصب کی غرض سے مال خرچ کرتے ہیں، جنہیں رِضائے الٰہی مقصود نہیں ہوتی، وہ شیطان کے دوست ہیں، قرآنِ کریم میں ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا﴾[1] "وہ جو اپنے مال لوگوں کے دِکھاوے کے لیے خرچ کرتے ہیں، اور ایمان نہیں لاتے اللہ اور نہ قیامت پر، اور جس کا مُصاحب (ساتھی) شیطان ہوا، تو وہ کتنا بُرا مُصاحِب ہے!"۔

اس آیتِ مبارکہ سے سیاستدانوں اور فلاحی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے، اُن لوگوں کو درسِ عبرت حاصل کرنا چاہیے، جو محض شُہرت اور واہ واہ کے چکر میں لاکھوں لاکھ خرچ کرتے ہیں، اور سوشل میڈیا (Social Media) کے ذریعے اپنے نیک عمل کی خُوب تشہیر کرتے ہیں؛ تاکہ لوگ ان کی پارسائی کے قائل ہوں، محفلوں میں اُن کا شاندار استقبال کیا جائے، پھولوں کے ہار پہنائے جائیں، اسٹیج (Stage) پر انہیں نمایاں مقام دیا جائے، اور الیکشن (Election) کے وقت انہیں زیادہ سے زیادہ ووٹ (Vote) کاسٹ (Cast) کیے جائیں؛ تاکہ وہ قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہو کر کوئی دنیاوی عہدہ یا وزارت حاصل کر سکیں!۔

یاد رکھیے! دنیاوی شُہرت اور حُصولِ منصب کی خواہش ہی حُبِ جاہ کہلاتی ہے، یہ ایک انتہائی مذموم اَمر ہے، اور بحیثیت مسلمان ایسا کرنا ہمیں کسی طَور پر زیب نہیں دیتا!۔

---

(۱) پ۵، النساء: ۳۸.

حُبِ جاہ دل میں نِفاق کا باعث ہے

حضراتِ گرامی قدر! شہرت، عزّت اور بلند منصب کی ہوَس (لالچ) دل میں نِفاق کا باعث ہے، حضرت سیّدنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «حُبُّ الجَاهِ وَالمالِ يُنْبِتَانِ النِّفَاقَ فِي الْقَلْبِ، كَمَا يُنْبِتُ الماءُ الْبَقْلَ»[1] "جاہ ومنصب اور مال کی محبت، نِفاق کو دل میں اس طرح اگاتی ہے، جیسے پانی سبزہ اُگاتا ہے"۔

حضرت سیّدنا امام غزالی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ "جان لیجیے! جس پر حُبِّ جاہ (شہرت وناموَری کی خواہش) غالب آجائے، وہ لوگوں کی رِعایت میں لگا رہتا ہے، ان کے ساتھ محبت سے پیش آتا ہے، اور ان کے لیے رِیاکاری کرتا ہے، اپنے قول وفعل میں ایسی چیزوں کا خیال رکھتا ہے جو لوگوں کے نزدیک اِس کی قدر ومنزلت بڑھائیں، اور یہی بات مُنافقت کا بیج اور فساد کی جڑ ہے، نیز لامُحالہ یہ بات عبادات میں سُستی اور دِکھلاوے کے ساتھ ساتھ ممنوعاتِ شرعیّہ کے اِرتکاب کا باعث بھی بنتی ہے؛ کیونکہ ایسا شخص لوگوں کے دِلوں کو اپنی طرف مائل کرنا چاہتا ہے"[2]۔

بروزِ قیامت ذِلّت ورُسوائی کا باعث بننے والا عمل

عزیزانِ مَن! شُہرت اور دِکھلاوے کی خاطر کیا گیا عمل، بروزِ قیامت ذِلّت ورُسوائی اور عذابِ جہنّم کا باعث ہوگا، حضرت سیّدنا جُندب بن عبد اللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے

---

(۱) "الزواجر عن اقتراف الكبائر" كتاب النكاح، الكبيرة ۲۵۳ ...إلخ، ۲/ ٤٤.

(۲) "إحياء علوم الدين" كتاب ذمّ الجاه والرياء، بيان علاج حُبّ الجاه، ۳/ ۳۰٤.

روایت ہے، حضور نبیٔ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «مَنْ يُرَاءِ يُرَاءِ اللهُ بِهِ، وَمَنْ يُسَمِّعْ يُسَمِّعِ اللهُ بِهِ»[1] "جو دِکھلاوے کے لیے عمل کرے گا بروزِ قیامت اللہ تعالی اس کی بدنیّتی سب کو دِکھادے گا، اور جو شُہرت کے لیے عمل کرے گا اللہ تعالی اس کی بدنیّتی سب کو سنادے گا"۔

حکیم الاُمّت مفتی احمد یار خان نعیمی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں کہ "جو کوئی عبادات لوگوں کے دِکھلاوے سنانے (شُہرت اور واہ واہ) کے لیے کرے گا، تو اللہ تعالی دنیا میں یا آخرت میں اُس کے عمل لوگوں میں مشہور کر دے گا، مگر عزّت کے ساتھ نہیں بلکہ ذِلّت کے ساتھ، کہ لوگ اس کا عمل سُن کر اُس پر پھٹکار ہی کریں گے"[2]۔

حکیم الاُمّت مفتی احمد یار خان نعیمی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ مزید فرماتے ہیں کہ "ہم نے دیکھا کہ بعض لوگ اپنے صدَقات خیرات، طلب شُہرت کے لیے اَخباروں میں، دیواروں پر لکھواتے ہیں، لوگ پڑھ پڑھ کر اُن پر لعن طعن کی بُوچھاڑ کرتے ہیں کہ اس شہرت کی کیا ضرورت تھی! بعض لوگ طلبِ شہرت کے لیے اَولاد کی شادیوں میں بہت خرچ کرتے ہیں، مگر چوَطرفہ (ہر طرف) سے اُن پر وہ پھٹکار پڑتی ہے کہ خدا کی پناہ! اس حدیث کا ظُہور آج بھی ہورہا ہے"[3]۔

---

(۱) "سنن ابن ماجه" كتاب الزُهد، باب الرياء والسُمعة، ر: ٤٢٠٧، صـ٧١٩.

(۲) "مرآۃ المناجیح" دل کو نرم کردینے والی باتوں کا بیان، دکھلاوے اور شہرت کا بیان، پہلی فصل، تحتِ حدیث:۵۳۱۶، ۷/۹۵۔

(۳) ایضًا۔

کسی عقلمند کا قول ہے کہ "دِکھلاوے اور سنانے (طلبِ شہرت) کے لیے عمل کرنے والے کی مثال اس شخص کی طرح ہے، جو اپنی پوٹلی (تھیلی) پتھروں سے بھر کر خریداری کے لیے بازار چلا گیا، جب وہ دکان دار کے سامنے اپنی پوٹلی کھولے گا تو ذلیل ورُسوا ہو گا اور اس کی پٹائی ہو گی، اسے لوگوں کی اس بات کے علاوہ کوئی نفع حاصل نہیں ہو گا، کہ "دیکھو اس کی جیب کتنی بھری ہوئی ہے!" حالانکہ اسے اس بھری جیب کے بدلے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اسی طرح دِکھلاوے اور سنانے (شہرت) کے لیے عمل کرنے والے کو، لوگوں کی باتوں کے سِوا کوئی نفع حاصل نہیں ہوتا، نہ ہی اسے قیامت کے دن کوئی اجر و ثواب دیا جائے گا"[1]۔

آخرت میں اجر و ثواب سے محرومی

حضراتِ ذی وقار! ہر وہ نیک عمل جو صرف شہرت اور ناموَری یا حُصولِ دنیا کی غرض سے کیا جائے، آخرت میں اس کا کوئی اجر و ثواب نہیں، حضرت سیّدنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: "قیامت کے دن سب سے پہلے (۱) ایک شہید کا فیصلہ ہو گا، جب اسے لایا جائے گا تو اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ اسے اپنی نعمتیں یاد دلائے گا، وہ ان نعمتوں کا اقرار کرے گا، پھر اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرمائے گا کہ تُو نے ان نعمتوں کے بدلے میں کیا کیا؟ وہ عرض کرے گا کہ میں نے تیری راہ میں جہاد کیا، یہاں تک کہ شہید ہو گیا! اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ ارشاد فرمائے گا کہ تُو جھوٹا ہے! تُونے جہاد اس لیے کیا تھا کہ تجھے بہادُر کہا جائے، اور وہ تجھے کہہ لیا گیا! پھر اسے جہنم میں لے جانے

(۱) "الزواجر عن اقتراف الكبائر" الباب ١، الكبيرة الثانية، ١/ ٧٦.

کا حکم دیا جائے گا، تو اسے منہ کے بَل گھسیٹ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

(۲) پھر ایک شخص کو لایا جائے گا جس نے علم سیکھا سکھایا اور قرآن کریم پڑھا، وہ آئے گا تو اللہ تعالی اسے بھی اپنی نعمتیں یاد دلائے گا، وہ بھی ان نعمتوں کا اقرار کرے گا، پھر اللہ تعالی اس سے دریافت فرمائے گا کہ تُو نے ان نعمتوں کے بدلے میں کیا کیا؟ وہ عرض کرے گا کہ میں نے علم سیکھا سکھایا اور تیرے لیے قرآنِ کریم پڑھا، اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ ارشاد فرمائے گا کہ تُو جھوٹا ہے! تو نے علم اس لیے سیکھا کہ تجھے عالم کہا جائے، اور قرآنِ کریم اس لیے پڑھا کہ تجھے قاری کہا جائے، اور وہ تجھے کہہ لیا گیا! پھر اسے جہنم میں ڈالنے کا حکم ہوگا، تو اسے منہ کے بَل گھسیٹ کر جہنّم میں ڈال دیا جائے گا!۔

(۳) پھر ایک مالدار شخص کو لایا جائے گا، جسے اللہ تعالی نے کثرت سے مال عطا فرمایا، اسے لاکر نعمتیں یاد دلائی جائیں گی، وہ بھی ان نعمتوں کا اقرار کرے گا، اللہ تعالی ارشاد فرمائے گا کہ تُو نے ان نعمتوں کے بدلے کیا کیا؟ وہ عرض کرے گا کہ میں نے ہر اُس راستے میں خرچ کیا جس میں تیری رِضا تھی، اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ ارشاد فرمائے گا کہ تو جھوٹا ہے! تو نے ایسا اس لیے کیا کہ تجھے سخی کہا جائے، اور وہ کہہ لیا گیا! پھر اس کے بارے میں جہنّم کا حکم ہوگا، لہذا اسے بھی منہ کے بَل گھسیٹ کر جہنّم میں پھینک دیا جائے گا"[1]۔

ذِلّت، رُسوائی اور عذابِ جہنّم کا باعث بننے والا عمل

برادرانِ اسلام! طلبِ شہرت اور حُبِ جاہ کی غرض سے کیا گیا عمل، بروزِ قیامت ذِلّت، رُسوائی اور عذابِ جہنّم کا باعث ہوگا، حضرت سیّدنا مُعاذ بن جبل رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ

(۱) "صحیح مسلم" کتاب الإمارة، ر: ٤٩٢٣، صـ٨٥٢، ٨٥٣.

سے روایت ہے، سرکارِ دو جہاں ﷺ نے ارشاد فرمایا: «مَا مِنْ عَبْدٍ يَقُومُ فِي الدُّنْيَا مَقَامَ سُمْعَةٍ وَرِيَاءٍ، إِلَّا سَمَّعَ اللهُ بِهِ عَلَى رُؤُوسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»[۱] "جو شخص دنیا میں رِیاکاری اور شہرت کے مقام ومرتبہ پر کھڑا ہوا، اللہ تعالی بروزِ قیامت اُسے لوگوں کے سامنے رُسوا فرمائے گا" یعنی کوئی ایسا کام کرنا جس سے اس کا تقویٰ وپرہیزگاری، ولایت یا دُنیاوی مقام ومرتبہ ظاہر ہو، جس کے سبب لوگ اس کے عقیدت مند بنیں، اور شہرت وناموَری، مال ودَولت اور شان وشَوکت میں اِضافہ ہو[۲]، انتہائی مذموم اَمر ہے، اور شہرت وحُبِ جاہ کی یہ نفسانی خواہش بروزِ قیامت ذِلّت ورُسوائی کا باعث ہوگی، لہذا ایسا کوئی کام ہرگز نہ کیا جائے جس سے طلبِ شہرت، یا مقام ومنصب مقصود ہو! ؏

آج بنتا ہوں معزز جو کُھلے حشر میں عیب

آہ! رُسوائی کی آفت میں پھنسوں گا یارب[۳]

شہرت وناموَری سے بچنے کی فضیلت

عزیزانِ مَن! شہرت وناموَری سے بچنا اور گمنامی اختیار کرنا، حُصولِ ولایت کا بہترین ذریعہ ہے، حضرت سیّدنا مُعاذ بن جبل رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے،

(۱) "مُسند البزّار" أوّل الخامس والعشرين، والله المعين من حديث مُعاذ بن جبل، ر: ۲٦٥٧، ٧/ ١٠١.

(۲) "مرقاة المفاتيح" كتاب الآداب، باب ما ينهى عنه في التهاجُر ...إلخ، الفصل ۲، تحت ر: ٥٠٤٦، ٨/ ٧٧٨، ٧٧٩، ملخصاً.

(۳) "وسائلِ بخشش" "کب گناہوں سے کنارا میں کروں گا یارب، ص۸۵۔

تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْأَبْرَارَ الْأَتْقِيَاءَ الْأَخْفِيَاءَ، الَّذِينَ إِذَا غَابُوا لَمْ يُفْتَقَدُوا، وَإِنْ حَضَرُوا لَمْ يُدْعَوْا وَلَمْ يُعْرَفُوا، قُلُوبُهُمْ مَصَابِيحُ الْهُدَى، يَخْرُجُونَ مِنْ كُلِّ غَبْرَاءَ مُظْلِمَةٍ»[1] "یقیناً اللہ عَزَّوَجَلَّ کو ایسے نیک پرہیزگار پوشیدہ بندے پسند ہیں، کہ جب غائب ہوں تو تلاش نہ کیے جائیں، اور اگر حاضر ہوں تو مدعو نہ کیے جائیں، نہ پہچانے جائیں، ان کے دل ہدایت کے چراغ ہیں، وہ گرد آلُود تاریکیوں سے نکل جائیں گے" یعنی جو اپنی عبادت، رِیاضت اور شخصیت کو چُھپاتے ہیں، گمنامی کی زندگی گزارتے ہیں، اور شہرت وحُبِ جاہ کو ناپسند کرتے ہیں، وہ اللہ تعالی کے محبوب بندے بن جاتے ہیں!۔

طَلبِ شہرت اور حُبِ جاہ کی مذمّت میں بزرگانِ دین کے چند فرامین

حضراتِ گرامی قدر! ہمارے اَسلاف اور بزرگانِ دین شہرت وناموَری کو بے حد ناپسند فرمایا کرتے، اس سلسلے میں چند بزرگانِ دین کے اقوال حسبِ ذیل ہیں:

(۱) حضرت سیّدنا ایّوب سختیانی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی نے فرمایا: اللہ کی قسم! بندہ اس وقت تک اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تصدیق میں سچا نہیں، جب تک اُسے یہ پسند نہ ہو کہ اُس کی اپنی کوئی پہچان نہ ہو"[2] یعنی شہرت کی خواہش نہ رکھے، بلکہ اُس سے دُور بھاگے!۔

(۲) حضرت سیّدنا ابراہیم بن اَدہم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ "جس نے شہرت کو اچھا سمجھا اس نے اللہ تعالی کی تصدیق نہیں کی"[3]۔

---

(۱) "سنن ابن ماجه" كتاب الفِتن، ر: ٣٩٨٩، صـ٦٧٦، ٦٧٧.

(۲) "إحياء علوم الدين" كتاب ذمّ الجاه والرياء، بيان ذمّ الشُهرة ...إلخ، ٣/ ٢٩٢.

(۳) المرجع نفسه.

(۳) حضرت سیّدنا سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا: "بزرگانِ دین شہرت کو ناپسند فرمایا کرتے، چاہے وہ عمدہ لباس کے ذریعے ہو یا ہلکے لباس کے ذریعے؛ کیونکہ نگاہیں تو دونوں کی طرف اٹھتی ہیں!"[1]۔

(۴) حضرت سیّدنا بِشر حافی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا: "میں ایسے کسی شخص کو نہیں جانتا جس نے شہرت کی چاہت کی ہو، اور اس کا دِین تباہ نہ ہوا ہو، اور وہ خود ذلیل ورُسوا نہ ہوا ہو"[2]۔

طلبِ شہرت اور حُبِ جاہ کے چند نقصانات

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! طلبِ شہرت اور حُبِ جاہ کے متعدّد نقصانات ہیں جن میں سے چند حسبِ ذیل ہیں:

نیک اعمال اکارت ہونے کا باعث

شہرت وناموَری، شان وشَوکت اور کسی دُنیوی مقام ومنصب کی خواہش سے کیا گیا اچھا عمل، اجر وثواب اور نیک اعمال اکارت وبرباد ہونے کا باعث ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ﴾[3] "جو آخرت کی کھیتی چاہے ہم اُس کے لیے کھیتی بڑھائیں، اور جو دنیا کی کھیتی چاہے ہم اُسے اُس میں سے کچھ دیں گے، اور آخرت میں اُس کا کچھ حصہ نہیں!"۔

حکیم الاُمّت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اس آیتِ مُبارکہ کی تفسیر میں لکھتے

---

(۱) المرجع السابق.
(۲) المرجع السابق.
(۳) پ۲۵، الشُوری: ۲۰.

ہیں: "یعنی (جو) اللہ کی رِضا اور جنابِ مصطفی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی خوشنودی چاہے، رِیا کے لیے اعمال نہ کرے، (ہم) اُسے زیادہ نیکیوں کی توفیق دیں گے، اس کے لیے نیک کام آسان کر دیں گے، اسے اعمال کا ثواب بے حساب بخشیں گے۔ (اور جو دنیا کی کھیتی چاہے) کہ محض دُنیا کمانے کے لیے نیکیاں کرے، عزّت وجاہ (شہرت اور واہ واہ) کے لیے عالم یا حاجی بنے، (مالِ) غنیمت (پانے) کے لیے غازی (بنے)، (آخرت میں اُس کا کچھ حصہ نہیں)؛ کیونکہ اُس نے آخرت کے لیے اعمال کیے ہی نہیں"[۱]۔

حضرت سیّدنا ابن عبّاس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: «إِيَّاكُمْ أَنْ تخلطوا طَاعته بحُب ثَنَاءِ الْعِباد إِيَّاكُمْ، فتحبط أَعمالكُم»[۲] "اللہ تعالی کی اِطاعت کو لوگوں کی تعریف کے ساتھ باہم ملانے سے بچو؛ کہ کہیں تمہارے اعمال برباد نہ ہو جائیں!"۔

دین کو نقصان پہنچانے کا باعث

میرے محترم بھائیو! عزّت، شہرت اور مقام ومنصب کی خواہش ومحبت، انسان کے دین کو نقصان پہنچانے کا باعث ہے، حضرت سیّدنا کعب بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «مَا ذِئْبَانِ جَائِعَانِ أُرْسِلاَ فِي غَنَمٍ بِأَفْسَدَ لَهَا، مِنْ حِرْصِ الْمَرْءِ عَلَى الْمَالِ وَالشَّرَفِ لِدِينِهِ»[۳] "اگر دو۲ بُھوکے بھیڑیے بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیے جائیں، تو وہ اتنا

(۱) "تفسیر نور العرفان" پ۲۵، الشوریٰ، زیرِ آیت: ۲۰، صـ۷۷۷۔
(۲) "الفردَوس بمأثور الخطاب" للدَيلمي، باب الألف، فصل، ر: ۱۵۶۳، ۱/ ۳۸۸.
(۳) "سنن الترمذي" كتاب الزُهد، ر: ۲۳۷۶، صـ ۵٤۱.

نقصان نہیں پہنچاتے، جتنا نقصان مال ودَولت پر حرص کرنے (یعنی حُبِ جاہ ومال) سے اس کے دِین کو پہنچتا ہے"۔

حکیم الاُمّت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اس آیتِ مُبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ "(حدیثِ پاک میں) نہایت نفیس تشبیہ ہے، مقصد یہ ہے کہ مؤمن کا دِین گویا بکری ہے، اور اس کی حرصِ مال، حرصِ عزّت گویا دو ۲ بُھوکے بھیڑیے ہیں، مگر یہ دونوں بھیڑیے مؤمن کے دِین کو اُس سے زیادہ برباد کرتے ہیں، جیسے ظاہری بُھوکے بھیڑیے بکریوں کو تباہ کرتے ہیں؛ کہ انسان مال کی حرص (لالچ) میں حرام وحلال کی تمیز نہیں کرتا، اپنے عزیز اوقات کو مال حاصل کرنے میں ہی خرچ کرتا ہے، پھر عزّت حاصل کرنے کے لیے ایسے جَتن کرتے ہیں جو بالکل خلافِ اسلام ہیں"[1]۔ع

جاہ وجلال دو نہ ہی مال ومَنال دو
سَوزِ بلال بس مِری جھولی میں ڈال دو

دنیا کے سارے غم مِرے دل سے نکال دو
غم اپنا یا نبی مجھے بہرِ بلال دو[2]

(۱) "مرآۃ المناجیح" دل کو نرم کردینے والی باتوں کا بیان، دکھلاوے اور شہرت کا بیان، دوسری فصل، تحت حدیث: ۵۱۸۱، ۷/۱۴۔

(۲) "وسائلِ بخشش" جاہ وجلال دو نہ ہی مال ومَنال دو، ص۳۰۵۔

فُضول خرچی اور اِسراف

عزیزانِ محترم! "شہرت اور حُبِ جاہ کی خواہش اِسراف کا باعث بھی بنتی ہے، شادی بیاہ کے موقع پر اِنسان دِکھلاوے اور نمود ونمائش کے چکر میں، اپنا کروڑوں روپیہ پانی کی طرح بہادیتا ہے، ہزاروں روپے کے مہنگے ترین ملبوسات خریدے جاتے ہیں، بڑے بڑے شادی ہالز (Marriage Halls) کی بکنگ کروائی جاتی ہے، ضرورت سے زائد متعدّد اَنواع واَقسام کے کھانوں کا اہتمام کیا جاتا ہے، رسمِ مہندی کے نام پر فحاشی وبے حیائی کا طوفان برپا کیا جاتا ہے، ناچنے گانے والیوں پر دَولت نچھاوَر کی جاتی ہے، اور ان سب عوامل کے پیچھے صرف ایک ہی مقصد کارفرما ہوتا ہے، اور وہ ہے شُہرت ودِکھلاوے کی بُھوت سواری؛ تاکہ محلّہ وبرادری میں ہماری ناک اونچی ہو، لوگ ہماری شادی کو مدّتوں یاد رکھیں، اور اس کی مثالیں دیں... وغیرہ وغیرہ"[1]۔

مادّی اُمور میں ایک دوسرے پر سبقت کی کوشش انتہائی مذموم ہے

حضراتِ گرامی قدر! دنیا کی مادّی اشیاء اور طرزِ زندگی (Lifestyle) میں ایک دوسرے پر سبقت بھی، طلبِ شہرت اور حُبِ جاہ میں داخل ہے، مثلاً اگر کوئی رشتہ دار ہم سے مہنگی یا اچھے ماڈل کی گاڑی خرید لے، تو ہماری کوشش ہوتی ہے کہ اُس سے بھی بہتر اور اَپ ماڈل (Up Model) کی گاڑی خریدیں۔ اسی طرح اگر کوئی رشتہ دار یا دوست اچھا گھر بنالے، تو ہم اس سے بھی خوبصورت، مہنگا اور اچھا گھر بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایسی سوچ اور طرزِ عمل انتہائی مذموم ہے؛ کیونکہ دنیاوی

---

(۱) "تحسینِ خطابت ۲۰۲۲ء" اپریل، فُضول خرچی اور اِسراف کی مذمّت، ۲۹٦/۱۔

اُمور میں ایک دوسرے پر برتری کے لیے شب وروز ایک کرنا کسی طَور پر دانشمندی نہیں، لہذا اگر ایک دوسرے پر سبقت کی کوشش کرنی ہی ہے تو نیکی اور بھلائی کے کاموں میں کریں، ایک دوسرے کے مقابلے میں فرائض وواجبات کی زیادہ سے زیادہ پابندی کریں، صدقہ وخیرات دیں، یتیموں، مسکینوں اور غریبوں کی خبر گیری کریں؛ کہ ایسا کرنے والوں کے لیے آخرت میں بڑا اجر وثواب ہے۔

ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ۝٢٢ عَلَى الْأَرَائِكِ يَنظُرُونَ ۝٢٣ تَعْرِفُ فِي وُجُوهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيمِ ۝٢٤ يُسْقَوْنَ مِن رَّحِيقٍ مَّخْتُومٍ ۝٢٥ خِتَامُهُ مِسْكٌ ۚ وَفِي ذَٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ﴾[1] "یقیناً نیکو کار ضرور چین میں ہیں، تختوں پر دیکھتے ہیں (اللہ تعالی کے اِنعام واِکرام کو) تو اُن کے چہروں پر تازگی پہچانے (کہ وہ خوشی سے چمکتے دمکتے ہوں گے) نتھری (خالص وپاک) شراب پلائے جائیں گے جو مُہر کی ہوئی رکھی ہے (اور اللہ تعالی کے نیک بندے ہی اُس کی مُہر توڑیں گے) اُس کی مُہر مشک پر ہے، اور اسی پر چاہیے کہ للچائیں للچانے والے"۔

یعنی جنّت میں اس مقام کو پانے کے لیے اِطاعت وفرمانبرداری میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کریں، اور طلبِ شہرت اور حُبِ جاہ سمیت تمام گناہوں اور بُرائیوں سے باز رہیں!۔

طلبِ شہرت اور حُبِ جاہ سے نَجات کے لیے چند مؤثر علاج

حضراتِ ذی وقار! طلبِ شہرت وحُبِ جاہ کا مرض انسان کی دنیا وآخرت

(۱) پ۳۰، المطففين: ۲۲- ۲٦.

دونوں کی تباہی وبربادی کا باعث بنتا ہے، لہذا اس کا علاج فوری طَور پر انتہائی ضروری ہے، اس سلسلے میں چند مؤثر علاج حسبِ ذیل ہیں:

(۱) طلبِ شہرت اور حُبِ جاہ کا مقصد عام طور پر لوگوں میں مقبولیت حاصل کرنا، اُن سے واہ واہ اور زندہ باد کے نعرے لگوانا ہوتا ہے، جو ایک فانی چیز ہے، لہذا انسان اپنے آپ کو باوَر کرائے کہ اگر وہ دنیا بھر میں شہرت حاصل کرلے، اور دنیا کے بڑے سے بڑے منصب تک پہنچ بھی جائے، تو یہ جاہ ومنصب اور شہرت زیادہ سے زیادہ مَوت تک برقرار رہے گی، جیسے ہی مَوت کا فرشتہ ہماری رُوح قبض کرے گا، سب کچھ اُسی وقت ختم ہوجائے گا، لہذا اُن اُمور اور صالح کاموں کو انجام دینے کی کوشش کرے جو باقی رہنے والے ہیں، اور بروزِ قیامت ہمارے گناہوں کی بخشش ومغفرت کا سبب بنیں!۔

(۲) جہاں تک ممکن ہو لوگوں سے میل جَول کم رکھا جائے، اور شہرت کے بجائے گمنامی کی زندگی گزارنے کو ترجیح دی جائے۔

(۳) فلاح وبہبود اور نیکی کے کاموں کی تشہیر نہ کی جائے، اور نہ ہی لوگوں سے بھلائی کے بدلے میں کسی دُنیوی مفاد کی توقُّع یا خواہش رکھے۔

(۴) سَستی شہرت حاصل کرنے کے لیے سوشل میڈیا (Social Media) پر فحاشی وبےحیائی پر مبنی ویڈیو کلپس (Video Clips) اَپلوڈ (Upload) کرنے، اور غیر اَخلاقی مَواد شیئر (Share) کرنے سے مکمل طَور پر اجتناب کیا جائے۔

نیز بعض حضرات صرف اپنے فیس بک پیج (Facebook Page) اور یوٹیوب چینل (YouTube Channel) پر فالوَرز (Followers)، سبسکرائبرز (Subscribers)، اور لائکس (Likes) بڑھانے کے چکر میں، بازاری لب ولہجہ اور غیر سنجیدہ گفتگو کرتے ہیں، نازیبا اور اَوچھی حرکتیں کرتے ہیں، اور اس کام میں نَواجوان لڑکے لڑکیوں سے لے کر بوڑھے، حتی کہ نہایت ضعیف العمر اَفراد تک ملوَّث نظر آتے ہیں، اور فحاشی وبے حیائی میں ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی سرتوڑ کوشش کرتے دکھائی دیتے ہیں، جبکہ ایک مسلمان ہونے کے ناطے ایسا طرزِ عمل ہمیں کسی طَور پر زَیب نہیں دیتا! لہذا ایسے اُمور سے بہر صورت گریز کیا جائے؛ کہ اسی میں دنیاوآخرت کی خیر وبھلائی اور بہتری ہے!۔

حُبِ جاہ اور شہرت کا طلبگار کسی مقام ومنصب یا شہرت کی لالچ میں وزیروں، افسروں اور مالداروں کے ساتھ تعلقات بنانے، اور اُن کی تعظیم وتکریم میں حد درجہ مُبالغہ آرائی کی کوشش میں لگا رہتا ہے، ایسے شخص کو چاہیے کہ حُبِ جاہ کی تباہ کاریوں پر غور کرے، اور خُوب ہوشیار ہو جائے کہ جاہ ومنصب اور شہرت کَسی آزمائش سے کم نہیں، لہذا اس سے کوسوں دُور رہنے میں ہی عافیت، عافیت اور عافیت ہے!۔

خلاصۂ کلام

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! طلبِ شہرت اور جاہ ومنصب ایک مُوذِی مرض ہے، اور بسا اَوقات انسان اس کی خاطر کبیرہ گناہوں کے اِرتکاب سے بھی نہیں چُوکتا، لہذا ہمیں چاہیے کہ اپنے معمولات کا بغور جائزہ لیں، اور دیکھیں کہ ہم کوئی کام شہرت ونامورَی اور حُبِ جاہ یا کسی منصب کے حُصول کے لیے تو نہیں کر

رہے ! اگر اپنے اقوال وافعال میں کوتاہی پائیں تو بزرگانِ دین کے طرزِ عمل کو سامنے رکھتے ہوئے فَوراً اپنی اِصلاح کریں !۔

دعا

اے اللہ ! ہمیں طلبِ شہرت ، دکھلاوا اور حُبِ جاہ ومنصب کے مرض سے نَجات عطا فرما ، اعمالِ صالحہ میں اِخلاص کی دَولت عطا فرما ، اپنی عبادت ورِیاضت کا ڈھنڈورا پیٹنے سے بچا ، انہیں مخفی رکھنے کی توفیق عطا فرما ، خود نمائی کے مُوذِی مرض سے نَجات عطا فرما ، گوشہ نشینی اختیار کرنے کی سوچ عطا فرما ، طلبِ شہرت اور طلبِ منصب کے باعث روزِ حشر ہونے والی ذِلّت ورُسوائی سے محفوظ فرما ، اور اپنے غضب ، ناراضگی اور عذابِ جہنّم سے بچا ، آمین یاربّ العالمین !۔

مہمان نوازی کی اہمیت وفضیلت

(جمعۃ المبارک ۲۶ربیع الاوّل ۱۴۴۵ھ - ۱۳/۱۰/۲۰۲۳ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافِعِ یومِ نشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

اِیمان کی علامت

برادرانِ اسلام! مہمان نوازی انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی سنّت اور علامتِ اِیمان ہے، اللہ رب العالمین نے قرآنِ حکیم میں حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی مہمان نوازی کا باقاعدہ ذکر فرمایا، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ﴾[1] "اور یقیناً ہمارے فرشتے (انسانی شکل میں) ابراہیم کے پاس مژدہ (خوشخبری) لے کر آئے، بولے: سلام، کہا: سلام، پھر (حضرت ابراہیم نے) کچھ دیر نہ کی کہ ایک بچھڑا بُھنا (ہوا) لے آئے"۔

(۱) پ۱۲، هود: ٦٩.

"تفسیرِ قُرطُبی" میں ہے کہ "حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام وہ پہلے انسان ہیں جنہوں نے دنیا میں مہمان نوازی کا طریقہ رائج فرمایا"[1]۔

مہمان نوازی کے حوالے سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا طرزِ عمل

عزیزانِ محترم! مہمان نوازی کے حوالے سے رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا طرزِ عمل بڑا مثالی ہے، سروَر دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مہمانوں کا بڑا خیال رکھا کرتے، اور انہیں ہمیشہ اپنی ذات پر ترجیح دیتے، یہاں تک کہ مہمان نوازی کی خاطر اگر قرض لینا پڑتا تو اُس سے بھی گریز نہ فرماتے۔ ایک بار سروَرِ دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے یہاں مہمان حاضر ہوا تو حضور نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قرض لے کر اس کی مہمان نوازی فرمائی۔

حضرت سیّدنا ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک مہمان کی آمد کے باعث) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے ایک یہودی کے پاس بھیجا اور فرمایا: «يَقُولُ لَكَ مُحَمَّدٌ رَسُولُ الله: أَسْلِفْنِي دَقِيقاً إِلَى هِلَالِ رَجَبٍ» "(اُسے کہنا کہ) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تم سے فرمایا ہے کہ مجھے کچھ آٹا (بطور قرض) دے دو، میں رجب کے چاند (یعنی آغاز) تک ادا کردوں گا" یہودی نے کہا کہ جب تک کچھ گِروِی نہیں رکھو گے قرض نہیں دُوں گا، حضرت سیّدنا ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں واپس آیا اور سرکارِ دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کا جواب عرض کیا، رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «وَاللهِ إِنِّي لَأَمِينٌ فِي أَهْلِ السَّمَاءِ، أَمِينٌ فِي أَهْلِ الْأَرْضِ، وَلَوْ أَسْلَفَنِي أَوْ بَاعَنِي لَأَدَّيْتُ إِلَيْهِ! اذْهَبْ بِدِرْعِي»[2] "اللہ کی قسم! میں اہلِ آسمان میں امین ہوں اور

(۱) "تفسير القُرطُبي" پ۱۲، هود، تحت الآية: ٦٩، الجزء ۹، صـ٥٦.
(۲) "مُسند البزّار" مسند أبي رافع مولى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عنه، ر: ۳۸٦۳، ۹/ ۳۱٥.

اہلِ زمین میں بھی امین ہوں، اگر وہ قرض دے دیتا تو میں ضرور ادا کر دیتا! (بہر حال اب)تم میری زِرہ (Armour) لے جاؤ (اور گِروِی رکھ کر قرض لے آؤ)"۔

حضور نبئ کریم ﷺ کی مہمان نوازی سے متعلق "مصنَّف ابن ابي شَيبہ" میں ہے کہ ایک دیہاتی رسول کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور بھوک کی شکایت کی، رسول اللہ ﷺ اپنی (ازواجِ مطہَّرات کے) گھروں میں تشریف لے گئے، پھر باہر تشریف لائے تو ارشاد فرمایا: «مَا وَجَدْتُ لَكَ فِي بُيُوتِ آلِ مُحَمَّدٍ شَيْئاً» "مجھے آلِ رسول ﷺ کے گھروں میں تمہارے لیے کوئی چیز نہیں ملی" اسی دَوران حضور نبئ کریم ﷺ کی بارگاہ میں بھُنی ہوئی بکری پیش کی گئی، حضور نبئ کریم ﷺ نے اُسے دیہاتی (مہمان) کے سامنے رکھ دیا(اور) فرمایا: «اطْعَمْ»(۱) "تم کھاؤ"یعنی حضور نبئ کریم ﷺ نے کاشانۂ نبوّت میں جاری فاقوں کی پرواہ نہ فرمائی، اور اپنے اہل وعِیال کے مقابلے میں مہمان کو ترجیح دی، اور بطور ہدیہ پیش کی جانے والی بھنی ہوئی بکری سے مہمان کی خاطر تواضُع فرمائی۔

مہمان نوازی کے حوالے سے حضور نبئ کریم ﷺ کے اس طرزِ عمل کو سامنے رکھتے ہوئے، اُن لوگوں کو خوب غَور وفکر کرنا چاہیے جو مہمانوں پر اپنی ذات کو ترجیح دیتے ہیں، اِستطاعت کے باوُجود اُن کی اچھی خاطر تواضُع نہیں کرتے، تنگ دِلی کا مُظاہرہ کرتے ہیں، اور مہمان کی آمد پر غربت اور حالات کا رونا دھونا لے کر بیٹھ جاتے ہیں، اپنے اہل وعِیال کے ساتھ لڑائی جھگڑا شروع کر دیتے ہیں؛ تاکہ مہمان گھر میں غربت اور کشیدہ

---

(۱) "مصنَّف ابن أبي شَيبة" كتاب الدعاء، الرجل يصيبه الجوع ...إلخ، ر: ۳۰۱۹۵، ۱۵/ ۲۹۵.

ماحَول دیکھ کر جلد رخصت ہو جائے ...وغیرہ وغیرہ۔ ایسا طرزِ عمل بحیثیت مسلمان ہمیں کسی طَور پر زَیب نہیں دیتا؛ کیونکہ ہم تو اُس نبی ﷺ کے اُمّتی ہیں جو مہمان کی خاطرداری اور مہمان نوازی کے لیے قرض لینے سے بھی گریز نہیں فرماتے تھے!۔

ہاں اگر کسی کے گھر میں واقعی بہت زیادہ غربت ہو، تو مہمان کو چاہیے کہ اُن کے ہاں اپنے قیام کو طویل نہ کرے، طرح طرح کے کھانوں کی فرمائش نہ کرے، جو مل جائے وہی کھا لے، اور بوقتِ رخصت مسلمان بھائی کی دِل جُوئی اور خیر خواہی کی نیّت سے اُن کے بچوں یا گھر والوں کو کچھ پیسے دے؛ تاکہ اُن کی کچھ مدد ہو جائے اور سفید پوشی کا بھرم بھی برقرار رہے!۔

مہمان نوازی میں صحابۂ کرام کا طرزِ عمل

حضراتِ گرامی قدر! حضور نبئ کریم ﷺ کی پیروی میں صحابۂ کرام بھی بڑے مہمان نواز تھے، ان حضرات کی مہمان نوازی کا یہ عالَم تھا کہ مہمان کے بغیر کھانا نہ کھاتے، اور مہمانوں کے انتظار میں سارا سارا دن کچھ کھائے پیے بغیر ہی گزار دیا کرتے، اللہ رب العالمین نے صحابۂ کرام کی اس مہمان نوازی کا قرآنِ کریم میں ذکر فرمایا، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا﴾(۱) "تم پر کوئی اِلزام نہیں کہ مِل کر کھاؤ یا الگ الگ"۔

صدر الاَفاضل علّامہ سیّد نعیم الدین مُرادآبادی رحمہ اللہ تعالی علیہ اس آیتِ مبارکہ کے تحت لکھتے ہیں کہ "قبیلہ بنی لیث بن عَمرو کے لوگ تنہا بغیر مہمان کے کھانا نہ کھاتے تھے، کبھی کبھی مہمان نہ ملتا تو صبح سے شام تک کھانا لیے بیٹھے رہتے، ان کے حق میں

(۱) پ۱۸، النور: ٦١.

یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی"[1]۔ مذکورہ بالا آیتِ مبارکہ اس بات پر واضح دلیل ہے کہ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم بڑے مہمان نواز ہوا کرتے تھے۔

اِخلاص کے ساتھ کسی مسلمان کی مہمان نوازی کا اجر و ثواب

حضراتِ محترم! اِخلاص کے ساتھ کسی مسلمان کی مہمان نوازی، اجر و ثواب اور دُخولِ جنّت کا ذریعہ ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَ یُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّهٖ مِسْكِیْنًا وَّ یَتِیْمًا وَّ اَسِیْرًا ۝۸ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِیْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّ لَا شُكُوْرًا ۝۹ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا یَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِیْرًا ۝۱۰ فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْیَوْمِ وَ لَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّ سُرُوْرًا ۝۱۱ وَ جَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّ حَرِیْرًا﴾[2] "(اللہ کے نہایت نیک بندے) کھانا کھلاتے ہیں اُس کی محبت پر مسکین، اور یتیم اور اَسیر (قیدی) کو، ان سے کہتے ہیں کہ ہم تمہیں خاص اللہ کے لیے کھانا دیتے ہیں، تم سے کوئی بدلہ یا شکر گزاری نہیں مانگتے، یقیناً ہمیں اپنے رب سے ایک ایسے دن کا ڈر ہے جو بہت تُرش نہایت سخت ہے، تو انہیں اللہ نے اُس دن کے شَر سے بچا لیا، اور انہیں تازگی اور شادمانی دی، اور اُن کے صبر پر انہیں جنّت اور ریشمی کپڑے صِلہ میں دیے"۔

مہمان نوازی جنّت میں داخلے کا سبب ہے

عزیزانِ مَن! مہمان نوازی جنّت میں داخلے کا سبب ہے، حضرت سیّدنا ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، مصطفیٰ جانِ رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: «مَنْ أَقَامَ الصَّلَاةَ، وَآتَى الزَّكَاةَ، وَحَجَّ الْبَيْتَ، وَصَامَ رَمَضَانَ، وَقَرَى الضَّيْفَ،

(۱) "تفسیر خزائن العرفان" پ۱۸، النور، زیرِ آیت: ۶۱، ص۶۵۱۔
(۲) پ۲۹، الدھر: ۸- ۱۲.

دَخَلَ الْجَنّةَ»⁽¹⁾ "جو نماز قائم کرے، زکاۃ ادا کرے، بیت اللہ کا حج کرے، رمضان کے روزے رکھے، اور مہمان نوازی کرے، وہ جنّت میں داخل ہو گا"۔

حضرت سیّدنا اَنس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، مصطفی جانِ رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: «مَنْ أَضَافَ مُؤْمِناً، أَوْ خَفَّ لَهُ فِي شَيْءٍ مِنْ حَوَائِجِهِ، كَانَ حَقّاً عَلَى الله أَنْ يُخْدِمَهُ وَصِيفاً فِي الْجَنَّةِ»⁽²⁾ "جس نے کسی مسلمان کی مہمان نوازی کی، یا اس کی حاجات میں سے کوئی حاجت پوری کر دی، اللہ تعالی کے ذمّۂ کرم پر ہے کہ جنّت میں اُسے خُدّام عطا کرے"۔

مہمان کی آمد خیر وبرکت کا سبب ہے

جانِ برادر! مہمان کی آمد رحمت اور خیر وبرکت کا سبب ہے، حضرت سیّدنا اَنس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرورِ کونین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: «الْخَيْرُ أَسْرَعُ إِلَى الْبَيْتِ الَّذِي يُغْشَى، مِنَ الشَّفْرَةِ إِلَى سَنَامِ الْبَعِيرِ»⁽³⁾ "بھلائی اُس گھر کی طرف کوہان میں چُھری چلنے سے بھی زیادہ تیزی سے آتی ہے، جس گھر میں مہمان رات گزارے"۔ یعنی جس گھر میں مہمان ہو وہاں خیر و برکت انتہائی سُرعت (تیزی) سے آتی ہے۔

حکیم الاُمّت مفتی احمد یار خان نعیمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں کہ "اُونٹ کی کوہان میں ہڈی نہیں ہوتی، چربی ہی ہوتی ہے، اسے چُھری

---

(١) "المعجم الكبير" للطَبَراني، باب العين، ر: ١٢٦٩٢، ١٢/ ١٠٦.

(٢) "مَكارم الأخلاق" للطَبَراني، باب آخر في ذلك، ر: ٩٤، صـ٣٤٥.

(٣) "سنن ابن ماجه" كتاب الأطعِمة، باب الضيافة، ر: ٣٣٥٦، صـ٥٧٢.

بہت ہی جلد کاٹتی ہے، اور اس کی تہہ تک پہنچ جاتی ہے، اس لیے اس سے تشبیہ دی گئی، یعنی ایسے گھر میں خیر وبرکت بہت جلد پہنچتی ہے"[۱]۔

گناہوں کی بخشش کا سبب

میرے محترم بھائیو! بعض لوگ گھر میں مہمانوں کی آمد پر بڑی ناگواری کا اظہار کرتے ہیں، اور انہیں بوجھ محسوس کرتے ہیں، ایسا طرزِ عمل کسی طَور پر دُرست نہیں؛ کیونکہ مہمان بوجھ نہیں بلکہ اللہ کی رحمت ہے، نیز اُس کا رزق اُس کے ساتھ آتا ہے، جیساکہ حضرت سیّدنا ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رحمتِ عالمیان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «الضيفُ ينزل برِزقه، ويرتحل وقد غفرَ الله لأهل المنزل»[۲] "جب مہمان کسی کے یہاں آتا ہے تو اپنا رزق لے کر آتا ہے، اور جب اُس کے ہاں سے جاتا ہے تو اللہ تعالی (مہمان کی آمد کے سبب) صاحبِ خانہ (میزبان) کے گناہ بخش دیتا ہے"۔ لہذا گھر میں مہمانوں کی آمد پر خوشی کا اظہار کریں، ناگواری اور بوجھ خیال نہ کریں، بلکہ انہیں اپنے گناہوں کی بخشش ومغفرت کا ذریعہ وسبب جانیں!۔

مہمان کا احترام واِکرام لازم ہے

حضراتِ گرامی قدر! مہمان کا احترام واِکرام لازم ہے، لہذا مہمان کی خاطر تواضُع میں کمی نہیں کرنی چاہیے، اس مُعاملے میں اللہ جلّ جلالہ سے ڈرنا چاہیے، اور ایسا کوئی عمل یا بات نہیں کرنی چاہیے جس سے مہمان کو تکلیف پہنچے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿قَالَ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ ضَيْفِيْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ ۝۶۸ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ﴾[۳] "لُوط

(۱) "مرآۃ المناجیح" کھانوں کا بیان، دعوت کا بیان، پہلی فصل، تحت حدیث: ۴۲۶۰، ۶/۶۳۔
(۲) "كشف الخفاء ومُزيل الإلباس" حرف الهمزة، ر: ۱۹٦، ۱/ ۹٦.
(۳) پ ۱٤، الحجر: ٦٨، ٦٩.

(علیہ الصلاۃ والسلام) نے کہا: یہ میرے مہمان ہیں (انہیں رُسوا کرکے) مجھے شرمندہ نہ کرو، اور اللہ سے ڈرو اور مجھے رُسوا نہ کرو"۔

اس آیتِ مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مہمان کی عزّت واحترام میں میزبان کی عزّت ہے، اور مہمان کی ذِلّت ورُسوائی میں میزبان کی ذِلّت ورُسوائی ہے۔

مہمان نوازی کی تاکید

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! احادیثِ مبارکہ میں مہمان نوازی کی بڑی تاکید فرمائی گئی ہے، حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، سرورِ دوجہاں صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِالله وَالْيَوْمِ الآخِرِ، فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ»[1] "جو اللہ تعالی اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ اپنے مہمان کی تکریم کرے!"۔

حکیم الاُمّت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالی علیہ اس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں کہ "مہمان کا احترام یہ ہے کہ اس سے خندہ پیشانی سے ملے، اس کے لیے کھانے اور دوسری خدمات کا انتظام کرے، حتَی الاِمکان اپنے ہاتھ سے اس کی خدمت کرے، بعض حضرات خود مہمان کے آگے دسترخوان بچھاتے، اُس کے ہاتھ دھلاتے ہیں، یہ اسی حدیث پر عمل ہے، بعض لوگ مہمان کے لیے بقدرِ طاقت اچھا کھانا پکاتے ہیں، وہ بھی اس عمل پر ہے جسے مہمان کی خاطر تواضُع کہتے ہیں۔ (البتہ) اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ جو مہمان کی خدمت نہ کرے وہ کافر ہے، مطلب یہ ہے کہ مہمان کی خاطر تقاضائے ایمان کا ہے، جیسے باپ اپنے بیٹے سے کہے کہ اگر تو میرا بیٹا ہے تو میری خدمت کر، مہمان کی خاطر (تواضُع) مؤمن کی

(۱) "صحيح البخاري" كتاب الأدب، ر: ٦١٣٨، صـ١٠٦٩.

علامت ہے۔ خیال رہے کہ پہلے دن مہمان کے لیے کھانے میں تکلُّف کر، پھر دو ۲ دن درمیانہ کھانا پیش کر، تین ۳ دن کی بھی مہمانی ہوتی ہے، بعد میں صدقہ ہے"[1]۔

مہمان کا اچھے انداز سے استقبال

جانِ برادر! مہمان کا اچھے طریقے اور خوش دلی سے استقبال بھی مہمان نوازی میں داخل ہے، حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے، مصطفی جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: «أَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ»[2] "لوگوں کو ان کے مَراتب ودرَجات کے مطابق اُتارو" یعنی ان کے مقام ومرتبہ کے مطابق ان کی عزّت اَفزائی اور مہمان نوازی کرو!۔

مہمان نوازی کی مدّت تین دن ہے

حضراتِ گرامی قدر! مہمان نوازی کی زیادہ سے زیادہ مدّت تین ۳ دن ہے، حضرت ابو شُرَیح کعبی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، مصطفی جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: «مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَاليَوْمِ الآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيفَهُ، جَائِزَتُهُ يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ، وَالضِّيَافَةُ ثَلاَثَةُ أَيَّامٍ، فَمَا بَعْدَ ذَلِكَ فَهُوَ صَدَقَةٌ، وَلاَ يَحِلُّ لَهُ أَنْ يَثْوِيَ عِنْدَهُ حَتَّى يُحْرِجَهُ»[3] "جو شخص اللہ اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ مہمان کا اکرام کرے، ایک دن رات اس کی خاطر داری ہے (یعنی مہمان کی خُوب آؤ بھگت

---

(۱) "مرآۃ المناجیح" کھانوں کا بیان، دعوت کا بیان، پہلی فصل، تحتِ حدیث: ۴۲۴۳، ۶/۴۹۔

(۲) "سنن أبي داود" كتاب الأدب، باب في تنزيل الناس منازلهم، ر: ٤٨٤٢، صـ٦٨٤.

(٣) "صحيح البخاري" كتاب الأدب، باب إكرام الضيف ...إلخ، ر: ٦١٣٥، صـ١٠٦٩.

کرے، اور اُس کے لیے اچھا کھانا تیار کرائے)، اور ضِیافت (دعوت) تین ۳ دن ہے (یعنی دوسرے اور تیسرے دن درمیانہ کھانا پیش کرے)، اور تین ۳ دن کے بعد صدقہ ہے، اور مہمان کے لیے حلال نہیں کہ (تین ۳ دن سے زیادہ) کسی کے ہاں ٹھہر کر اُسے حرج میں مبتلا کرے"۔

حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «إِنَّ الضِّيَافَةَ ثَلَاثَةٌ، فَمَا زَادَ فَهُوَ صَدَقَةٌ»[1] "مہمان نوازی تین ۳ دن تک ہے، اور جو اس سے زائد ہو وہ صدقہ ہے"۔

لہذا مہمان کو چاہیے کہ کسی کے گھر تین ۳ دن سے زیادہ قیام نہ کرے؛ کیونکہ ممکن ہے میزبان مالی مسائل کا شکار ہو، اور مہمان کی خاطر داری اور مہمان نوازی کے لیے اس کے پاس مالی وسائل کی کمی ہو، یا اس کے کام کاج کا حرج ہو رہا ہے۔ "صحیح مسلم" میں حضرت سیّدنا ابوشُرَیح خُزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «وَلَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ مُسْلِمٍ أَنْ يُقِيمَ عِنْدَ أَخِيهِ حَتَّى يُؤْثِمَهُ» "کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ اپنے مسلمان بھائی کے پاس (بطور مہمان) اتنی (زیادہ) دیر تک ٹھہرے کہ اسے گنہگار کر دے" صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! وہ (مہمان) اسے کیسے گنہگار کرے گا؟ رحمتِ عالمیان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «يُقِيمُ عِنْدَهُ وَلَا شَيْءَ لَهُ يَقْرِيهِ بِهِ»[2] "(اس طرح کہ) ایک شخص کسی کے ہاں (بطور مہمان اتنی زیادہ دیر) تک ٹھہرے، کہ اس کے پاس مہمان نوازی کے

(١) "مُسند الإمام أحمد" مُسند أبي هريرة رضي الله تعالى عنه، ر: ٩٥٦٩، ٣/ ٤٢٣.
(٢) "صحيح مسلم" كتاب اللقطة، باب الضيافة، ر: ٤٥١٤، صـ٧٦٦.

لیے کچھ نہ رہے"۔ ہاں اگر بذاتِ خود میزبان خُلوصِ دل اور محبت سے رُکنے کے لیے کہے، اوراس کی مالی صورتحال بھی مستحکم ہو، توتین ۳ دن سے زیادہ رُکنے میں حرج نہیں۔

مہمان نوازی نہ کرنے کا نقصان

عزیزانِ مَن! مہمان نوازی نہ کرنے والا خیر وبرکت سے محروم رہتا ہے، حضرت سیّدنا عقبہ بن عامر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: «لَا خَيْرَ فِيمَنْ لَا يُضِيفُ»[1] "اس شخص میں کوئی بھلائی نہیں ہے جو مہمان نوازی نہیں کرتا"۔

بُرائی کا بدلہ بھلائی سے دو

حضراتِ ذی وقار! اگر کسی شخص نے بطور میزبان ہماری مہمان نوازی میں کوتاہی برتی ہو، تواس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہم بھی جواباً ویسا ہی کریں، بلکہ بحیثیت مسلمان ہمیں چاہیے کہ بُرائی کا بدلہ بھلائی سے دیں، اور اچھے انداز سے اس کی مہمان نوازی کریں۔ حضرت سیّدنا ابوالاَحوص عَوف بن مالک بن نضلہ جُشَمی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، کہ انہوں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: یارسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم! میں ایک شخص کے پاس گیا، لیکن اُس نے میری عزّت وتکریم اور مہمان نوازی نہیں کی، اب وہ میرے ہاں آئے توکیا میں اُس کی عزّت وتکریم اور مہمان نوازی کروں یا اُس کے کیے کا بدلہ دُوں؟ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: «لاَ، أَقْرِهِ!»[2] "نہیں، بلکہ تم

---

(١) "مُسند الإمام أحمد" مسند الشامين، حديث عقبة بن عامر الجُهَني، ر: ١٧٤٢٤، ٦/ ١٤٢.

(٢) "سنن الترمذي" كتاب البِرّ والصِلة، باب ما جاء في الإحسان والعفو، ر: ٢٠٠٦، صـ٤٦٣.

اُسے مہمان بناؤ"یعنی مہمان نوازی کرو، اور عزّت واِکرام سے نوازو!۔

حکیم الاُمّت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالی علیہ اس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں کہ "اگر اُس نے تمہارے ساتھ بے مُروتی کی ہے، تم اس سے بے مُروتی نہ کرو، بُرائی کا بدلہ بھلائی سے دو، (اور) اُس کو حقِ مہمانی دو، رب تعالی فرماتا ہے: ﴿اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ السَّیِّئَةَ﴾[1] "سب سے اچھی بھلائی سے بُرائی کو دُور کرو"[2]۔

مہمان نوازی کے چند آداب

حضراتِ گرامی قدر! میزبان کے لیے مہمان نوازی کے متعدّد آداب ہیں، ان میں سے چند حسبِ ذیل ہیں:

(۱) میزبان کو چاہیے کہ نیک اور پرہیزگار لوگوں کو اپنا مہمان بنائے۔

(۲) مہمان کی بھرپور عزّت واِکرام کرے، اُسے اللہ کی رحمت جانے، اور اُس کی آمد پر خوشی کا اظہار کرے۔ (۳) شادی بیاہ یا کوئی اَور خوشی کا موقع ہو تو صرف سیاستدانوں، کاروباری شخصیات اور مالداروں کو دعوت نہ دے، بلکہ اپنی خوشی میں غریبوں کو بھی شریک کرے، اور انہیں بھی اپنا مہمان بنائے۔ (۴) وقتاً فوقتاً اپنے عزیز واَقارب اور رشتہ داروں کو بھی مہمان بنائے؛ تاکہ باہم محبت میں اِضافہ ہو، اور صِلہ رحمی کے حکم پر بھی عمل ہو۔ (۵) جب مہمان آجائے تو نہایت خوشدلی اور پُرجوش طریقے سے اُس کا استقبال کیا جائے۔ (۶) مہمان کی آمد کے بعد جتنی جلدی ممکن ہو اُسے عمدہ اور لذیذ کھانا پیش کیا جائے۔ (۷) جب تک مہمان کھانا کھا رہا ہو،

---

(۱) پ۱۸، المؤمنون: ۹۶.

(۲) "مرآۃ المناجیح" کھانوں کا بیان، دعوت کا بیان، دوسری فصل، حدیث:۴۲۴۸، ۶/ ۵۵۔

میزبان کو چاہیے کہ اُس وقت تک اپنا ہاتھ کھانے سے نہ روکے؛ تاکہ مہمان پیٹ بھر کر کھانا کھا سکے، ورنہ ممکن ہے کہ مہمان تکلُف سے کام لے اور بھوکا رہ جائے۔ (۸) میزبان کو چاہیے کہ مہمان کے پاس زیادہ سے زیادہ وقت گزارے، اس کی بات کو توجہ سے سُنے، اور اکتاہٹ و بے زاری کا اظہار نہ کرے۔ (۹) ایسا کوئی کام یا بات نہ کی جائے جو مہمان کے لیے اَذیت اور تکلیف و دُکھ کا باعث ہو۔ (۱۰) اگر مہمان کا ارادہ قیام کا ہو تو اُس کے رہنے کے لیے مناسب انتظام کیا جائے، اور اُس کے لیے صاف ستھرا بستر بچھایا جائے۔ (۱۱) اگر مہمان رخصت ہونا چاہے تو اُسے دروزے تک رخصت کرنے آئے، اور حقِ مہمانی میں کمی کوتاہی پر معذرت طلب کرے۔

مہمان کے لیے چند ضروری آداب

میرے محترم بھائیو! جس طرح میزبان کے لیے ضروری ہے کہ وہ مہمان نوازی کے آداب کو بجالائے، اسی طرح مہمان پر بھی لازم ہے کہ بطور مہمان جب کسی کے گھر جائے تو درج ذیل اُمور پیشِ نظر رکھے:

(۱) مہمان کو چاہیے کہ کسی کے گھر پر بغیر پیشگی اطلاع نہ جائے؛ کیونکہ ممکن ہے کہ صاحبِ خانہ گھر پر نہ ہو، یا وہ کسی اہم کام میں مصروف ہو، جس کے باعث مہمان کو وقت دینے سے قاصر ہو۔ (۲) مہمان کو چاہیے کہ کھانے وغیرہ کی فرمائش نہ کرے، بلکہ جو مل جائے خوشی خوشی کھالے۔ ہاں اگر میزبان کے ساتھ مہمان کی بے تکلُفی ہے، اور اس کا فرمائش کرنا میزبان کے لیے خوشی کا سبب ہوگا، تو فرمائشی کھانے پکوانے میں بھی حرج نہیں۔ (۳) میزبان کے گھر، کھانے اور بستر وغیرہ میں عیب نہ نکالے، بلکہ اگر مہمان نوازی سے خوش ہو تو بھرپور تعریف کرے؛ کہ مہمان

کا تعریف کرنا میزبان کے لیے خوشی ومسرّت کا باعث ہوتا ہے۔ (۴) بطور مہمان کسی کے گھر میں تین ۳دن سے زائد قیام نہ کیا جائے؛ کہ یہ اُن کے لیے حرَج کا باعث ہوگا۔ (۵) جب کسی کے گھر سے رخصت ہونے لگے، تو اَہلِ خانہ کی جان، مال، عزّت، آبرُو، رزق اور اَولاد وغیرہ میں برکت کے لیے خوب دعا کرے؛ کہ کھانا کھلانے اور مہمان نوازی کرنے والے کے لیے دعا کرنا سنّت ہے، حضرت مِقداد بن اَسوَد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے فرمایا: «اللهُمَّ أَطْعِمْ مَنْ أَطْعَمَنِي، وَاسْقِ مَنْ سَقَانِي»[1] "اے اللہ! جس نے مجھے کھلایا تُو اسے کھلا، اور جس نے مجھے پلایا تُو اسے کو پلا" یعنی ان کے رزق میں برکت عطا فرما!۔

خلاصۂ کلام

میرے عزیز دوستو، بھائیو، اور بزرگو! دینِ اسلام میں مہمان نوازی کی بڑی اہمیت اور قدر ومنزلت ہے، مگر نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مادّہ پرستی اور مفاد پرستی کے اس دَور میں ہم مسلمان اس بہترین صفت سے عاری ہوتے جارہے ہیں، اور وسائل ہونے کے باوُجود اپنے عزیز رشتہ داروں، بہن بھائیوں اور دوستوں کے ساتھ ساتھ غریبوں، یتیموں اور مسکینوں کی مہمان نوازی سے کتراتے ہیں، ان کی مہمان نوازی کو سعادت کے بجائے مالی بوجھ اور پیسے کا ضِیاں سمجھتے ہیں، جبکہ ایسا طرزِ عمل اسلامی تعلیمات اور ایک مسلمان کی شان کے مُنافی اَمر ہے، جسے کسی طَور پر بھی دُرست قرار نہیں دیا جاسکتا!۔

---

(۱) "صحيح مسلم" كتاب الأشربة، باب إكرام الضيف ...إلخ، ر: ۵۳۶۲، صـ۹۱۸.

دعا

اے اللہ! ہمیں مہمان نوازی کی اہمیت وفضیلت سمجھنے کی توفیق عطا فرما، مہمان کی خاطر تواضُع کی سعادت عطا فرما، مہمان کی آمد کو ہمارے لیے باعثِ رحمت بنا، گناہوں کی بخشش کا ذریعہ بنا، مہمان نوازی کی سنّت پر عمل کا جذبہ عنایت فرما، مہمان کے ساتھ خوشدلی کے ساتھ پیش آنے کی توفیق عطا فرما، مہمانوں کی آمد پر ناگواری کا اظہار کرنے سے بچا، اور ان کی آمد کو بوجھ خیال کرنے جیسی جاہلانہ سوچ سے بچا، آمین یاربّ العالمین!۔

علم کی اَہمیت وفضیلت

(جمعۃ المبارک ۱۱ ربیع الآخر ۱۴۴۵ھ - ۲۰۲۳/۱۰/۲۷ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِهِ وصحبِهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُر نور، شافِعِ یومِ نشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

علم ایک نُور اور بہت بڑی دَولت ہے

برادرانِ اسلام! دِین اسلام میں علم کو بڑی اہمیت حاصل ہے، علم ایک ایسا نُور ہے جس سے دل ودماغ کو وسعت اور نئی رَوشنی ملتی ہے، گفتگو کا سلیقہ آتا ہے، علم کی بدَولت انسان میں تحمل اور برداشت کا مادّہ پروان چڑھتا ہے، اچھے بُرے اور صحیح غلط کی تمیز سیکھتا ہے، علم ہمیں اعلی اَخلاقی اَقدار سے نہ صرف رُوشناس کراتا ہے، بلکہ انسانی کردار کی عظمت اور پستی کی گہرائیوں سے بھی آگاہ کرتا ہے، علم کی بدَولت حضرت سیّدنا آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو فرشتوں پر برتری عطا ہوئی، علم ایک ایسی دَولت ہے جس کی ہر انسان کو زندگی بھر اشدّ ضرورت رہتی ہے، تاریخ شاہد ہے کہ علم نے اَقوامِ عالَم کی تاریخ بدل کر رکھ دی!۔

دینِ اسلام میں علم کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے خُوب لگایا جا سکتا ہے، کہ مصطفی جانِ رحمت ﷺ پر سب سے پہلے جو وحی نازل ہوئی، وہ علم سے متعلق تھی، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿ اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الَّذِیۡ خَلَقَ ۚ﴿۱﴾ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍ ۚ﴿۲﴾ اِقۡرَاۡ وَ رَبُّكَ الۡاَكۡرَمُ ۙ﴿۳﴾ الَّذِیۡ عَلَّمَ بِالۡقَلَمِ ۙ﴿۴﴾ عَلَّمَ الۡاِنۡسَانَ مَا لَمۡ یَعۡلَمۡ ﴾[1] "پڑھیے اپنے رب تعالی کے نام سے، جس نے پیدا کیا آدمی کو خون کی پھٹک سے بنایا، پڑھیے اور آپ کا رب ہی سب سے بڑا کریم ہے، جس نے قلم سے لکھنا سکھایا، آدمی کو وہ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا"۔

صرف یہی نہیں بلکہ خالقِ کائنات عزّوجلّ نے حضور نبئ کریم ﷺ کو اس جہاں میں مُعلّمِ کائنات بنا کر بھیجا؛ تاکہ وہ ہمیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیں، اور ان اَسرار ورُموز سے آگاہ فرمائیں جن کا ہمیں علم نہیں، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿ اَرۡسَلۡنَا فِیۡكُمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡكُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡكُمۡ اٰیٰتِنَا وَ یُزَكِّیۡكُمۡ وَ یُعَلِّمُكُمُ الۡكِتٰبَ وَ الۡحِكۡمَةَ وَ یُعَلِّمُكُمۡ مَّا لَمۡ تَكُوۡنُوۡا تَعۡلَمُوۡنَ ﴾[2] "ہم نے تم میں تم میں سے ایک رسول بھیجا، کہ تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے، اور تمہیں پاک کرتا، اور کتاب اور پختہ علم سکھاتا ہے، اور تمہیں وہ تعلیم فرماتا ہے جس کا تمہیں علم نہیں تھا"[3]۔

علم لوگوں کے مابین وجہِ امتیاز ہے

عزیزانِ محترم! علم کی بدَولت بندے کا دل نُورِ ہدایت سے جگمگا اُٹھتا ہے،

(۱) پ ۳۰، العلق: ۱-۵.

(۲) پ ۲، البقرة: ۱۵۱.

(۳) "تحسینِ خطابت ۲۰۲۱" فروری، علم وعمل، ۱/ ۱۲۵، ۱۲۶۔

علم اَقوام کی ترقی اور بلندی کا اہم ترین ذریعہ ہے، اور یہ ایک ایسی دَولت ہے جسے اللہ تعالی نے لوگوں کے مابین وجہِ امتیاز قرار دیا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾[1] "آپ فرمادیجیے کہ کیا علم والے اور بے علم برابر ہیں؟!"۔

بقدرِ ضرورت علم سیکھنا فرض ہے

میرے محترم بھائیو! عبادات سے لے کر مُعاملات تک، زندگی کے ہر ہر موڑ پر انسان کو علم کی ضرورت رہتی ہے، یہی وجہ ہے کہ بقدرِ ضرورت علم سیکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے، حضرت سیّدنا انَس بن مالک رضي الله تعالى عنه سے روایت ہے، رسول اللہ صلى الله تعالى عليه وسلم نے فرمایا: «طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ»[2] "علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے"۔

درَجات میں بلندی کا سبب

عزیزانِ محترم! علم درَجات میں بلندی کا سبب ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ﴾[3] "اللہ تعالی تم میں سے اُن کے درجات بلند فرمائے گا، جو ایمان والے ہیں اور جنہیں علم دیا گیا ہے"۔

علمِ نافع صدقۂ جاریہ ہے

جانِ برادر! علمِ نافع وہ عمل ہے جس کا شمار صدقۂ جاریہ میں ہوتا ہے، اور اس کا ثواب ملنے کا سلسلہ مرنے کے بعد بھی جاری رہتا ہے، حضرت سیّدنا ابوہریرہ

---

(۱) پ۲۳، الزمر: ۹.

(۲) "سنن ابن ماجه" المقدّمة، ر: ۲۲٤، صـ٤٧.

(۳) پ۲۸، المجادَلة: ۱۱.

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبیٔ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ: (١) إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، (٢) أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، (٣) أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ»[١] "انسان جب اس دارِ فانی سے کُوچ کرتا ہے تو تین ۳ چیزوں کے سِوا اس کے تمام اعمال منقطع ہو جاتے ہیں: (۱) ایک صدقۂ جاریہ، (۲) دوسرا وہ علم جس سے نفع حاصل کیا جائے (۳) اور تیسرا نیک اولاد جو اُس کے لیے دعا کرتی رہے"۔

علماء انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے وارِث ہیں

حضراتِ گرامی قدر! علمائے دین کو فضیلتِ علم کے سبب انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا وارث قرار دیا گیا ہے، حضرت سیّدنا ابودرداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، مصطفیٰ جانِ رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «فَضْلُ العَالِمِ عَلَى العَابِد كَفَضْلِ القَمرِ عَلَى سَائِرِ الكَوَاكِبِ، إِنَّ العُلَمَاءَ وَرَثَةُ الأَنْبِيَاءِ، إِنَّ الأَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوا دِينَاراً وَلَا دِرْهَماً، إِنَّمَا وَرَّثُوا العِلْمَ، فَمَنْ أَخَذَ بِهِ فقد أَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ»[٢] "عالم کی فضیلت (برتری) عابد (غیرِ عالم عبادت گزار) پر ایسی ہے، جیسی چودھویں کے چاند کی فضیلت تمام ستاروں پر۔ یقیناً علمائے کرام انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے وارِث ہیں، انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ترکہ میں درہم ودینار نہیں

---

(١) "صحيح مسلم" كتاب الوصية، ر: ٤٢٢٣، صـ٧١٦.

(٢) "سنن أبي داود" كتاب العلم، باب في فضل العلم، ر: ٣٦٤١، صـ٥٢٣.
"سنن الترمذي" أبواب العلم، باب ما جاء في فضل الفقه على العبادة، ر: ٢٦٨٢، صـ٦٠٩.

چھوڑے، بلکہ انہوں نے اپنی میراث میں علم چھوڑا ہے، تو جس نے علم حاصل کیا اُس نے (وراثتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے) کثیر حصہ پالیا"۔

دین پڑھنے پڑھانے والوں کا مقام ومرتبہ

عزیزانِ مَن! علمِ دین حاصل کرنے والے طالبِ علم کی راہ میں فرشتے اپنے پَر بچھاتے ہیں، اور علم پڑھانے والے عالِم دین کے لیے زمین وآسمان کی ہر مخلوق دعا کرتی ہے، حضرت سیّدنا ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «إِنَّ الْمَلاَئِكَةَ لَتَضَعُ أَجْنِحَتَهَا رِضاً لِطَالِبِ الْعِلْمِ، وَإِنَّ الْعَالِمَ لَيَسْتَغْفِرُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الأَرْضِ، وَالْحِيتَانُ فِي جَوْفِ الْمَاءِ»[1] "فرشتے طالبِ علم سے خوش ہو کر اُس کے لیے اپنے پَر بچھا دیتے ہیں، آسمانوں اور زمین کی ہر مخلوق حتی کہ پانی میں مچھلیاں بھی، عالِم دین کے لیے دعائے مغفرت کرتی ہیں!"۔

حضرت سیّدنا ابو اُمامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «إِنَّ اللهَ، وَمَلاَئِكَتَهُ، وَأَهْلَ السَّمَاوَاتِ وَالأَرَضِينَ، حَتَّى النَّمْلَةَ فِي جُحْرِهَا، وَحَتَّى الحُوتَ، لَيُصَلُّونَ عَلَى مُعَلِّمِ النَّاسِ الخَيْرَ»[2] "جو شخص لوگوں کو اچھائی کی تعلیم دیتا ہے، اللہ تعالی اس پر رحمت نازل فرماتا ہے، اور اللہ کے فرشتے، اور زمین وآسماں والے، یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنے سوراخوں میں، اور مچھلیاں بھی، اس کے لیے رحمت کی دعا کرتے ہیں"۔

---

(١) "سنن أبي داود" كتاب العلم، باب في فضل العِلمِ، ر: ٣٦٤١، صـ٥٢٣.

(٢) "سنن الترمذي" كتاب العلم، باب ما جاء في فضل الفقه ...إلخ، ر: ٢٦٨٥، صـ٦٠٩.

حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، حضور نبیٔ کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «أَلَا إِنَّ الدُّنْيَا مَلْعُونَةٌ، مَلْعُونٌ مَا فِيهَا، إِلَّا ذِكْرُ الله وَمَا وَالَاهُ، وَعَالِمٌ أَوْ مُتَعَلِّمٌ»[1] "خبردار! دنیا اور جو کچھ اس میں ہے، سوائے ذکرِ الٰہی، اور اس سے تعلق رکھنے والی اشیاء، اور عالمِ دین اور طالبِ علم کے، سب کچھ ملعون ہے"۔

حُصولِ علم کی غرض سے نکلنے کا اجر وثواب

جانِ برادر! حُصولِ علم کی غرض سے گھر سے نکلنے والا شخص اپنی واپسی تک اللہ تعالی کی راہ میں ہے، اور اُسے ویسا ہی اجر وثواب دیا جائے گا جیسا راہِ خدا میں نکلنے والے کے لیے ہے، حضرت سیّدنا انَس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: «مَنْ خَرَجَ فِي طَلَبِ العِلْمِ، فَهُوَ فِي سَبِيلِ الله حَتَّى يَرْجِعَ»[2] "جو حصولِ علم کے لیے نکلا، وہ اس وقت تک اللہ کی راہ میں ہے جب تک کہ واپس لَوٹ نہیں آتا"۔

علمی مجالس جنّت کے باغات ہیں

حضراتِ ذی وقار! علم کی مجلسیں جنّت کے باغات ہیں، حضرت سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: «إِذَا

---

(١) "سنن الترمذي" أبواب الزُهد [باب منه حديث: «إِن الدنيا ملعونة» ر: ٢٣٢٢، صـ٥٣٢. "سنن ابن ماجه" كتاب الزُهد، باب مثل الدنيا، ر: ٤١١٢، صـ٧٠٤.

(٢) "سنن الترمذي" أبواب العلم، باب فضل طلب العلم، ر: ٢٦٤٧، صـ٦٠١.

مَرَرْتُمْ بِرِيَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعُوا» "جب تم جنّت کے باغوں سے گزرا کرو تو اُن میں سے کچھ کھالیا کرو" عرض کی گئی: یا رسولَ اللہ ﷺ! جنّت کے باغ کیا ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: «مَجَالِسُ الْعِلْمِ»[۱] "علم کی مجلسیں"۔ لہذا جب بھی کسی علمی مجلس یا اجتماع کے پاس سے گزر ہو، یا اَہلِ علم کی صحبت میسّر آئے، اُن کی خدمت میں کچھ نہ کچھ وقت ضرور گزاریں، اور کوئی اچھی بات یا دینی مسئلہ ضرور سیکھیں!۔

علم میں اِضافہ کی دعا کا حکم

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! اللہ رب العالمین نے حضور نبیٔ کریم ﷺ کو اپنے علم میں اِضافے کے لیے دعا کا حکم دیا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا﴾[۲] "اے حبیب عرض کیجیے: کہ اے میرے رب مجھے علم زیادہ عطا فرما"۔

علّامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں کہ "اس آیتِ مُبارکہ سے علم کی فضیلت واضح طَور پر ثابت ہوتی ہے؛ کیونکہ خالقِ کائنات عزّوجلّ نے اپنے حبیب کریم ﷺ کو علم کے علاوہ کسی دوسری چیز میں زیادتی واِضافہ کی دعا کا حکم نہیں دیا"[۳]۔

جنّت کے راستہ میں آسانی کا سبب

برادرانِ اسلام! علمِ دین کی تلاش میں نکلنا جنّت تک پہنچنے کا آسانی ترین ذریعہ ہے، حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، سرورِ کونین ﷺ نے

---

(۱) "المعجم الكبير" للطَبَراني، باب العين، مجاهد عن ابن عباس، ر: ١١١٥٨، ١١/ ٧٨.

(٢) پ١٦، طه: ١١٤.

(٣) "فتح الباري" لابن حجر، كتاب العلم، باب فضل العلم ...إلخ، ١/ ١٧٢.

فرمایا: «مَنْ سَلَكَ طَرِيقاً يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْماً، سَهَّلَ الله لَهُ طَرِيقاً إِلَى الجَنَّةِ»[1] "جو علمِ دین کی تلاش میں نکلتا ہے، اللہ تعالی اُس کے لیے جنّت کا راستہ آسان فرمادیتا ہے"۔

علم کی راہ میں آنے والی مشکلات پر صبر ضروری ہے

میرے محترم بھائیو! حُصولِ علم کی راہ میں اکثر مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، بالخصوص وہ طلبہ جو حُصولِ علم کی غرض سے گھربار، والدین اور بہن بھائیوں سے دُور دینی مدارِس یا بیرونِ ملک قیام پذیر ہوتے ہیں، انہیں طرح طرح کے مسائل اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، لہذا انہیں چاہیے کہ ان مشکلات کو خندہ پیشانی سے برداشت کریں اور اُس پر صبر کریں؛ کیونکہ علم کے ثمرات صبر کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتے۔

اللہ تعالی نے حضرت سیّدنا موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام اور حضرت سیّدنا خضر علیہ الصلاۃ والسلام کے واقعہ میں ذکر فرمایا: ﴿قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰۤى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا۝۶۶ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا۝۶۷ وَ كَیْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا۝۶۸ قَالَ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّ لَاۤ اَعْصِیْ لَكَ اَمْرًا﴾[2] "انہیں موسیٰ نے کہا کہ کیا میں آپ کے ساتھ رہوں اس شرط پر، کہ جو آپ کو ہدایت کا طریقہ سکھایا گیا ہے، آپ مجھے اس میں سے سکھائیں؟! کہا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز صبر نہیں کر سکیں گے! اور جو آپ کو سمجھ نہیں آئے گی اس بات پر آپ صبر کیسے کریں گے؟ کہا: -ان شاء اللہ- آپ مجھے صابر ہی پائیں گے! اور میں کسی بات میں بھی آپ کی مخالفت نہیں کروں گا!"۔

---

(١) "سنن الترمذي" أبواب العلم، باب فضل طلب العلم، ر: ٢٦٤٦، صـ٦٠١.

(٢) پ١٥، الكهف: ٦٦ - ٦٩.

علم چھپانے کی سزا

جانِ برادر! دینِ اسلام میں جہاں علم سیکھنے سکھانے کے متعدّد فضائل بیان ہوئے ہیں، وہیں علم چُھپانے پر بڑی سخت وعیدیں بھی بیان ہوئی ہیں، حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ عَلِمَهُ ثُمَّ كَتَمَهُ، أُلْجِمَ يَوْمَ القِيَامَةِ بِلِجَامٍ مِنْ نَارٍ»[۱] "جس سے علم کی کوئی بات پوچھی گئی، اور اُس نے علم ہونے کے باوُجود اُسے چھپایا، بروزِ قیامت اُسے آگ کی لگام ڈالی جائے گی"۔

دنیاوی غرض سے حُصولِ علم کی مذمّت اور اس کا انجام

حضراتِ ذی وقار! علماء سے مقابلہ کرنے، جاہل کے سامنے اپنے علم کا رُعب جمانے، انہیں اپنی طرف متوجہ کرنے، یا کسی اَور دنیاوی غرض سے علم حاصل کرنا جہنّم میں داخلے کا باعث ہے، اور ایسا کرنے والا جنّت کی خوشبو سے بھی محروم رہے گا، حضرت سیّدنا کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں، کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: «مَنْ طَلَبَ العِلْمَ لِيُجَارِيَ بِهِ العُلَمَاءَ، أَوْ لِيُمَارِيَ بِهِ السُّفَهَاءَ، ويَصْرِفَ بِهِ وُجُوهَ النَّاسِ إِلَيْهِ، أَدْخَلَهُ اللهُ النَّارَ»[۲] "جس نے علم اس لیے حاصل کیا؛ کہ علماء سے مقابلہ کرے، یا کم علم لوگوں سے جھگڑے، اور لوگوں کو علم کے ذریعہ اپنی طرف مائل کرے، اللہ تعالی ایسے شخص کو جہنم میں داخل فرمائے گا"۔

حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

(۱) "سنن الترمذي" أبواب العلم، باب ما جاء في كتمان العلم، ر: ۲٦٤۹، صـ٦٠١.
(۲) المرجع نفسه، باب فيمن يطلب بعلمه الدنيا، ر: ۲٦٥٤، صـ٦٠٣.

نے فرمایا: «مَنْ تَعَلَّمَ عِلْماً، مِمَّا يُبْتَغَى بِهِ وَجْهُ الله، لَا يَتَعَلَّمُهُ إِلَّا لِيُصِيبَ بِهِ عَرَضاً مِنَ الدُّنْيَا، لَمْ يَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ» يعني رِيحَها[1] "جس نے اللہ تعالی کی خوشنودی کے لیے سیکھے جانے والے علم کو، دنیا کمانے کے لیے سیکھا، وہ شخص بروزِ قیامت جنّت کی خوشبو سے بھی محروم رہے گا"۔

آخرت میں اجر وثواب سے محرومی

عزیزانِ مَن! دُنیوی شہرت، ناموَری یا حُصولِ دنیا کی غرض سے علمِ دین حاصل کرنے والے کے لیے، آخرت میں کوئی اجر وثواب نہیں، حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: "(قیامت کے دن) ایک شخص کو لایا جائے گا جس نے علم سیکھا سکھایا اور قرآن کریم پڑھا ہوگا، اللہ تعالی اسے اپنی نعمتیں یاد دلائے گا، وہ ان نعمتوں کا اقرار کرے گا، پھر اللہ عَزَّوَجَلَّ اس سے دریافت فرمائے گا کہ تُو نے ان نعمتوں کے بدلے میں کیا کیا؟ وہ عرض کرے گا کہ میں نے علم سیکھا سکھایا اور تیرے لیے قرآنِ کریم پڑھا، اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ ارشاد فرمائے گا کہ تُو جھوٹا ہے! تُو نے علم اس لیے سیکھا کہ تجھے عالم کہا جائے، اور قرآنِ کریم اس لیے پڑھا کہ تجھے قاری کہا جائے، اور وہ تجھے کہہ لیا گیا! پھر اسے جہنم میں ڈالنے کا حکم ہوگا، تو اسے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنّم میں ڈال دیا جائے گا!"[2]۔

---

(١) "سنن أبي داود" كتاب العلم، باب في طلب العِلمِ لغير الله، ر: ٣٦٦٤، صـ٥٢٥، ٥٢٦.

(٢) "صحيح مسلم" كتاب الإمارة، ر: ٤٩٢٣، صـ٨٥٢، ٨٥٣، ملخصاً.

حُصولِ علم کا مقصد

حضراتِ گرامی قدر! حصولِ علم کا مقصد صرف وصرف اپنا ذاتی مفاد ہرگز نہیں ہونا چاہیے، بلکہ ایسا علمِ نافع حاصل کرنا چاہیے جس سے اپنی ذات کے ساتھ ساتھ مُعاشرے کے دیگر اَفراد کو بھی فائدہ پہنچایا جاسکے، مثال کے طَور پر اگر کوئی شخص حافظ و قاری یا عالمِ دین ہے، تو لوگوں کو قرآن و حدیث کی تعلیم دے، انہیں بھی گمراہی سے بچانے میں اپنا کردار ادا کرے، غیر مسلموں کو دینِ اسلام کا پیغام سمجھنے میں اُن کی مدد کرے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص ڈاکٹر (Doctor) ہے، تو وہ کم سے کم فیس کے ذریعے لوگوں کا علاج کرنے کی کوشش کرے؛ تاکہ غریب سے غریب شخص کی بھی اُس تک رَسائی ممکن ہو۔ اگر کوئی شخص ٹیچر (Teacher) ہے تو وہ بچوں کو اچھی تعلیم و تربیت دے کر مُعاشرے کا بہترین فرد بننے میں اُن کی مدد کرے۔

بے فائدہ علم سے پناہ کی دعا

اس کے برعکس ایسا علم جو بے فائدہ ہو، یا اُس سے مستفید ہونا غربت کے سبب عام آدمی کے بس کی بات نہ ہو، اُس سے اللہ رب العالمین کی پناہ مانگنی چاہیے، حضرت سیّدنا زید بن اَرقم رضي الله تعالى عنه سے روایت ہے، نبئ کریم صلى الله تعالى عليه وسلم نے دعا کرتے ہوئے عرض کی: «اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ»(۱) "اے اللہ میں بے فائدہ علم سے تیری پناہ مانگتا ہوں!"۔

میرے پیارے بھائیو! اللہ تعالی کی بارگاہ میں جب بھی حصولِ علم کے لیے دعا کریں تو علمِ نافع کی دعا کریں؛ کیونکہ علم کسی ایسی چیز کا نام نہیں جسے سنبھال کر

(۱) المرجع نفسه، كتاب الذكر والدعاء ...إلخ، ر: ٦٩٠٦، صـ١١٨١.

تجوریوں میں رکھا جائے، یہ تو ایک ایسی دَولت ہے جسے کوئی چُرا نہیں سکتا، اس دَولت کو اللہ تعالی کی مخلوق پر جتنا خرچ کیا جائے، اس کے ذریعے لوگوں کو جتنا نفع پہنچایا جائے، یہ دَولت مزید بڑھتی چلی جاتی ہے، حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے فرمایا: "علم وہ نہیں جو سنبھال کر رکھا جائے، بلکہ علم تو وہ ہے جو (لوگوں کو) نفع پہنچائے"[۱]۔

خلاصۂ کلام

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! دینِ اسلام نے حصولِ علم کی خُوب تاکید فرمائی ہے؛ کیونکہ علم کی بدَولت انسان کو اچھے بُرے کی تمیز ہوتی ہے، انسان کفر وگناہ سے پاک وصاف ہوتا ہے، شریعت وطریقت اور حقیقت ومعرفت کے پوشیدہ اَسرار ورُموز سے آگاہی ہوتی ہے، اور علم ہی سے دین ودنیا کے کام وابستہ ہیں، مختصر یہ کہ علم اللہ تعالی کی بہت بڑی نعمت ہے، اور اس کی دُنیوی واُخروی اہمیت، اِفادیت اور فضیلت سے کسی طَور پر انکار ممکن نہیں، لہذا خود بھی خُوب علم حاصل کریں، اور اپنے بچوں کو بھی دینی ودُنیوی علم کے زیور سے آراستہ کریں؛ تاکہ مستقبل کے یہ معمار، اپنے والدین، اساتذۂ کرام اور ملک وقوم کے لیے باعثِ فخر ثابت ہوں، اور آخرت میں بھی ہماری بخشش ونَجات کا ذریعہ بنیں، اور ایسا اسی وقت ممکن ہے جب ہم اپنے بچوں کو دُنیوی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم سے بھی خُوب آراستہ کریں، اور ان کی تربیت اسلامی تعلیمات کے مطابق کریں!۔

---

(۱) انظر: "حلية الأولياء" الإمام الشافعي، ر: ۱۳۳٦٦، ۹/ ۱۳۱.

دعا

اے اللہ! ہمارے علم میں اِضافہ فرما، ہمیں علمِ نافع عطا فرما، پڑھنے پڑھانے کا خُوب جذبہ عطا فرما، علم کی برکتوں سے مستفید فرما، اِحیائے اسلام وسنّت کی غرض سے دینی علوم سیکھنے کی سوچ عطا فرما، اپنے اساتذہ اور والدین کا ادب واحترام کرنے کی توفیق عطا فرما، اور دنیاوی شہرت اور مفادات کے لیے طلبِ علم سے بچا، آمین یاربّ العالمین!۔

سرمایہ دارانہ نظام (Capitalism) اور اس کے نقصانات

(جمعۃ المبارک ۱۸ ربیع الآخر ۱۴۴۵ھ - ۰۳/۱۱/۲۰۲۳ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُر نور، شافِعِ یومِ نشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

سرمایہ دارانہ نظام کی تعریف

برادرانِ اسلام! سرمایہ دارانہ نظام کو جدید اِصطلاح میں کیپٹلزم (Capitalism) کہتے ہیں، اس سے مراد ایک ایسا مُعاشی نظام ہے جس میں کسی ملک کی تجارت اور صنعت کو ریاست کے بجائے نجی مالکان کے ذریعہ کنٹرول (Control) کیا جاتا ہے، اور منافع بھی نجی مالکان (Private Owners) کماتے ہیں، اس نظام میں کرنسی (Currency) چھاپنے کا اختیار حکومت یا پرائیوٹ بینک (Private Bank) کے اختیار میں ہوتا ہے، اس نظام میں نجی شعبہ کی ترقی معکوس(Reverse Development) نہیں ہوتی، بلکہ سرمایہ داروں (Capitalists) کی ملکیت میں سرمایہ کا اِرتکاز (Concentration) ہوتا ہے، اور امیر امیر تَر ہوتا چلا جاتا ہے!۔

سرمایہ دارانہ نظام (Capitalism) کو آزاد منڈی کا نظام بھی کہا جاتا ہے، اور عام طور پر یہ ایک غلط فہمی ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام صرف ایک مُعاشی نظام ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام باقاعدہ ایک مکمل نظامِ حیات ہے، جس نے زندگی کے تمام شعبوں کو گھیر رکھا ہے۔ یہ نظام نہ صرف معیشت کو کنٹرول کرتا ہے، بلکہ یہ اَخلاقیات، تہذیب اور عقائد و نظریات کو بھی تبدیل کرتا چلا جارہا ہے!!

اس نظام کی بنیاد ایڈم سِمتھ (Adam Smith) نے رکھی، جو ایک برطانوی فلسفی اور ماہرِ اقتصادیات (Economist) تھا۔ سرمایہ دارانہ نظام (Capitalism) کے حامیوں کا کہنا ہے کہ "ذاتی منافع کے حُصول، اور ذاتی دَولت وجائیداد، اور پیداواری وسائل رکھنے میں ہر شخص مکمل طور پر آزاد ہے، لہذا حکومت کی طرف سے اس پر کوئی پابندی نہیں ہونی چاہیے"[۱]۔

سرمایہ دارانہ نظام کا آغاز اور غلبہ

حضراتِ ذی وقار! سرمایہ دارانہ نظام (Capitalism) ایک خدا دشمن نظامِ زندگی ہے، جس میں ہیومن بینگ (Human Being) اپنی اُلوہیت اور رُبوبیت کا اِظہار کرتا ہے۔ "تیرہویں صدی عیسوی میں اس نظام کو ہمہ گیر طَور پر سب سے پہلے اٹلی (Italy) کے کچھ شہروں میں اپنایا گیا، یہ شہر پوپ (Pope) اور یورپی نظامِ اقتدار (European System of Power) سے کافی حد تک آزاد تھے، ان شہروں میں سب سے اہم نیپلز (Naples)، فلورنس (Florence)، میلان (Milan)،

(۱) دیکھیے: "سرمایہ داری نظام" وکی پیڈیا، آزاد دائرۃ المعارف۔

اور وینس (Venice) تھے۔ پوپ (Pope) کے نظامِ اقتدار کا نام "ہولی رومن ایمپائر" (Holy Roman Empire) تھا، یہ (نظامِ اقتدار) شارلمین (Charlemagne) کی فُتوحات کے بعد آٹھویں صدی عیسوی میں قائم ہوا، اور تقریبًا سات ۷ سو سال تک کسی نہ کسی شکل میں قائم رہا، "ہولی رومن ایمپائر" (Holy Roman Empire) کو پوپ (Pope) اور فرانس وانگلستان (France and England) وغیرہ کی بادشاہتوں نے جنگوں کے ذریعے کمزور کر کے بے اثر کر دیا تھا، پھر بورژوا (Bourgeoisie) نامی طبقے کا سیاسی غلبہ ہوا، یہ طبقہ بینَ الاقوامی سطح پر سُودی لین دَین، تجارت اور جہاز رانی کرتا تھا، اس طبقے میں یہودی نمایاں حیثیت کے مالک تھے، اسی طبقے نے بینکاری (Banking) اور فائنانس سسٹم (Finance System) اِیجاد کیا، اور اس طرح ان شہروں میں پہلی بار سرمایہ دارانہ ریاست قائم ہوئی، اور ان ریاستوں نے آزادی اور ترقی کو بحیثیت قومی اَہداف اپنایا۔

پندرہویں صدی عیسوی میں ان اِطالوی شہروں (Italian Cities) کے سربراہ، یورپ (Europe) کے امیر ترین تاجر، ساہوکار (Money lender) اور سٹہ باز (Bettor) لوگ بن گئے، پھر پورے یورپ (Europe) میں ساہوکاری (Money lending)، بینکاری (banking)، سٹہ بازی (betting) اور سرمایہ دارانہ زَر (Capitalist wealth) کا جال بچھا دیا گیا، سرمایہ دارانہ زَر سے مراد وہ زَر ہے جو سُودی لین دَین کی بنیاد پر بینکاری نظامِ زَر تخلیق کرتا ہے، اور اس کے پیچھے صرف سرمایہ دارانہ ریاست کا اعتبار ہوتا ہے، سرمایہ دارانہ زَر کی قدر (Value) کسی دوسری چیز مثلاً سونا، چاندی اور اَجناس وغیرہ میں متعیّن نہیں، بلکہ آج کل سرمایہ دارانہ

زَر کا تحفُّظ اندرجات کی شکل اختیار کر گیا ہے، اور یُوں اٹھارہویں صدی عیسوی کے وسط تک پورے یورپ (Europe) پر سرمایہ دارانہ نظام غالب آگیا"[۱]۔

سرمایہ دارانہ نظام کی اَخلاقیات اور مُعاشی تھیوری

عزیزانِ محترم! سرمایہ دارانہ نظام (Capitalism) کا قیام واستحکام اس بات پر منحصر ہے، کہ حسد اور حرص (لالچ) عام ہو، ہر انسان حریص (لالچی) ہو، اور زیادہ سے زیادہ مال جمع کرنے کی خواہش رکھتا ہو، اور اس خواہش کی تکمیل کے لیے ہر دوسرے شخص کو اپنا حریف (مخالف ومقابل) سمجھے، اور اُس سے سبقت لے جانے کی کوشش کرے، سرمایہ دارانہ نظام کی اَخلاقیات مذکورہ بالا انہی بنیادوں پر قائم ہے۔ نیز اس نظام کی مُعاشی تھیوری (Economic Theory) اس مفروضہ (Assumption) پر قائم ہے، کہ ہر شخص فطرۃً خود غرض ہے، اور زیادہ سے زیادہ حُصولِ لذّت اس کی فطرت کا تقاضا ہے"[۲]۔

سرمایہ دارانہ نظامِ معیشت کے بنیادی سُتون

حضراتِ محترم! سوشلزم (Socialism)، کیپٹلزم (Capitalism) اور مخلوط معیشت (Mixed Economy) سمیت مغربی ممالک (Western Countries) کا پورا مُعاشی نظام جن سُتونوں پر قائم ہے، اُن میں سے چند حسبِ ذیل ہیں:

---

(۱) "سرمایہ داری کے نقیب" سرمایہ داری کا تعارف، سرمایہ داری کی تاریخ، ص۱۸، ۱۹۔

(۲) دیکھیے: "سرمایہ دارانہ نظام ایک تنقیدی جائزہ" سرمایہ دارانہ نظام، ص۱۱۲، ملخصًا۔

(۱) سُودی لین دَین

سرمایہ دارانہ نظام (Capitalism) کی بقاء واِستحکام کا تمام تر انحصار سُودی لین دَین پر ہے، مغربی سرمایہ دار ممالک (Western Capitalist Countries) سُودی شکنجے میں جکڑ کر ترقی پذیر ممالک کی معیشت کو تباہ و برباد کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ترقی پذیر ممالک کی معیشت سنبھلنے کا نام ہی نہیں لیتی، بلکہ وہ روز بروز آئی ایم ایف (IMF) اور عالَمی بینک (World Bank) جیسے مالیاتی اداروں کے قرضوں میں بُری طرح پھنستے چلے جاتے ہیں !!۔

(۲) سونے چاندی کے بجائے کاغذی کرنسی کو رائج کرنا

سرمایہ دارانہ نظام (Capitalism) کی کامیابی کی دوسری بڑی وجہ کاغذی کرنسی (Paper Currency) ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام نے کاغذی نوٹ کو سونے کی قدر سے آزاد کر دیا ہے، جبکہ حکومتی بینک پہلے صرف سونے کی مقدار کے برابر ہی نوٹ چھاپ سکتے تھے، اور نوٹ بطور حکومتی گارنٹی جاری کیا جاتا تھا، لیکن سرمایہ دارانہ نظام نے اُس کی جگہ اب لوگوں کے ہاتھوں میں بلا کسی ضمانت اور اصل قدر (Value) کے، صرف کاغذی کرنسی (Paper Currency) تھمادی ہے، بلکہ اب تو پلاسٹک (Plastic) سے بنے ماسٹر کارڈز (Master Cards)، کریڈٹ کارڈز (Credit Cards) اور بِٹ کوئین (Bitcoin) جیسی ڈیجیٹل کرنسی (Digital Currency) بھی متعارف کرائی جا چکی ہے؛ تاکہ زیادہ نوٹ چھاپنے کی بھی ضرورت نہ رہے، صرف اپنے موبائل فون (Mobile Phone)، اے ٹی ایم مشین

(ATM Machine) اور کمپیوٹر (Computer) میں چند ہندسے انٹر (Enter) کرنے سے پیسے وُجود میں آجاتے ہیں۔

میرے محترم بھائیو! جب تک بطَور کرنسی (Currency) سونے چاندی کے سکّے رائج تھے، تب تک ایسا کرنا ممکن نہیں تھا، لہذا مغربی سرمایہ دارانہ نظامِ معیشت (Western Capitalist Economic System) نے سونے چاندی کے سکّے ختم کرکے، ہمارے ہاتھوں میں کرنسی (Currency) کے نام پر کاغذ کی رسیدیں تھما دی ہیں، اور سب سے بڑے سرمایہ دار ملک امریکہ (America) کو اس کا فائدہ یہ ہوا، کہ اُس کا مرکزی بینک (FED) جب چاہے ایک دن میں ایک ہزار اَرب ڈالر (A thousand Billion Dollars) کی دَولت پیدا کر سکتا ہے، اور دنیا کی جو چیز چاہے خرید سکتا ہے، جبکہ ہم اپنی کرنسی (Currency) کے ذریعے ایسا نہیں کر سکتے؛ کیونکہ سرمایہ دار ملک امریکہ (America) نے عالَمی سطح پر یہ قانون بنا دیا ہے، کہ کوئی بھی ملک کسی دوسرے ملک سے ڈالر (Dollars) کے سِوا باہم تجارت نہیں کر سکتا!!

(۳) بینکاری نظام

بینکاری نظام (Banking System) بھی سرمایہ دارانہ نظام کا ایک اہم سُتون ہے؛ کیونکہ بینکوں کے ذریعے ہی سُودی لین دَین اور کاغذی کرنسی وغیرہ کا اِطلاق کیا جاتا ہے، اور ترقی پذیر ممالک اور غریبوں کو بھاری شرح سُود (Interest Rates) پر قرض دے کر اپنے شکنجے میں جکڑا جاتا ہے، اس طرح سرمایہ دارانہ نظام کو مزید اِستحکام بخشا جاتا ہے۔

(۴) بینَ الاقوامی تجارت پر قبضہ

سرمایہ دارانہ نظام کا ایک اہم سُتون "بینَ الاقوامی تجارت" ہے، مغربی سرمایہ دار ممالک بینَ الاقوامی تجارت کو ڈالر (Dollar) کے ذریعے کنٹرول کیے ہوئے ہیں، لہذا آج دنیا کی تقریبًا ۸۹ فیصد تجارت ڈالر (Dollar) میں ہورہی ہے، اور ڈالر کو چھاپنے کا اختیار امریکہ کے سِوا کسی کو حاصل نہیں، وہ جب چاہے جتنا چاہے ڈالر چھاپ کر ترقی پذیر ممالک کی مارکیٹوں میں براہِ راست مداخلت کرتا ہے، پھر مختلف حیلے بہانوں سے اُن پر پابندیاں لگا کر ان مارکیٹوں میں اپنا سامان بیچتا ہے!!

(۵) شیئرز کے ذریعے دوسرے ملکوں کے وسائل پر قبضہ

سرمایہ دارانہ نظام میں اسٹاک مارکیٹ (Stock Market) کو بڑی اہمیت حاصل ہے، اس مارکیٹ کے ذریعے سرمایہ دار ممالک کسی بھی ملک میں نجکاری کے عمل کو تیز کرکے، اُن کے اہم اداروں کے شیئرز (Shares) خریدتے ہیں، اور پھر وہاں کے وسائل پر قابض ہوجاتے ہیں، نیز اُن کی ملکی پالیسیوں پر بھی براہِ راست اثر انداز ہوتے ہیں!!

(٦) پرائیویٹائزیشن کا عمل

سرمایہ داری نظام میں نجکاری (Privatization) کو خاص اہمیت حاصل ہیں، سرمایہ دار ممالک جب کسی ملک کے وسائل پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں، تو پہلے اُسے غیر ملکی قرضوں کے بوجھ تلے دفن کرتے ہیں، جب وہ ملک مُعاشی طور پر مکمل ناکام ہو جائے، تو اُس کی حکومت کو اس بات پر مجبور کیا جاتا ہے کہ ملکی اَثاثوں اور اداروں کی نجکاری (Privatization) کرے، پھر جب کوئی حکومت ایسا کرتی ہے تو مغربی سرمایہ

کار اُس ملک کے اہم اَثاثوں اور اداروں کو کوڑیوں کے بھاؤ خرید کر اُس کے وسائل پر قابض ہوجاتے ہیں! ہماری ملکی تاریخ میں کراچی کی "پاکستان اسٹیل مل" (Pakistan Steel Mill) کی چند کوڑیوں کے عوض نجکاری کی ناکام کوشش اس کی واضح مثال ہے!!

(۷) آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کے ذریعے سُودی قرضوں کی فراہمی

آئی ایم ایف (IMF) اور ورلڈ بینک (World Bank) کے پلیٹ فارم سے، ترقی پذیر اور پسماندہ ممالک کو بھاری شرح سُود اور کڑی شرائط پر قرضوں کی فراہمی بھی، سرمایہ دارانہ نظام کا ایک اہم سُتون اور ہتھیار ہے۔ جو ممالک اپنی مُعاشی بدحالی کے باعث ان عالَمی مالیاتی اداروں سے قرض لیتے ہیں، یہ ادارے اُن ملکوں کی پالیسیوں پر اثرانداز ہوتے ہیں، اور انہیں اپنی عوام پر زیادہ سے زیادہ ٹیکس (Tax) لگانے، فحاشی وبے حیائی، اور مغربی کلچر (Western Culture) کو عام کرنے، اور ملک کے ناپسندیدہ عناصر کے لیے نرمی اختیار کرنے پر زور دیتے ہیں۔ گزشتہ ماہ آئی ایم ایف (IMF) کی طرف سے ملنے والی اِمداد کو قادیانی عبادت گاہوں کے تحفُّظ سے مشروط کیا جانا، اس کی تازہ ترین مثال ہے!!

سرمایہ دارانہ نظامِ مُعاشرت کے بنیادی عقائد ونظریات

سرمایہ دارانہ نظام صرف مُعاشی نظام نہیں، بلکہ یہ ایک مُعاشرتی نظام بھی ہے، جو بنیادی طور پر حسبِ ذیل تین ۳ عقائد کا حامل ہے: (۱) فریڈم (Freedom)، (۲) ایکویلٹی (Equality)، (۳) اور پروگریس (Progress)۔

جو شخص ان عقائد ونظریات پر اِیمان لاتا ہے وہ سرمایہ دار ہے، اور سرمایہ دارانہ زندگی اختیار کرتا ہے، ہر وہ مزدُور جو عقیدۂ فریڈم (Freedom)،

ایکویلٹی (Equality)اور پروگریس(Progress) پر اِیمان لے آئے، اور سرمایہ دارانہ طرزِ زندگی اختیار کرے، وہ اپنی تمام تر مفلوکُ الحالی کے باوُجود سرمایہ دار شمار کیا جائے گا، جبکہ اس کے برعکس حضرت سیّدنا عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سیّدنا عبدالرحمن بن عَوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی تمام تَر دولت مندی کے باوُجود سرمایہ دار نہیں تھے؛ کیونکہ وہ فریڈم، ایکویلٹی اور پروگریس پر اِیمان نہیں لائے تھے، جب ہم یہ دعوی کرتے ہیں تو ہم فریڈم، ایکویلٹی اور پروگریس (ترقی) کے وہ مَطالب (ومَعانی) قبول کر لیتے ہیں جو تاریخ میں درج ہیں۔

(ا) فریڈم (Freedom)

فریڈم (Freedom) سرمایہ دارانہ نظام کی بنیادی قدر ہے، اور اس نظام کے پیَرو کاروں کا بنیادی عقیدہ ونظریہ ہے کہ "انسان کے سِوا کوئی معبود نہیں" اور اس کا معنی ومفہوم یہ ہے کہ انسان اپنی ذات اور اس کائنات کا خالق ہے، نیز خیر وشَر کا تعیّن ارادۂ انسانی کے اظہار کے علاوہ کچھ نہیں، فریڈم (Freedom) خیرِ مطلق ہے، اور فریڈم سے مراد یہ ہے کہ انسان کا اختیار کائنات پر لامحدود ہوتا چلا جائے؛ کیونکہ انسان اُصولاً آزاد ہے، اور وہ اپنے اندر یہ صلاحیت رکھتا ہے کہ قائم بذات اور خالقِ کائنات بن جائے۔

سرمایہ دارانہ نظامِ مُعاشرت پر یقین رکھنے والوں کا یہ عقیدہ سراسر کفر پر مبنی ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿ اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَ اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّ خَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَ قَلْبِهٖ وَ جَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ

﴿أَفَلَا تَذَكَّرُونَ﴾[۱] "بھلا دیکھو تو وہ جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا ٹھہرالیا (یعنی اپنی خواہش کا تابع ہوگیا، اور جسے نفس نے چاہا پُوجنے لگا) اور اللہ نے اُسے باوصف علم (یعنی حق کی پہچان ہونے) کے (باوُجود) گمراہ کیا، اور اُس کے کان اور دل پر مُہر لگا دی، اور اُس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا، تو اللہ کے بعد اُسے کون راہ دکھائے؟! تو کیا تم دھیان (غور وفکر) نہیں کرتے؟!"۔

(۲) ایکویلٹی (Equality)

سرمایہ دارانہ نظام کے پیَرو کاروں کا دوسرا عقیدہ ایکویلٹی (Equality) ہے، اور ایکویلٹی سے ان کی مراد یہ ہے کہ "ہر انسان اپنی مطلق العنان رُبوبیت (خدائی) کا دعوی کرنے میں (معاذاللہ) یکساں حق بجانب ہے" یعنی ہر شخص اپنا خیر وشر متعیّن کرنے میں کسی خدا اور دِین کا محتاج وپابند نہیں، بلکہ آزاد اور مُساوی حق رکھتا ہے، اور اس فریڈم (Freedom) میں تمام انسان برابر ہیں۔ گویا یہ عقیدۂ نبوّت ہی کا رَد ہے، عقیدۂ ایکویلٹی (Equality) اور فریڈم (Freedom) کے مطابق انسان اُصولاً آزاد اور عملاً مجبور ہے؛ کیونکہ اس کی آزادی کو مادّی و مُعاشرتی قوتیں محدود کرتی ہیں، لہذا انسان (معاذاللہ) اپنی اُلوہیت (خُدائی) منوانے کے لیے مستقل جدوجہد کرنے پر مجبور ہے، اور انسان کی اُصولی مطلق العنان رُبوبیت کی عملی تشریح کا ذریعہ سرمایہ کاری ہے، لہذا انسان کی اُلوہیت پر اِیمان لانے والا ہر شخص سرمایہ دارانہ عملیات (Processes) میں حصہ لینے پر مجبور ہے۔

---

(۱) پ۲۵، الجاثیة: ۲۳.

اللہ تعالی کی اُلوہیت میں ہمسری کا دعوی شرک ہے

اسلامی تعلیمات کے مطابق اللہ رب العالمین کی اُلوہیت میں ہمسری کا دعوی شرک ہے، اللہ ربّ العالمین وحدہٗ لاشریک ہے، ذات، صفات یا عبادت میں اس کا کوئی ہمسر نہیں، وہ واجب الوُجود ہے، ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، اور قرآنِ کریم میں واضح طور پر شرک سے منع فرمایا گیا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَاعۡبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشۡرِكُوۡا بِهٖ شَيۡـئًا﴾[1] "اللہ کی بندگی کرو اور اس کا شریک کسی کو نہ ٹھہراؤ!"۔ صدر الاَفاضل مفتی سیّد محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالی علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ "نہ جاندار کو، نہ بے جان کو، نہ اُس کی رُبوبیت میں، نہ اُس کی عبادت میں (کسی کو شریک ٹھہراؤ)"[2]۔

ایک اَور مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿اِنَّهٗ مَنۡ يُّشۡرِكۡ بِاللّٰهِ فَقَدۡ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِ الۡجَـنَّةَ وَمَاۡوٰهُ النَّارُ‌ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيۡنَ مِنۡ اَنۡصَارٍ﴾[3] "یقیناً جو اللہ کا شریک ٹھہرائے، تو اللہ نے اس پر جنّت حرام کردی، اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے، اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں!"۔ لہذا سرمایہ دارانہ نظام کا عقیدۂ مُساوات اسلامی تعلیمات کے مطابق خالصۃً شرک ہے، اور اس سے بچنا لازم لازم ہے!!

(۳) پروگریس (Progress)

سرمایہ دارانہ نظام سے قبل کسی نے "پروگریس" (ترقی) کو بطور عقیدہ نہیں

---

(۱) پ۵، النساء: ۳٦.

(۲) "تفسیر خزائن العرفان" پ۵، النساء، زیرِ آیت: ۳٦، ۱٦۱۔

(۳) پ٦، المائدة: ۷۲.

اپنایا، سرمایہ دارانہ نظام میں پروگریس (Progress) سے مراد یہ ہے کہ سرمائے میں لامحدود اور مسلسل اِضافہ ہوتا رہے۔ نیز سرمایہ دارانہ نظام میں ہر شہری کا یہ حق اور فرض (مجبوری) ہے، کہ اپنی زندگی آزادی اور سرمایہ میں اِضافے کے لیے صَرف کرے، جو شخص اپنی زندگی کو سرمایہ کی بڑھوتری (اِضافہ) کے عمل میں نہیں گزارتا، وہ انسان (Human) نہیں؛ کیونکہ وہ سرمایہ دارانہ نظام کے نظریہ "اُلوہیتِ انسانی" (انسان کی خُدائی) پر ایمان نہیں لایا۔

اسی بنیاد پر امریکیوں نے دو ۲ کروڑ ریڈ انڈینز (Red Indians) لوگوں کو سولہویں سے اُنیسویں صدی (تین ۳۰۰ سَو سال) تک قتل کیا، اور اس قتلِ عام کا جواز یہ پیش کیا کہ ریڈ انڈینز (Red Indians) اور بھینسوں کا قتلِ عام جائز ہے؛ کیونکہ نہ بھینسیں ہیومن (Human) ہیں اور نہ ریڈ انڈینز (Red Indians)؛ کیونکہ دونوں نے امریکہ (USA) کی زرخیز زمینوں پر قبضہ کر کے سرمایہ میں اِضافے (Capital growth) کے عمل کو ناممکن بنادیا ہے۔ اسی طرح مشہور امریکی فلسفی والزر (Walzer) نے اَفغان مجاہدین کے قتلِ عام کا جواز پیش کرتے ہوئے کہا کہ "مجاہدینِ اسلام ہیومن (Human) نہیں بلکہ وحشی درندے ہیں، اور ترقی کے عمل میں رکاوَٹ ہیں"[1]۔

ہمارا مقصدِ حیات مال ودَولت نہیں بلکہ عبادتِ الٰہی ہے

مال ودَولت کمانا انسان کا مقصدِ حیات نہیں بلکہ ضرورت ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾[2] "میں نے جن اور

---

(۱) "تحسینِ خطابت ۲۰۲۳ء" ستمبر، حقوق العباد اور ہیومن رائٹس میں فرق، ۲/۱۴۲۔
(۲) پ۲۷، الذاریات: ۵٦.

آدمی اپنے ہی لیے بنائے کہ میری بندگی کریں" لہٰذا ضرورت کو ضرورت کی حد تک ہی رکھا جائے تو بہتر ہے، البتہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ضرورت سے زیادہ مال کمانا ناجائز وحرام ہے، اگر انسان کی نیّت اچھی ہو، اور وہ رزقِ حلال کمانا چاہتا ہو تو اُس کا مال ودَولت کمانا اور اُمورِ دنیا میں مشغول رہنا بھی عبادت ہے، جیسا کہ امیر المؤمنین حضرت سیّدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَى»[1] "تمام اعمال کا دار ومدار نیتوں یعنی سچے ارادوں پر ہے، اور ہر عمل کا نتیجہ انسان کو اس کی نیّت کے مطابق ہی ملے گا"۔ ہاں اس بات کا لحاظ رکھنا انتہائی ضروری ہے، کہ رزقِ حلال کی تلاش اور مصروفیت میں دیگر فرائض وواجبات میں کوتاہی نہ برتے، اور انہیں پابندیٔ وقت کے ساتھ ادا کرتا رہے!۔

سرمایہ دارانہ نظام کے چند دیگر گمراہ کن اَفکار ونظریات

سرمایہ دارانہ نظام (Capitalism) کفر وشرک پر مبنی، مذکورہ بالا صرف تین ۳ عقائد (مادَر پدر آزادی، مُساوات یعنی اللہ تعالی کی ہمسری وبرابری، اور حلال وحرام کا فرق کیے بغیر سرمائے میں بے پناہ اِضافہ وترقی) پر مشتمل نہیں، بلکہ اس کے چند دیگر گمراہ کُن اَفکار ونظریات بھی ہیں، جن میں ہیومن رائٹس (Human Rights)، سیکولرازم (Secularism)، لبرل اِزم (Liberalism) اور نیشنل اِزم (Nationalism) وغیرہ بھی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

ان اَفکار ونظریات کا ہم پر کس قدر غلبہ ہے؟ اس کا اندازہ اس بات سے خُوب لگایا جا سکتا ہے کہ ہماری پارلیمنٹ (Parliament) ہو، یا سپریم کورٹ

---

(۱) "صحيح البخاري" كتاب بدء الوحي، ر: ١، صـ١.

(Supreme Court)، الیکٹرانک میڈیا (Electronic Media) ہو، یا پرنٹ میڈیا (Print Media)، کالج (College) ہو، یا یونیورسٹی (University)، اقوامِ متحدہ کا پلیٹ فارم (United Nations Platform) ہو، یا کوئی مقامی سیمینار (Local Seminar)، ہر طرف سرمایہ دارانہ نظام کی انہی اِصطلاحوں (Terms) اور اَفکار و نظریات کی بازگشت سنائی دیتی ہے۔ لہٰذا ضرورت اس اَمر کی ہے کہ ہم سرمایہ دارانہ نظام کے اَفکار و نظریات، مثلاً ہیومن رائٹس (Human Rights)، سیکولرازم (Secularism)، لبرل اِزم (Liberalism) اور نیشنل اِزم (Nationalism) سے ہرگز متاثر نہ ہوں، اور اسلامی تعلیمات پر عمل کو یقینی بنائیں، ہیومن رائٹس کا ڈھنڈورا پیٹنے کے بجائے حقوق العباد کی ادائیگی کو اپنی ترجیح بنائیں، اپنی سوچ کو لبرل (Liberal) اور سیکولر (Secular) زَدہ کرنے کے بجائے قرآن وسنّت کے مطابق بنائیں، اور قوم پرستی جیسی محدود سوچ اپنانے کے بجائے ایک اُمّت کی شکل میں متحد ومضبوط رہیں!۔

مَوجودہ دَور میں اسلام کا اصل حریف سرمایہ دارانہ نظام ہے

"مَوجودہ دَور میں اسلام کا اصل حریف "سرمایہ دارانہ نظام اور طرزِ حیات" ہے، عیسائیت، یہودیت، ہندومَت اور دیگر تمام نظام ہائے زندگی، سرمایہ دارانہ نظام (Capitalism) نے مسخَّر (زیر و مغلوب) کر لیے ہیں، بلکہ یہ سب کے سب آج سرمایہ دارانہ نظام کے آلۂ کار بن کر رہ گئے ہیں، ان سب نے سرمایہ دارانہ علمیت (تصوُرِ علم) کو حق تسلیم کر لیا ہے، اور انہوں نے سرمایہ دارانہ نظام کی ماتحتی قبول کر لی ہے، اور یہ سب اپنی آفاقیت کے دعوؤں سے دستبردار ہو کر کسی نہ کسی سرمایہ دارانہ

نظریہ (بالخصوص لبرل اِزم اور نیشنل اِزم) کا شاخسانہ بن کر رہ گئے ہیں، لہذا آج تحفظ اور غلبۂ دین کی جدوجہد کو صرف عیسائیت، یہودیت اور ہندومَت سے مقابلہ پر مرکوز کرنا دانشمندی نہیں؛ کیونکہ عملی طَور پر یہ (مذاہب) آج سرمایہ دارانہ مُعاشرت وریاست کا جُزء بن چکے ہیں، لہذا اگر ہماری جدوجہد صرف عیسائیت، یہودیت اور ہندومَت سے مقابلہ پر مرکوز رہی، تو خدانخواستہ اس بات کا شدید خطرہ وخدشہ ہے کہ اسلامی نظام اور طرزِ زندگی بھی سرمایہ دارانہ مُعاشرت اور ریاست میں سَموجائے گا، اور عیسائیوں، یہودیوں اور ہندوؤں کی طرح ہم بھی سرمایہ دارانہ عقلیت (Rationality)، اور عملیت[۱] (Praxis) کی ایک مذہبی توجیہ بیان کرنے لگیں، اور یُوں غلبۂ دین کی جدوجہد بے معنی ہوکر رہ جائے گی"[۲]۔

سرمایہ دارانہ نظام کے چند نقصانات

سرمایہ دارانہ نظام کے متعدّد نقصانات ہیں، جن کا اس مختصر سی تحریر میں اِحاطہ ممکن نہیں، البتہ اُن میں سے چند بڑے نقصانات حسبِ ذیل ہیں:

(۱) مُعاشی لحاظ سے مُعاشرے کی طبقاتی تقسیم

سرمایہ دارانہ نظامِ معیشت بنیادی طَور پر قدرتی وسائل کی لُوٹ کھسوٹ، انسانی اَقدار کی پامالی، اور حرص ولالچ پر مشتمل ہے، اس نظام کے باعث مُعاشرہ مُعاشی طبقات میں تقسیم ہوچکا ہے، لوگوں میں اونچ نیچ کا فرق پیدا ہوچکا ہے، جس کے نتیجے میں سرمایہ دار

(۱) "دُروس سرمایہ کاری" "سرمایہ داری کا عالَمی غلبہ"، ص۱۵، ۱۶۔
(۲) یعنی ایک تصوُّرِ عمل جس میں وُجودِ باری تعالی کی فعلیت (Functionality) کو مطلقًا اور مستقلاً معطّل تصوُّر کیا جائے، اور انسان یا انسانیت کو (معاذ اللہ) رب، خالق اور قادرِ مطلق مانا جائے۔

لوگ امیر سے امیر تر، اور غریب لوگ غریب سے غریب تر ہوتے چلے جا رہے ہیں، صرف یہی نہیں بلکہ سرمایہ دارانہ نظام کی ظالمانہ پالیسیوں کے نتیجے میں غریب، پسماندہ اور ترقی پذیر ممالک کی آنے والی نسلیں تک، آئی ایم ایف (IMF) اور ورلڈ بینک (World Bank) کی صورت میں اس سرمایہ دارانہ نظام کی مقروض ہو چکی ہیں۔

(۲) سرمایہ دارانہ نظام کے باعث عام ہونے والی چند دیگر بُرائیاں

سرمایہ دارانہ نظام کے باعث مُعاشرے میں مال ودَولت کی ہَوس، لالچ، بدعنوانی، بددیانتی، جھوٹ اور رشوَت جیسی برائیاں عام ہیں، لہذا آج ایک مزدور سے لے کر ڈاکٹر (Doctor)، وکیل (Lawyer)، پروفیسر (Professor)، بزنس مین (Businessman) اور سیاستدان (Politician) تک، ہر شخص کا مقصدِ حیات پیسہ کمانا قرار پا چکا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ جن لوگوں کا بنیادی مقصد انسانیت کی خدمت ہونا چاہیے تھے، وہ حلال وحرام کی پرواہ کیے بغیر ہر جائز وناجائز طریقے سے زیادہ سے زیادہ سرمایہ جمع کرنے میں مصروف ہیں۔

(۳) اسلامی نظامِ معیشت کی انفرادیت

جبکہ سرمایہ دارانہ نظام کے مقابلے میں اسلامی نظامِ معیشت، عدل وانصاف، مُساوات، مفادِ عامّہ، اور فلاحی تصوُّر کے اُصول پر قائم ہے، اسلام نے انسان کی بنیادی ضروریات وحاجات کو پیشِ نظر رکھ کر مُعاشی ومُعاشرتی قوانین مرتَّب فرمائے، بلکہ ہر مُعاملے میں اِیثار وقربانی، انسانی خدمت اور خیر خواہی کا جذبہ پیشِ نظر رکھا۔ مختصر یہ کہ اسلامی نظامِ معیشت میں انسانیت کی خدمت، اور انسانی ضروریاتِ زندگی کی فراہمی اوّلین ترجیح ہے، جبکہ سرمایہ دارانہ نظامِ معیشت ومُعاشرت اس جذبہ سے عاری ہے!!

لہٰذا ضرورت اس اَمر کی ہے کہ ہم سرمایہ دارانہ نظام کو اپنانے کے بجائے اسلامی نظامِ معیشت کے پابند ہو جائیں، لوگوں کے لیے زیادہ سے زیادہ آسانیاں پیدا کریں، زیادہ مہنگے داموں چیزیں فروخت نہ کریں، ملاوٹ اور ناپ تول میں کمی نہ کریں، اپنے مسلمان بھائیوں کی خیر خواہی کریں، غریبوں کی مدد کریں، یتیموں مسکینوں کی مدد کریں، مال ودَولت کو مقصدِ حیات نہ بنائیں، نیز خیر و بھلائی کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیں!۔

(۴) سرمایہ داری کی ہَوس اور ہماری ذمّہ داری

سرمایہ داری کی ہَوس نے انسان کو خود غرض بنا دیا ہے، وہ مال ودَولت کی حرص ولالچ میں اِیثار، قربانی، رحم دلی، شفقت، حُسنِ سُلوک اور قَناعت جیسے جذبات سے محروم ہوتا جا رہا ہے، صرف یہی نہیں بلکہ سرمایہ داری کی ہَوس کے باعث انسان کا اپنے رب تعالی سے تعلق بھی شدید متاثِر ہوا ہے، بندہ اپنے خالق سے روز بروز دُور ہوتا جا رہا ہے۔ لہٰذا انسان کو چاہیے کہ اپنے اندر صبر و شکر کے اَوصاف پیدا کرے، اور قَناعت پسندی کی عادت ڈالے؛ تاکہ زیادہ سرمائے کی لالچ میں حلال وحرام کا فرق نہ بھولے، مادَر پدر آزادی کا خیال اپنے دل ودماغ سے نکال دے، خود کو اس کائنات کا خدا نہ سمجھے، سرمایہ دارانہ نظام کے پیرو کاروں کی طرح اللہ تعالی کی ہمسری کا دعوی نہ کرے، بلکہ خالقِ کائنات عزّوجلّ کا عاجز وحقیر بندہ بن کر رہے، اُس کی اِطاعت وفرمانبرداری کرے، قرآن وسنّت کے اَحکام پر عمل کرے، اور ضرورت سے زیادہ مال ودَولت جمع نہ کرے؛ کہ ایسا کرنا ایک مسلمان کو زیبا نہیں دیتا، ارشادِ باری تعالی ہے:

﴿وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۬ قُلِ الْعَفْوَ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ

تَتَفَكَّرُوْنَ ﴾[1] "اور تم سے پوچھتے ہیں کیا خرچ کریں؟ تم فرماؤ: جو فاضل بچے (یعنی جتنا تمہاری حاجت سے زائد ہو) اسی طرح اللہ تم سے آیتیں بیان فرماتا ہے؛ کہ کہیں تم دنیا اور آخرت کے کام سوچ کر کرو"۔ یعنی جتنا تمہاری دُنیوی ضرورت کے لیے کافی ہو وہ لے کر، باقی اپنے نفعِ آخرت کے لیے خیرات کر دو!۔

صدر الاَفاضل علّامہ سیّد نعیم الدین مُرادآبادی رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیتِ مبارکہ کے تحت لکھتے ہیں کہ "ابتدائے اسلام میں حاجت (ضرورت) سے زائد مال کا خرچ کرنا فرض تھا، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اپنے مال میں سے اپنی ضرورت کی قدر لے کر باقی سب راہِ خدا میں تصدُّق (صدقہ) کر دیتے تھے، (البتہ) بعد میں یہ حکم آیتِ زکات سے منسوخ ہو گیا"[2]۔

امیر المؤمنین سیّدنا عثمان بن عفّان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «لَيسَ لِابْنِ آدمَ حَقٌّ فِي سِوَى هَذِهِ الخِصَالِ: (۱) بَيْتٌ يَسْكُنُهُ (۲) وَثَوْبٌ يُوَارِي عَوْرَتَهُ (۳) وَجِلْفُ الخُبْزِ وَالمَاءِ»[3] "انسان کو ان چیزوں کے علاوہ کسی چیز کی حاجت نہیں: (۱) رہنے کے لیے گھر، (۲) تن ڈھانپنے کے لیے مناسب لباس (۳) اور روٹی اور پانی پینے کے برتن" یعنی یہ چیزیں انسان کی بنیادی ضروریات ہیں؛ کیونکہ ان کے بغیر گزارہ نہیں، جبکہ دیگر اشیاء اور سُہولیات وغیرہ کے بغیر بھی گزارہ ممکن ہے۔

---

(۱) پ۲، البقرة: ۲۱۹.

(۲) "تفسیر خزائن العرفان" پ۲، البقرۃ، زیرِ آیت: ۲۱۹، ۷۱۔

(۳) "سنن الترمذي" أبواب الزُهد، ر: ۲۳۴۱، صـ۵۳۵.

لہذا انسان کو چاہیے کہ اپنی ضرورتیں محدود سے محدود تر رکھے، خواہشاتِ نفس اور سُہولیات کو ضرورت ومجبوری نہ بنائے، اپنے اِرد گرد رہنے والے دیگر لوگوں کا بھی خیال رکھے، اور اگر اللہ تعالی نے مال ودَولت سے نوازا ہے تو تجوریاں بھرنے اور بینک بیلنس (Bank Balance) بڑھانے کے بجائے راہِ خدا میں صدقہ کرے، غریبوں مسکینوں کی مدد کرے، حاجتمندوں کی حاجت رَوائی کرے، اور اپنے مسلمان بھائیوں کے کام آئے؛ کہ اللہ رب العالمین نے خیر وبھلائی کے کاموں کا حکم دیا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾[1] "بھلے کام کرو اس امید پر کہ تم نَجات یافتہ ہو جاؤ!"۔

دعا

اے اللہ! ہمیں اسلامی نظامِ معیشت اور نظامِ مُعاشرت کو عملی طَور پر اپنانے کی توفیق عطا فرما، اِیثار، قربانی، حُسنِ سُلوک اور خیر خواہی کا جذبہ عطا فرما، حلال وحرام میں فرق کی سوچ اور فکر عطا فرما، انسانیت کی خدمت کا جذبہ عطا فرما، سرمایہ دارانہ نظام سے بچا، رشوَت ، سُود اور لُوٹ کھسوٹ سے محفوظ فرما، اور قرآن وسنّت کے اَحکام پر پورا پورا عمل کرنے کی توفیق عطا فرما، آمین یاربّ العالمین!۔

---

(١) پ١٧، الحجّ: ٧٧.

نیشنل اِزم (Nationalism) کی مذمّت

(جمعۃ المبارک ۲۵ ربیع الآخر ۱۴۴۵ھ - ۱۰/۱۱/۲۰۲۳ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِهِ وصحبِهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافِعِ یومِ نشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

نیشنل اِزم سے کیا مراد ہے؟

عصبیت اور قوم پرستی کو جدید اصطلاح میں نیشنل اِزم (Nationalism) کہتے ہیں۔ اس سے مراد ہے: اپنے خاندان، قبیلے، یا نسل کو ہر چیز سے افضل وبرتر سمجھنا، اور ہر حال (یعنی حق اور ناحق بات) میں اپنے خاندان، قبیلے، نسل یا قوم کی حمایت وطرفداری کرنا۔

نیشنل اِزم کا تاریخی پس منظر

قوم پرستی (Nationalism) کی تحریک نے یورپ (Europe) میں پندرہویں صدی عیسوی میں جنم لیا، سب سے پہلی قَومی ریاست برطانیہ (United Kingdom) تھی، جس نے پاپائے روم (Pope of Rome) کے اِقتدار کو رَد کرکے، اختیارات ٹیوڈر خاندان (Tudor Family) کے سپرد کیے۔ سولہویں اور

سترہویں صدی میں یورپ (Europe) مذہبی جنگوں کا شکار رہا، اس میں پاپائے روم کے حامی کیتھولکس (Catholics) اور اس کے باغی پروٹسٹنٹ فرقے (Protestant Sects) مسلسل برسرِ پیکار رہے، ریاستی اِقتدار پر قبضہ کرنے کی بنیادی خواہش پر یہ جنگیں جاری رہیں، اسی دَوران پاپائے روم نے فرانس (France)، اسپین (Spain) اور پُرتگال (Portugal) کی قومی ریاستوں کو تسلیم کر لیا، اسی دَور میں ہالینڈ (Netherlands) کی پروٹسٹنٹ ریاست (Protestant State) بھی قائم ہوئی۔ اٹھارہویں اور اُنیسویں صدی میں سویڈن (Sweden) بشُمول ناروے (Norway)، ڈنمارک (Denmark)، اٹلی (Italy) اور جرمنی (Germany) کی قومی ریاستیں قائم ہوئیں۔

بیسویں صدی میں جب ان یورپی حکومتوں نے اپنے استعماری نظام (Colonial System) کو ختم کیا، تب انہوں نے ایشیا (Asia) اور افریقہ (Africa) میں اپنے ماتحت علاقوں میں اِقتدار قومی ریاستوں کے سپرد کر دیا، جاپان (Japan) اور تھائی لینڈ (Thailand) کے علاوہ باقی تمام ایشیائی اور افریقی ریاستیں بیسویں صدی کی پیداوار ہیں، ان کا اقتداری ڈھانچہ (Power Structure) بھی انہی یورپی قوموں (European Nations) نے مرتّب کیا، اس کی مثال ملائیشیا (Malaysia)، انڈیا (India)، پاکستان (Pakistan)، خلیجی ریاستیں (Gulf States)، عراق (Iraq)، شام (Syria)، اُردن (Jordan)، لیبیا (Libya) اور تیونس (Tunisia) وغیرہ ہیں۔

سب مسلمان ایک اُمّت وقوم وملّت ہیں

حضراتِ گرامی قدر! اسلام جس سیاسی اجتماعیت کا قائل ہے، وہ "اُمّت" (Ummah) یا "قومِ مسلم" (Muslim nation) ہے؛ کیونکہ ایک مسلمان چاہے وہ کسی بھی خطے، رنگ، نسل، زبان یا قبیلے سے تعلق رکھتا ہو، دوسرے مسلمان سے اس کا تعلق اُخوَّت، بھائی چارے اور ہمدردی کا ہے، وہ کسی سے محبت اس لیے نہیں کرتا کہ وہ اس کے قبیلے سے تعلق رکھتا ہے، بلکہ وہ صرف دینِ اسلام کی بنیاد پر محبت رکھتا ہے۔ اسی طرح اگر کسی سے اس کی مخالفت یا دشمنی ہے، تو وہ بھی دینِ اسلام کی بنیاد پر ہے، نہ کہ رنگ، نسل، زبان یا عَلاقائی حیثیت سے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآنِ حکیم میں متعدّد مقامات پر قومِ مسلم کا ذکر بطور اُمّت کیا گیا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا﴾[1] "اور بات یہی ہے کہ ہم نے تمہیں سب اُمّتوں میں افضل کیا"۔

ایک اَور مقام پر فرمایا: ﴿وَ لْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ﴾[2] "اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے جو بھلائی کی طرف بلائے"۔ لہٰذا ذات پات، قبائل اور جغرافیائی حُدود کی بنیاد پر مختلف گروہوں، ٹولیوں اور قَوموں میں تقسیم کا مقصد، شناخت وپہچان کے بجائے اگر باہم لڑنا مرنا ہو، اور ایک دوسرے پر اپنی دھاک بٹھانا ہو، تو ایسا کرنا کسی طَور پر جائز وحلال نہیں، بلکہ اس بات کو ہمیشہ یاد رکھیں کہ سیاسی ومذہبی اجتماعیت کے اعتبار سے ہم سب مسلمان ایک اُمّت ہیں، اور یہی ہماری اصل شناخت وپہچان ہے، ع

---

(١) پ٢، البقرة: ١٤٣.

(٢) پ٤، آل عمران: ١٠٤.

اپنی مِلّت پر قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رُسولِ ہاشمی!
اُن کی جمعیت کا ہے مُلک ونسَب پر انحصار
قوّتِ مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تری!
دامنِ دیں ہاتھ سے چُھوٹا تو جمعیت کہاں؟
اور جمعیت ہوئی رخصت تو مِلّت بھی گئی![1]

بطور پہچان خود کو وطن سے منسوب کرنے میں حرج نہیں

البتہ اپنی شناخت اور پہچان کی غرض سے خود کو اپنے قبیلے یا وطن سے منسوب کرنے میں حرج بھی نہیں؛ کیونکہ جغرافیائی حُدود کی بنیاد پر بننے والی شناخت، خاندان اور قبیلے ہی کی ترقی یافتہ شکلیں ہیں، اور اس کا مقصد بھی باہم پہچان اور شناخت ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا﴾[2] "اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا، اور تمہیں شاخیں اور قبیلے کیا؛ تاکہ آپس میں پہچان رکھو"۔

جیسے ہمارا تعلق پاکستان (Pakistan) سے ہے، تو بینَ الاقوامی (International) سطح پر اپنے تعارُف اور پہچان کی غرض سے، ہم خود کو پاکستانی (Pakistani) کہہ سکتے ہیں؛ کہ یہاں ایسا کرنا بطور شناخت اور پہچان ہے، نہ کہ بطور

(۱) "کلیاتِ اقبال" "بانگِ درا، مذہب، حصّہ سوم ۳، صـ۲۷۷۔
(۲) پ۲٦، الحجرات: ۱۳.

قوم پرستی۔ البتہ جب بات مذہبی وسیاسی اجتماعیت کی ہو، تو خود کو پنجابی، سندھی، سرائیکی، بلوچ، پٹھان، مہاجر یا پاکستانی کہنے کے بجائے، بطور "قومِ مسلم" یا "اُمّتِ مسلمہ" متعارف کرایا جائے؛ کیونکہ قومیت کی ترجمانی کرتے مذکورہ بالا الفاظ، جغرافیائی حدود کے پابند ہیں، جبکہ لفظ "اُمّتِ" یا "قومِ مسلم" کے سامنے جغرافیائی حُدود کوئی معنی نہیں رکھتیں۔

رنگ، نسل اور قومیت کی بنیاد پر کسی کو فضیلت اور برتری حاصل نہیں

عزیزانِ محترم! باعتبارِ تخلیق سب لوگ حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام کی اَولاد ہیں، اور رنگ، نسل یا قومیت کی بنیاد پر کسی کو دوسرے پر کوئی فضیلت وبرتری حاصل نہیں، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿يَاأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً﴾(۱) "اے لوگو اپنے رب سے ڈرو! جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا، اور اسی میں سے اس کا جوڑا بنایا، اور دونوں سے بہت سے مرد وعورت پھیلا دیے!"۔

قوم پرستی کی مذمت

حضراتِ گرامی قدر! اسلامی تعلیمات میں بے جا عصبیت وقوم پرستی (Nationalism) کی بڑی مذمّت کی گئی ہے، حضرت سیّدنا جُندَب بن عبد اللہ بَجَلی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، مصطفٰی جانِ رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: «مَنْ قُتِلَ تَحْتَ رَايَةٍ عِمِّيَّةٍ، يَدْعُو عَصَبِيَّةً، أَوْ يَنْصُرُ عَصَبِيَّةً، فَقِتْلَةٌ جَاهِلِيَّةٌ»(۲) "جو اندھی تقلید

---

(۱) پ٤، النساء: ١.

(٢) "صحيح مسلم" كتاب الأمارة، باب وُجوب مُلازمة جماعة المسلمين ...إلخ، ر: ٤٧٩٢، صـ٨٣١.

کرتے ہوئے کسی (قوم) کے جھنڈے تلے مارا جائے، قوم پرستی کی دعوت دے یا اُن کی مدد کرے، اُس کا قتل جاہلیت ہے"۔ یعنی قوم پرستی کے باعث قتل ہونے والے شخص کا قتل بے مقصد و بے معنی ہے، دین ومذہب سے اس کا کوئی تعلق نہیں! اور اُس کی موت اسلام سے قبل زمانۂ جاہلیت میں گویا حالتِ کفر پر مرنے کی طرح ہے!!

قوم پرستی کی خاطر ناحق خُون بہانے والا ہم میں سے نہیں

عزیزانِ مَن! قوم پرستی کی طرف بلانے والا، لڑنے والا، اور اس کی خاطر ناحق خون بہانے والا ہم میں سے نہیں، حضرت سیّدنا جُبیر بن مُطعِم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «لَيْسَ مِنَّا مَنْ دَعَا إِلَى عَصَبِيَّةٍ، وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ قَاتَلَ عَلَى عَصَبِيَّةٍ، وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ مَاتَ عَلَى عَصَبِيَّةٍ»[1] "وہ ہم میں سے نہیں جو عصبیت (قوم پرستی) کی طرف بلائے، وہ ہم میں سے نہیں جو عصبیت (قوم پرستی) کی بنیاد پر لڑے، اور وہ بھی ہم میں سے نہیں جو عصبیت (قوم پرستی) کی خاطر مَر جائے!"۔

ظلم کے مُعاملے میں اپنی قوم کی ناحق مدد کرنا بھی قوم پرستی ہے

حضراتِ گرامی قدر! انسان کی مختلف برادریوں اور قبائل میں تقسیم کا مقصد باہم پہچان اور شناخت ہے، نہ کہ عصبیت وقوم پرستی، لہٰذا اپنے خاندان، قبیلے یا قوم سے محبت اگر حکمِ شریعت کے مطابق ہے، اور اس میں بے جا عصبیت وقوم پرستی کا عمل دخل نہیں، تو اپنی قوم سے محبت میں شرعًا کوئی حرج نہیں۔ اور اگر آپ کا خاندان یا قبیلہ کسی ظلم، زیادتی یا خلافِ شریعت امر کا مرتکِب ہے، اس کے باوُجود آپ اُس کا

(١) "سنن أبي داود" كتاب الأدب، باب في العصبية، ر: ٥١٢١، صـ٧٢٠.

ساتھ دیں، تو یہ خالصۃً عصبیت اور قوم پرستی ہے، اسلامی تعلیمات میں اپنے لوگوں کی اسی بے جامدد کو قوم پرستی قرار دیا گیا ہے۔

حضرت سیّدنا واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! عصبیت (قوم پرستی) کسے کہتے ہیں؟ حضور نبئ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «أَنْ تُعِينَ قَوْمَكَ عَلَى الظُّلْمِ»[1] "عصبیت یہ ہے کہ تم ظلم کے مُعاملے میں اپنی قوم کی (ناحق) مدد کرو"۔

حضرت سیّدنا عبّاد بن کثیر شامی رحمہ اللہ تعالیٰ "فسَیلہ" نامی خاتون سے روایت کرتے ہیں، کہ میرے والد نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں یہ عرض کی، کہ اگر آدمی اپنی قوم سے محبت کرے تو کیا یہ عصبیت (قوم پرستی) ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «لَا، وَلَكِنْ مِنَ الْعَصَبِيَّةِ أَنْ يُعِينَ الرَّجُلُ قَوْمَهُ عَلَى الظُّلْمِ»[2] "نہیں، بلکہ عصبیت یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی قوم کی حمایت کرے، باوُجودیکہ اس کی قوم ظلم پر ہو"۔

ناحق قوم پرستی ہلاکت وگناہ کا باعث ہے

جانِ برادر! اپنی قوم کی ناحق مدد کرنا، قوم کے لیے ہلاکت وگناہ کا باعث ہے، حضرت سیّدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «مَنْ نَصَرَ قَوْمَهُ عَلَى غَيْرِ الْحَقِّ، فَهُوَ كَالْبَعِيرِ الَّذِي رُدِّيَ، فَهُوَ يُنْزَعُ بِذَنَبِهِ»[3] "جو اپنی قوم کی ناحق مدد کرے، اُس کی مثال اُس اُونٹ کی سی ہے جو

---

(۱) المرجع نفسه، ر: ٥١١٩، صـ٧٢٠.

(۲) "سنن ابن ماجه" كتاب الفِتن، باب العصبية، ر: ٣٩٤٩، صـ٦٦٨.

(۳) "سنن أبي داود" كتاب الأدب، باب في العصبية، ر: ٥١١٧، صـ٧٢٠.

کنوئیں میں گر جائے، اور اُسے اس کی دُم کے ذریعے باہر کھینچا جائے"۔ یعنی اپنی قوم کی بے جامدد کرنا گویا خود کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔

اپنی مظلوم قوم کا دِفاع باعثِ اجر وثواب ہے

البتہ اگر اپنے خاندان، قبیلے، یا قوم پر ظلم ہو رہا ہو، تو اُن کا دِفاع کرنا، انہیں ظلم وزیادتی سے نَجات دلانا جائز بلکہ باعثِ اجر وثواب ہے، حضرت سیّدنا سُراقہ بن مالک رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرورِ دوجہاں صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: «خَيْرُكُم الْمُدَافِعُ عَنْ عَشِيرَتِهِ، مَالَمْ يَأْثَمْ»[1] "تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے خاندان کا دِفاع کرے، جبکہ ایسا کرتے ہوئے کسی گناہ کا ارتکاب نہ کرے" یعنی اپنی مظلوم قوم یا خاندان کا دِفاع کرنے میں اس بات کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، کہ اس دِفاع میں ہماری طرف سے ظلم وزیادتی نہ ہونے پائے!۔

رنگ، نسل اور قومیت کی بنیاد پر تمسخُر اڑانا حرام ہے

عزیزانِ مَن! حسَب نسَب، رنگ نسل اور قومیت کی بنیاد پر خود کو دوسروں سے بَرتر ہرگز نہ سمجھیں، نہ ہی کسی مسلمان بھائی کا تمسخر اُڑائیں؛ کہ ایسا کرنا دینِ اسلام کی واضح تعلیمات کے مُنافی ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾[2] "اے ایمان والو! نہ مرد

---

(۱) المرجع نفسه، ر: ۵۱۲۰، صـ۷۲۰.

(۲) پ۲۶، الحُجرات: ۱۱.

مَردوں سے ہنسیں (یعنی ان کا تمسخُر نہ بنائیں)؛ عجب نہیں کہ وہ ان ہنسنے والوں سے بہتر ہوں! اور نہ عورتیں (دیگر) عورتوں سے؛ دُور نہیں کہ وہ ان ہنسنے والیوں سے بہتر ہوں! اور آپس میں طعنہ زنی نہ کرو، اور ایک دوسرے کے بُرے نام نہ رکھو، کیا ہی بُرا نام ہے مسلمان ہو کر فاسِق کہلانا! اور جو توبہ نہ کریں وہی لوگ ظالم ہیں!"۔

صدر الاَفاضل سیّد محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالی علیہ اس آیتِ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں کہ "مالدار لوگ غریبوں کی ہنسی نہ بنائیں، نہ عالی نسَب غیر ذی نسَب کی، نہ تندرست اَپاہج کی، نہ بینا اس کی جس کی آنکھ میں عیب ہو!"[1]۔

قوم پرستی کے اَسباب

حضراتِ ذی وقار! قوم پرستی یا نیشنل اِزم (Nationalism) کے متعدّد اسباب ہیں، ان میں سے چند حسبِ ذیل ہیں:

(۱) اپنی قوم کو بَرتر اور بالا سمجھنا

اپنی قوم کو دوسروں سے بَرتر وبالا سمجھنا قوم پرستی (Nationalism) کا سب سے بڑا اور اہم سبب ہے، قوم پرستی میں مبتلا شخص اپنی قوم کی روایات، خصوصیات اور اَوصاف بیان کرنے میں حددرجہ مُبالغہ کرتا ہے، اور یہ سمجھتا ہے کہ اُس کی قوم دنیا کی تمام اَقوام سے بہتر وبالا تَر ہے۔

(۲) قومی حمیت وغیرت کے سبب اپنی قوم کی بے جا طرفداری

میرے محترم بھائیو! قومی حمیت وغیرت کے سبب اپنی قوم کی بے جا طرفداری بھی قوم پرستی کا اہم سبب ہے، قوم حق پر ہو یا نا ہو، انسان اپنی قومی

(۱) "تفسیر خزائن العرفان" پ۲۶، الحجرات، زیرِ آیت:۱۱، صـ۹۲۴۔

غیرت وحمیت کے جذبے سے مغلوب ہوکر ہر حال میں اپنی قوم کی حمایت کرتا ہے، اُس کا ساتھ دیتا ہے، اور اپنی قوم کی خاطر اَحکامِ شریعت کو نظر انداز کرنے سے بھی گریز نہیں کرتا، اور یہ بات ایک مسلمان کو کسی طور پر زیب نہیں دیتی!۔

(۳) ترقی پذیر ممالک اور پسماندہ اقوام پر اپنی دھونس جمانے کا جنون

جانِ برادر! ترقی یافتہ اور طاقتور قوموں کی خواہش ہوتی ہے، کہ وہ ترقی پذیر ممالک اور پسماندہ اَقوام پر اپنی دھونس جمائے رکھیں، انہیں اپنے تابع رکھیں، اُن کے قدرتی وسائل پر قابض ہوکر اپنی خوشحالی بڑھاتے جائیں، لہذا اپنی اسی خواہش سے مغلوب ہوکر طاقتور قومیں، ترقی پذیر ممالک اور پسماندہ اَقوام کے قومی وسائل پر اپنا پیدائشی حق سمجھتی ہیں!!

قوم پرستی اور نسلی امتیازات کا خاتمہ

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! دین اسلام رنگ، نسل اور اُونچ نیچ کے سارے امتیازات کا یکسر خاتمہ کرکے، عدل وانصاف کا ایک آفاقی تصوُر پیش کرتا ہے، اسلامی تعلیمات کے مطابق کسی گورے کو کالے پر، اور کسی کالے کو گورے پر، رنگ ونسل، ذات پات، مُلک، قوم اور قبیلے کی بنیاد پر کوئی فضیلت حاصل نہیں، اللہ رب العالمین کی بارگاہ میں فضیلت کا معیار تقویٰ ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ﴾[1] "اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا، اور تمہیں شاخیں اور قبیلے کیا؛ کہ آپس میں پہچان رکھو، بے شک اللہ کے ہاں تم میں زیادہ عزّت والا

(۱) پ۲٦، الحجرات: ۱۳.

وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے، بے شک اللہ جاننے والا خبردار ہے"۔

حضراتِ گرامی قدر! مذکورہ بالا آیتِ مبارکہ کے متعدّد شانِ نُزول ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنو بیاض قبیلے والوں کو حکم دیا: «أَنْ يُزَوِّجُوا أَبَا هِنْدٍ امْرَأَةً مِنهُمْ» "تم اپنے قبیلے کی کسی لڑکی کا نکاح ابوہند صحابی سے کردو" قبیلے والوں نے جواب دیا کہ "کیا ہم اپنی لڑکیوں کا نکاح غلاموں سے کر دیں؟"[1] یعنی اپنے قبیلے کو بَرتر جانتے ہوئے انہوں نے غلاموں سے نکاح کو باعثِ عار سمجھا، اس پر یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی[2]۔

حضرت سیّدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: «يَا أَيُّهَا النَّاسُ! أَلَا إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ، وَإِنَّ أَبَاكُمْ وَاحِدٌ، أَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى عَجَمِيٍّ، وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلَى عَرَبِيٍّ، وَلَا أَحْمَرَ عَلَى أَسْوَدَ، وَلَا أَسْوَدَ عَلَى أَحْمَرَ، إِلَّا بِالتَّقْوَى»[3] "اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے، اور تمہارا باپ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ایک ہے! کسی عربی کو عجمی پر، اور کسی عجمی کو عربی پر، کسی گورے کو کالے پر، اور کسی کالے کو گورے پر، تقوی کے سوا کوئی فضیلت نہیں!"۔

---

(۱) تفسیر القُرطُبي، پ۲٦، سورة الحجرات، تحت الآية: ۱۳، الجزء ۱٦، صـ۲۹۲.

(۲) المرجع نفسه.

(۳) "مُسند الإمام أحمد" تتمة مسند الأنصار، حديث رجل من أصحاب النّبي ﷺ، ر: ۲۳۵٤۸، ۹/ ۱۲۷. "حلية الأولياء وطبقات الأصفياء" الطبقة الأُولى من التابعين، المنذر بن مالك، ۳/ ۱۰۰.

وطن سے محبت

عزیزانِ گرامی قدر! اپنے وطن سے محبت ہر ایک کے لیے جذبہ وتحریک کا سبب ہوتا ہے، لہذا دائرۂ شریعت میں رہتے ہوئے وطن سے محبت میں شرعًا کوئی حرج نہیں، لیکن نیشنل اِزم (Nationalism) کا اس قدر ڈھنڈورا پیٹنا کہ وطن پہلی ترجیح بن جائے، اور دین ومذہب پیچھے رہ جائیں، یعنی وطن کی شان بان اور اسلام کی عظمت کو باہم خلط ملط کرکے، اسے دینِ اسلام کے مُساوی وہم معنی بنا دینا، اور یُوں سمجھ لینا کہ "اسلام پاکستان ہے" یا "پاکستان اسلام ہے" تو یہ خالصۃً گمراہی ہے، جو بحیثیت مسلمان کسی طَور پر قابلِ قبول نہیں۔ شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال نے اس تلخ حقیقت کو کچھ یُوں بیان کیا ہے: ؏

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیَرہن اِس کا ہے، وہ مذہب کا کفن ہے!

یہ بُت کہ تراشیدۂ تہذیب نوی ہے
غارت گرِ کاشانۂ دینِ نبوی ہے![1]

لہذا ایک مسلمان کو چاہیے کہ دین ومذہب کو ہمیشہ اپنی اوّلین ترجیح میں رکھے، اور اپنے خاندان، قبیلے، قوم اور وطن کو ثانوی حیثیت (Secondary Status) دے، اپنی قوم کا ساتھ صرف اسی صورت میں دے کہ جب وہ حق پر ہو یامظلوم ہو، اور اگر آپ کا خاندان، قبیلہ یا قوم کسی پر ظلم وزیادتی کر رہے ہوں، تو اُن کا

---

(۱) "کلیاتِ اقبال" "بانگِ درا، وطنیت، حصّہ سوم ۳، صـ۱۸۷۔

ساتھ ہر گز نہ دیں، بلکہ ظلم کے خلاف آواز بلند کریں اور مظلوم کی مدد کریں!۔

لسانیت وقَومیت کے نام پر طبقاتی تقسیم

میرے محترم بھائیو! نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آج ہماری صورتحال نہایت اَبتر ہو چکی ہے، چپڑاسی (Peon) سے لے کر اعلی عہدے داروں اور سیاستدانوں تک ہماری اکثریت، قوم پرستی (Nationalism) کے مُوذِی مرض میں مبتلا ہو چکی ہے، ہم لوگ ایک اُمّت وقوم بن کر پورے عالمِ اسلام کے لیے سوچنے کے بجائے، پنجابی، سندھی، بلوچ، پختون اور جیسے مہاجر کے کھوکھلے نعروں کے ذریعے، لسانیت (Linguistics) اور جغرافیائی قَومیت (Nationalism) کو مزید بڑھاوا دیتے ہیں، چھوٹے چھوٹے سیاسی مسائل (Political Issues) پر اپنے لوگوں کے جذبات بھڑکا کر انہیں ہتھیار اُٹھانے، اور اپنے ہی مسلم اسٹیٹ (State) کے خلاف بغاوت پر اکساتے ہیں، جبکہ اللہ ربّ العالمین نے ہمیں باہم لڑنے جھگڑنے سے منع فرمایا ہے؛ کیونکہ ایسا کرنا اقوامِ عالَم پر ہمارے رُعب ودَبدبہ میں کمی کا باعث ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِیْحُكُمْ﴾[1] "اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو، اور آپس میں جھگڑا مت کرو؛ پھر بزدلی کروگے اور تمہاری بندھی ہوئی ہوا (طاقت وقوّت) جاتی رہے گی!" ؏

اقوام میں مخلوقِ خدا بٹتی ہے اس سے
قَومیتِ اسلام کی جڑ کٹتی ہے اس سے[2]

---

(۱) پ۱۰، الأنفال: ٤٦.

(۲) "کلیاتِ اقبال" "بانگِ درا، وطنیت، حصّہ سوم، ص۱۸۸۔

ہم پہلے مسلمان قوم ہیں، پھر پاکستانی یا کچھ اَور ہیں

عزیزانِ مَن! ہمیں ہمیشہ ایک اُمّت بن کر سوچنا چاہیے، ہم پہلے مسلمان قوم ہیں، اس کے بعد پاکستانی یا کچھ اَور ہو سکتے ہیں! پاکستان میں سندھی، بلوچ، پنجابی، پٹھان، سرائیکی، مہاجر اور دیگر قومیں جس نام پر ایک ہوئیں، وہ صرف دینِ اسلام ہے، لہذا ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ ہم زمین کے ٹکڑے پر یکجا نہیں ہوئے، ہمارے باہمی بھائی چارے کی وجہ زمین کا خطہ نہیں، بلکہ وہ دینِ اسلام ہے جس نے مسلمان کو مسلمان کا بھائی بنا دیا، چاہے اس کے پاس کوئی وطن ہو یا نہ ہو! اور ہمیشہ یاد رکھیں کہ ہم مسلمان اپنے دنیاوی مقاصد کی تکمیل کے لیے ایک نہیں ہوئے، بلکہ ہم اللہ کی رِضا اور اسلام کے نفاذ کے لیے ایک ہوئے ہیں!!

آپسی اختلافات کو پسِ پشت ڈال دیں

عزیزانِ مَن! اتحاد واتفاق کی برکت سے مسلمانوں کے رُعب، دَبدبہ اور غلبہ وعُروج کا تسلسل قائم رہتا ہے، جبکہ باہم اِفتراق، اِنتشار، بے جا قوم پرستی اور طبقاتی تقسیم کے باعث مسلمان پستی اور زَوال کا شکار ہو جاتے ہیں، نیز کفّار، مشرکین اور ان جیسی دیگر اقوام پر مسلمانوں کا رُعب ودَبدبہ کم ہو جاتا ہے، وہ مسلمانوں کو تَر نوالہ سمجھنے لگتے ہیں، پھر ان پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑنے لگتے ہیں!۔

فلسطینی مسلمانوں پر حالیہ اسرائیلی مَظالم اس کی ایک واضح اور تازہ ترین مثال ہے، جہاں گزشتہ ایک ماہ میں مسلسل بمباری (Bombardment) کرکے اسرائیل (Israel) نے ہزاروں بے گناہ مسلمان مَردوں، خواتین اور دودھ پیتے بچوں

تک کو شہید کر دیا، سینکڑوں رہائشی عمارتیں ملبے کا ڈھیر بنا دیں، جس کے نتیجے میں لاکھوں فلسطینی مسلمان بے گھر ہو چکے ہیں!۔

صرف یہی نہیں بلکہ اسرائیلی مَظالم کا پردہ چاک کرنے والے، ٹی وی چینلز (TV Channels) کے دفاتر تک تباہ کیے جا رہے ہیں، فیلڈ رپورٹنگ (Field Reporting) کرنے والے صحافیوں، زخمیوں کا علاج مُعالجہ کرنے والے ڈاکٹروں (Doctors)، اور اِمدادی سرگرمیوں میں حصہ لینے والے وَرکروں (Workers) کو بھی براہِ راست نشانہ بنایا جا رہا ہے! ہسپتال (Hospitals) اور بے گھر فلسطینی مسلمانوں کے لیے عارضی پناہ گاہ (Temporary Shelter) کے طَور پر استعمال ہونے والے اسکولز (Schools) ٹارگٹ (Target) کیے جا رہے ہیں، جنگ زدہ علاقوں میں کھانے پینے کی اشیاء تک نہیں پہنچنے دیتے! پینے کے لیے صاف پانی تک میسّر نہیں، بجلی کا نظام بھی دَرہم برہم ہو چکا ہے، اپنے پیاروں اور شہیدوں کی تدفین کرنے والوں پر بھی اسرائیلی فوج کی طرف سے بم برسائے جا رہے ہیں، نیز دینی مقدَّسات اور عبادتگاہوں کو بھی شہید کیا جا رہا ہے!!

کیا اس اَلمناک صورتحال میں ہم یونہی ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے اپنے مسلمان بھائیوں کو شہید، اور اپنی ماؤں بہنوں کی عزّت وعصمت کا دامن تار تار ہوتا دیکھتے رہیں گے؟ کیا مسجدِ اقصیٰ اور قبلۂ اوّل بیت المقدس کی حفاظت صرف فلسطینی مسلمانوں کی ذمّہ داری ہے؟ کیا بحیثیت مسلم قوم ہم پر یہ لازم نہیں کہ اپنے مظلوم فلسطینی مسلمان بھائیوں کی مدد کریں، اور اس مشکل وقت میں عملی طور پر اُن کا ساتھ دیں؟!

یقیناً بحیثیت مسلم اُمّہ یہ ہمارا قومی ومذہبی فریضہ ہے، لہذا تمام عالَمِ اِسلام کو

چاہیے کہ آپسی اختلافات کو پسِ پشت ڈال کر باہم اتحاد واتفاق سے رہیں، ساری دنیا کے مسلمانوں کے درد کو اپنا درد سمجھیں، مظلوم فلسطینی مسلمان بھائیوں کے حق میں آواز بلند کریں، اور صرف اُن کی اَخلاقی حمایت، اور اسرائیلی مَظالم کی مذمّت کرنے کے بجائے، عملی طَور پر اُن کا ساتھ دیں، سیاسی وسفارتی سطح پر اُن کی مدد کریں، اپنی اَفواج اور اسلحہ وبارُود کی صورت میں اُن کے ساتھ عسکری تعاوُن بھی کریں، اور اس مشکل گھڑی میں اُن کے شانہ بشانہ کھڑے ہوں؛ کیونکہ سب مسلمان ایک جان کی مانند ہیں، حضرت سیّدنا ابو موسیٰ اَشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «المُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضاً» "مسلمان مسلمان کے لیے ایک عمارت کی طرح ہے، جس کا ایک حصہ دوسرے کے سہارے مضبوط رہتا ہے" رَحمتِ عالمیان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرما کر اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں، ایک دوسرے میں پیوَست کرکے اشارہ فرمایا[1] ؏

حرمِ پاک بھی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک

کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک![2]

خلاصۂ کلام

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! حضور نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ناحق قوم پرستی اور قبائلی اُونچ نیچ کی تقسیم کا خاتمہ فرمایا، اور گروہی امتیازات کی حَوصلہ شکنی فرما کر

---

(۱) "صحيح البخاري" كتاب المظالم، باب نصر المظلوم، ر: ٢٤٤٦، صـ٣٩٤.

(۲) "کُلیاتِ اقبال" "بانگِ درا، جوابِ شکوہ، صـ۲۳۰۔

ہمیں ایک اُمّت بنایا، لہذا ہمیں چاہیے کہ قوم پرستی (Nationalism) کے حوالے سے اپنے ناجائز اَفکار ونظریات کا جائزہ لے کر اُن کی اِصلاح کریں؛ کہ ناحق قوم پرستی صرف ہماری ذات ہی نہیں، بلکہ اسلام اور وطنِ عزیز پاکستان کی سلامتی کے لیے بھی بہت بڑا خطرہ ہے! ماضی میں مشرقی پاکستان کی علیحدگی جیسے تلخ تجربات اس بات پر شاہد ہیں! لہذا جو لوگ قوم پرستی کی تحریکیں چلا کر اپنی سیاست چمکا رہے ہیں، اور سادہ لَوح مسلمانوں کو اپنے ناجائز مقاصد کے لیے استعمال کر رہے ہیں، انہیں چاہیے کہ اپنی ان مذموم سازشوں سے باز آئیں، اور مسلمانوں کی مزید نسلی، لسانی اور گروہی تقسیم کا باعث نہ بنیں!!

دعا

اے اللہ! ہمیں اچھا اور سچا مسلمان بنا، اَحکامِ شریعت کا پابند فرما، ذات پات اور اُونچ نیچ کی بنیاد پر باہم فرق کرنے سے بچا، رنگ ونسل کی عصبیت مٹانے کی توفیق عطا فرما، ناحق قوم پرستی سے بچا، اور دینِ اسلام کے درسِ مُساوات پر عمل کا جذبہ عنایت فرما، آمین یاربّ العالمین!۔

تجسُّس اور عیب جُوئی کی ممانعت

(جمعۃ المبارک ۰۲ جُمادی الاُولی ۱۴۴۵ھ - ۲۰۲۳/۱۱/۱۷ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافِعِ یومِ نشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

تجسس کیا ہے؟

برادرانِ اسلام! لوگوں کی خفیہ باتیں اور عیب جاننے کی کوشش "تجسُّس" اور ان عیبوں کو دوسروں کے سامنے بیان کرنا "عیب جُوئی" کہلاتا ہے۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ "اِحیاء العلوم" میں فرماتے ہیں کہ "تجسس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالی کے بندوں کو اُس کے پردے کے پیچھے نہ چھوڑا جائے، اور مطلع ہونے اور پردہ ہٹانے کی کوشش کی جائے، یہاں تک کہ اس کے سامنے وہ بات کھل جائے کہ اگر اس سے چھپی رہتی تو اس کا دِل اور دِین زیادہ محفوظ رہتا"(۱)۔

مزید فرماتے ہیں کہ "تجسس، بدگمانی کے نتائج میں سے ہے؛ کیونکہ دل صرف گمان پر صبر نہیں کرتا، بلکہ یقین کی تلاش میں رہتا ہے، اور اس طرح تجسس میں

(۱) "إحياء علوم الدين" كتاب آفات اللسان، الآفة ١٥ الغِيبة، ٣/ ١٦١.

مشغول ہوجاتا ہے، حالانکہ اس سے بھی منع کیا گیا ہے"[۱]۔

تجسس اور عیب جُوئی ناجائز ہے

حضراتِ محترم! کسی مسلمان کے چھپے عیب جن پر اللہ تعالی نے اپنی ستّاری کا پردہ ڈال رکھا ہے، عیب جُوئی کی غرض سے انہیں تلاش کرنا، اور دوسروں کے سامنے بیان کرنا حرام ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا﴾[۲] "اے ایمان والو بہت گمانوں سے بچو! یقیناً کوئی گمان گناہ ہوجاتا ہے، اور عیب نہ ڈھونڈو"۔

صدر الاَفاضل علّامہ سیّد نعیم الدین مرادآبادی رحمہ اللہ تعالی اس آیت مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں: "یعنی مسلمانوں کی عیب جُوئی نہ کرو، اور ان کے چُھپے حال کی جستجو میں نہ رہو جسے اللہ تعالی نے اپنی ستّاری سے چُھپایا"[۳]۔

تجسس اور عیب جُوئی کرنے والے کے لیے خرابی کی وعید

حضراتِ گرامی قدر! تجسس اور عیب جُوئی کرنے والے کے لیے قرآنِ حکیم میں خرابی کی وعید بیان ہوئی ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ﴾[٤] "اُس کے لیے خرابی ہے جو لوگوں کے منہ پر عیب نکالے (اور) پیٹھ پیچھے بدی (غیبت) کرے"۔

---

(١) المرجع نفسه.

(٢) پ٢٦، الحجرات: ١٢.

(۳) "تفسیر خزائن العرفان" پ۲۶، الحجرات، زیرِ آیت: ۱۲، ص۹۲۵۔

(٤) پ٣٠، الهمزة: ١.

دوسروں کی عیب جُوئی نہ کرو!

عزیزانِ مَن! احادیثِ مبارکہ میں بھی متعدّد مقامات پر تجُسس اور عیب جُوئی سے منع فرمایا گیا ہے، حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے، مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «وَلاَ تَجَسَّسُوا»[۱] "دوسروں کی عیب جُوئی نہ کرو"۔

شیخ الحدیث علّامہ عبد المصطفی اعظمی رحمہ اللہ تعالیٰ "جنّتی زیور" میں "عیب جُوئی" کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "اِدھر اُدھر کان لگا کر لوگوں کی باتوں کو چُھپ چُھپ کر سننا، یا تاک جھانک کر لوگوں کے عیبوں کو تلاش کرنا (تجسس اور عیب جُوئی ہے) یہ بڑی ہی چھچھوری حرکت اور خراب عادت ہے، دنیا میں اس کا انجام بدنامی اور ذِلّت و رُسوائی ہے، اور آخرت میں اس کی سزا جہنم کا عذاب ہے، ایسا کرنے والوں کے کانوں اور آنکھوں میں قیامت کے دن سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا"[۲]۔

عیب جُوئی کرنے والے کی دنیا میں ذِلّت ورُسوائی

جانِ برادر! اپنے مسلمان بھائی کی عیب جُوئی دنیا میں بھی ذِلّت ورُسوائی کا باعث ہے، حضرت سیّدنا ابو برزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «يَا مَعْشَرَ مَنْ آمَنَ بِلِسَانِهِ، وَلَمْ يَدْخُلِ الْإِيمَانُ قَلْبَهُ! لَا تَغْتَابُوا الْمُسْلِمِينَ، وَلَا تَتَّبِعُوا عَوْرَاتِهِمْ؛ فَإِنَّهُ مَنِ اتَّبَعَ عَوْرَاتِهِمْ يَتَّبِعُ اللهُ عَوْرَتَهُ، وَمَنْ يَتَّبِعِ اللهُ عَوْرَتَهُ يَفْضَحْهُ فِي بَيْتِهِ»[۳] "اے وہ لوگو! جو زبانوں

---

(۱) "صحيح البخاري" كتاب النكاح، ر: ۵۱۴۳، صـ۹۲۰.

(۲) "جنّتی زیور" اَخلاقیات، عیب جُوئی، صـ۱۲۳۔

(۳) "شُعَب الإيمان" باب في تحريم أعراض الناس ...إلخ، ر: ۶۷۰۴، ۵/ ۲۲۸۶.

سے تو ایمان لے آئے ہو، مگر تمہارے دل میں ابھی تک ایمان داخل نہیں ہوا! مسلمانوں کی غیبت نہ کرو، اور ان کے عُیوب تلاش نہ کرو؛ کیونکہ جو اپنے مسلمان بھائی کا عیب تلاش کرے گا، اللہ تعالی اُس کے عیب ظاہر کرنے کا ارادہ فرما لے گا، اور اللہ عَزَّوَجَلَّ جس کے عیب ظاہر کرنے کا اردہ فرمالے، تو اُسے رُسوا کرکے ہی چھوڑے گا، چاہے وہ اپنے گھر میں خود کو محفوظ کرکے بیٹھا ہو"۔

بے عیب لوگوں میں عیب تلاش کرنے والے کا انجام

حضراتِ ذی وقار! بے عیب لوگوں میں عیب تلاش کرنے والے شخص کا، آخرت میں انتہائی بھیانک انجام ہوگا، حضرت سیّدنا علاء بن حارِث رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، سرورِ کونین صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: «الْهَمَّازُونَ وَاللَّمَّازُونَ، الْمَشَّاءُونَ بِالنَّمِيمَةِ، الْبَاغُونَ الْبُرَآءَ الْعَنَتَ، يَحْشُرُهُمُ اللهُ فِي وُجُوهِ الْكِلَابِ»[1] "منہ پر بُرا بھلا کہنے والوں، پیٹھ پیچھے عیب جُوئی کرنے والوں، چغلی کھانے والوں اور بے عیب لوگوں میں عیب تلاش کرنے والوں کو، اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ (بروزِ قیامت) کُتوں کی شکل میں جمع فرمائے گا!"۔

دوسروں کی عیب جُوئی سے بچنے والے کے لیے خوشخبری ہے

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! جو شخص اپنے عیبوں کو یاد کرکے دوسروں کی عیب جُوئی سے باز رہے، حدیثِ پاک میں اس کے لیے "طُوبیٰ" کے الفاظ ارشاد فرمائے ہیں، حضرت سیّدنا انَس بن مالک رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، رحمتِ عالمیان

---

(١) "التوبيخ والتنبيه" للأصبهاني، باب البهتان وما جاء فيه، ر: ٢٢٠، صـ٩٧.

ﷺ نے فرمایا: «طُوبَی لمن شغله عَیبُه عَن عُیُوب النَّاس»[1] "خوشخبری ہے اُس کے لیے جسے اُس کے عیبوں نے، لوگوں کی عیب جُوئی سے باز رکھا"۔

"طُوبیٰ" کا لفظی معنی ہے "خوشخبری" البتہ اس حدیثِ پاک کی شرح میں یہ بھی لکھا گیا ہے کہ یہاں "طُوبیٰ" سے مراد جنّت کا وہ درخت ہے، جس کی مسافت کا یہ عالَم ہے کہ اگر کوئی گھڑسوار اس درخت کے سائے میں سو ۱۰۰ سال تک مسلسل چلے، تب بھی اس کا سایہ ختم نہ ہوگا[2]۔ لہذا ہمیں بھی چاہیے کہ دوسروں کے عیب تلاش کرنے اور انہیں لوگوں کے سامنے بیان کرنے کے بجائے، اپنے گناہوں، بُرائیوں اور عیبوں پر نظر رکھیں، اور اللہ عزّوجلّ کے حضور توبہ واستغفار کرتے رہا کریں!۔

تجسس اور عیب جُوئی مُعاشرے میں خرابی اور فساد کا باعث ہے

برادرانِ اسلام! تجسس اور عیب جُوئی مُعاشرے میں خرابی اور فساد کا باعث ہے، حضرت سیّدنا امیر مُعاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: «إِنَّكَ إِنِ اتَّبَعْتَ عَوْرَاتِ النَّاسِ أَفْسَدْتَهُمْ -أَوْ- كِدْتَ أَنْ تُفْسِدَهُمْ»[3] "اگر تم لوگوں کی عیب جُوئی کرتے پھروگے، تو انہیں خراب کردوگے، یا انہیں خرابی تک پہنچا دوگے"۔

---

(۱) "مُسند البزّار" مسند أبي حمزة أنس بن مالك، ر: ٦٢٣٧، ١٢/ ٣٤٨.

(۲) انظر: "سُبل السلام" [الْعاقِل يشتغل بعيوب نَفْسه] ر: ١٤٢٠، ٢/ ٦٨٠.

(۳) "سنن أبي داود" كتاب الأدب، ر: ٤٨٨٨، صـ٦٨٩. "مُستدرَك الحاكم" كتاب الحدود، وأمّا حديث شرحبيل بن أوس، ر: ٨١٣٧، ٤/ ٤١٩.

لوگوں کو ناکردہ گناہوں کی سزا دینا انہیں بگاڑنے کے مترادِف ہے

عزیزانِ محترم! بے گناہوں پر مختلف نَوعیت کے اِلزام اور عیب لگا کر، انہیں جھوٹے مقدّمات میں پھنسانا اور سزا دینا یا دِلوانا، یہ انہیں بگاڑنے کے مترادِف ہے، حضرت سیّدنا مقدام بن مَعدیکرب، اور حضرت سیّدنا ابواُمامہ باہلی سمیت دیگر متعدّد صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم سے روایت ہے، رحمتِ عالمیان صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: «إِنَّ الْأَمِيرَ إِذَا ابْتَغَى الرِّيبَةَ فِي النَّاسِ أَفْسَدَهُمْ»(۱) "بے شک امیر (یعنی حاکم) جب لوگوں میں عیب (شک وشُبہ) ڈھونڈتا ہے تو انہیں بگاڑ دیتا ہے"۔ لہذا ہمارے حکمران، قاضی صاحبان اور قانون نافذ کرنے والے ادارے، محض شک وشبہ کی بنیاد پر کسی بے گناہ ملزم کو مجرِم قرار دے کر سزا نہ دیا کریں؛ کیونکہ یہ عام مُشاہدے کی بات ہے کہ اگر کسی شریف گھرانے کا کوئی فرد بے گناہ جیل چلا جائے، تو رہا ہونے کے بعد اُس کے انداز واَطوار بدل جاتے ہیں، پھر وہ سچ مچ مجرِمانہ سرگرمیوں میں ملوَّث ہو جاتا ہے۔

کسی مسلمان کی عیب جُوئی اُسے برہنہ کرنے سے زیادہ بڑا گناہ ہے

عزیزانِ مَن! کسی مسلمان کی عیب جُوئی کرنا، اُسے برہنہ کرنے سے بڑا گناہ ہے، "اِحیاء العلوم" میں ہے کہ حضرت سیّدُنا عیسٰی رُوح اللہ علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے حواریوں سے ارشاد فرمایا کہ "اگر تم اپنے بھائی کو اس حالت میں سوتا پاؤ، کہ ہوا نے اس (کے جسم) سے کپڑا ہٹا دیا ہے (جس کے باعث اُس کا ستر (چھپانے کی جگہ) ظاہر ہو جائے، تو ایسی صورت میں) تم کیا کروگے؟" انہوں نے عرض کی: "ہم اُس کی

(۱) "سنن أبي داود" باب في النهي عن التجسس، ر: ٤٨٨٩، صـ٦٨٩، ٦٩٠.

ستر پوشی کریں گے اور اُسے ڈھانپ دیں گے" حضرت سیِّدُنا عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: "بلکہ تم اس کا ستر کھول دو گے" حواریوں نے تعجب سے کہا: "سبحان اللہ! ایسا کون کرے گا؟" حضرت سیِّدُنا عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کے (عیبوں کے) بارے میں کچھ سنتا ہے، تو اُسے بڑھا چڑھا کر بیان کرتا ہے، اور یہ (چیز) اُسے برہنہ کرنے سے زیادہ بڑا گناہ ہے"[1]۔

تجسس اور عیب جُوئی سے متعلق بزرگانِ دین کے چند اقوال

حضراتِ ذی وقار! تجسس اور عیب جُوئی گناہ ہے، جبکہ دوسروں کے عیبوں سے خود کو لاعلم اور غافل رکھنا بزرگوں اور دِین دار لوگوں کا شیوہ ہے، لہذا اس سلسلے میں بزرگانِ دین کے چند اقوال ملاحظہ فرمائیں:

(۱) حضرتِ سیِّدُنا عبد اللہ بن عبّاس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: «إِذَا أَرَدْتَ أَنْ تَذْكُرَ عُيُوبَ صَاحِبِكَ فَاذْكُرْ عُيُوبَكَ»[2] "جب تم کسی کے عُیوب بیان کرنے کا ارادہ کرو، تو (پہلے) اپنے عیبوں کو یاد کر لیا کرو"۔

(۲) حضرت سیِّدنا زید قُمی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی فرماتے ہیں کہ "وہ شخص کیسا عجیب ہے جسے معلوم ہے کہ مجھ میں فُلاں عیب ہے، اس کے باوُجود خود کو اچھا انسان سمجھتا ہے، جبکہ اپنے مسلمان بھائی کو صرف شک (یا سنی سنائی بات) کی بنیاد پر بُرا تصوُّر کرتا ہے!"[3]۔

---

(۱) "إحياء علوم الدين" كتاب آداب الألفة والأخوّة ...إلخ، الحقّ ٣: في اللسان ...إلخ، ٢/ ١٩٣.

(٢) "ذَمّ الغِيبة والنميمة" لابن أبي الدنيا، باب الغِيبة وذمّها، ر: ٥٦، صـ٢٢.

(٣) "تنبيه المغترّين" للشّعراني، الباب ٣، ومنها الاشتغال بعيوب ...إلخ، صـ٢١٧.

(۳) حضرت عون بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ "جو لوگوں کی عیب جُوئی کے لیے فارغ ہے، میرے نزدیک وہ اپنی ذات سے غافل ہے "[۱]۔

(۴) شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "میں بچپن میں اپنے والدِ محترم کے ساتھ شب بیداری میں مصروف تھا، اور قرآن پاک کی تلاوت کر رہا تھا، ہمارے اَطراف میں کچھ لوگ سوئے ہوئے تھے، میں نے اپنے والد سے کہا کہ اس جماعت میں ایک بھی ایسا نہیں جو بیدار ہو کر دو ۲ رکعت نماز ادا کرلے، اس طرح سوئے ہوئے ہیں کہ گویا مر چکے ہیں! یہ سن کر والدِ محترم نے جواب دیا کہ "اے میری جان! اگر تُو بھی سویا رہتا تو اس سے بہتر تھا کہ لوگوں کی عیب جُوئی کرے "[۲]۔

تجسس کے اَسباب

میرے محترم بھائیو! تجسس اور عیب جُوئی کے مختلف اَسباب ہیں جن میں سے چند حسبِ ذیل ہیں:

(۱) بغض، کینہ اور ذاتی دشمنی

تجسس کا ایک اہم سبب بغض، کینہ اور ذاتی دشمنی ہے، جب کسی مسلمان کا بغض وکینہ دل میں آجاتا ہے، تو اُس کا سیدھا کام بھی اُلٹا دکھائی دیتا ہے، یُوں نظریں اُس کے عیوب تلاش کرنے میں لگی رہتی ہیں۔ اس کا علاج یہ ہے کہ بندہ اپنے دل کو مسلمانوں کے بغض وکینہ سے پاک صاف کرے، اپنے دل میں مسلمانوں کی محبت پیدا

---

(۱) "حلية الأولياء" لأبي نعيم، عون بن عبد الله بن عتبة ...إلخ، ر: ٥٥٦٤، ٤/ ٢٧٨.

(۲) "گلستانِ سعدی" بابِ دُوم در اَخلاقِ درویشاں، حکایت:۷، ص۸۱۔

کرے[1] اور رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کو پیش نظر رکھے: «وَمَنْ نَظَرَ إِلَى أَخِيهِ نَظْرَةً لَيْسَ فِي قَلْبِهِ أَوْ صَدْرِهِ حِنَةٌ، لَمْ يَرْجِعْ إِلَيْهِ طَرْفُهُ حَتَّى يَغْفِرَ اللهُ لَهُمَا مَا مَضَى مِنْ ذُنُوبِهِمَا»[2] "جو کوئی اپنے مسلمان بھائی کی طرف (محبت سے) دیکھے، اور اُس کے دل یا سینے میں (کسی قسم کی) عداوت (دشمنی) نہ ہو، تو نگاہ واپس لَوٹنے سے پہلے، اللہ تعالی دونوں کے گزشتہ گناہ بخش دیتا ہے"۔ اس طرح دل میں مسلمانوں کی محبت پیدا ہوگی، اور ان کے عُیوب تلاش کرنے سے بھی نَجات ملے گی۔

(۲) حسد

جانِ برادر! تجسس کا ایک اہم سبب حسد بھی ہے؛ کیونکہ حاسِد کسی بھی قیمت پر محسود (جس سے حسد کیا جائے اُس) کی عزت افزائی کو پسند نہیں کرتا، بلکہ ہر وقت اس کی نعمت چھن جانے کی خواہش رکھتا ہے، لہٰذا حاسِد عیب تلاش کرکے محسود کو بدنام کرنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے[3]۔

"حسد سے نَجات اور چھٹکارا پانے کا طریقہ یہ ہے کہ انسان اللہ تعالی کی تقسیم پر راضی رہے، اللہ کی جو جو نعمتیں اسے حاصل ہیں ان پر قناعت کرے، اللہ کا شکر ادا کرے، جب آدمی قناعت اختیار کرتے ہوئے اللہ تعالی کی تقدیر پر راضی رہتا ہے، تو لوگوں کے پاس موجود نعمتوں کی تمنّا وآرزُو سے آزاد ہو جاتا ہے، مصطفی کریم ﷺ نے فرمایا: «ارْضَ بِمَا قَسَمَ اللهُ لَكَ، تَكُنْ أَغْنَى النَّاسِ»[4] "اللہ تعالی کی تقسیم پر

---

(۱) "باطنی بیماریوں کی معلومات" تجسس کے ۷ اَسباب وعلاج، صـ۳۲۳، ۳۲۴۔
(۲) "شُعب الإيمان" باب في الحثّ على ترك الغِلّ والحسد، ر: ٦٦٢٤، ٥/ ٢٢٥٧.
(۳) "باطنی بیماریوں کی معلومات" تجسس کے ۷ اَسباب وعلاج، صـ۳۲۴۔
(٤) "سنن الترمذي" أبواب الزُهد، ر: ٢٣٠٥، صـ٥٢٨.

راضی رہو، امیر ترین ہو جاؤ گے"۔ جو کچھ موجود ہے اس پر قناعت ورضا، آدمی میں راحت وسُکون پیدا کرتے ہیں، اور یہ چیز کامیابی کے اَسباب میں سے ایک اہم سبب ہے، آقائے دوجہاں ﷺ نے فرمایا: «قَدْ أَفْلَحَ مَنْ أَسْلَمَ، وَرُزِقَ كَفَافاً، وَقَنَّعَهُ اللهُ بِمَا آتَاهُ»[1] "جس نے اسلام قبول کیا، اور جسے ضرورت کے مطابق روزی مل گئی، اور جسے اللہ تعالی نے قَناعت کی توفیق دے دی، اس نے فلاح پالی"[2]۔

(۳) چغلخوری کی عادت

حضراتِ محترم! چغلخوری کی عادت بھی تجسس اور عیب جُوئی کا ایک اہم سبب ہے۔ "چغلخور کو کسی نہ کسی منفی پہلو کی ضرورت ہوتی ہے، لہذا وہ ہر وقت مسلمانوں کے پوشیدہ عیبوں کی تلاش میں لگا رہتا ہے، پھر یہ عیب اِدھر اُدھر بیان کرکے فتنہ وفساد کا باعث بنتا ہے"[3]۔

اس کا علاج یہ ہے کہ چغلخوری کی وعیدوں کو پیش نظر رکھے، اور ان سے بچنے کی کوشش کرتا رہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ۝۱۰ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِيْمٍ﴾[4] "ہر اَیسے کی بات نہ سُننا جو بڑا قسمیں کھانے والا ذلیل، بہت طعنہ دینے والا، بہت چُغلیاں لگانے والا ہو"۔

مصطفی جانِ رَحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: «لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ نَمَّامٌ»[5]

---

(۱) "صحیح مسلم" کتاب الزكاة، باب في الكفاف والقناعة، ر: ۲۴۲۶، صـ۴۲۴.

(۲) "حسد کی مذمّت" واعظ الجمعہ، ۲۴ اگست ۲۰۱۲ء۔

(۳) "باطنی بیماریوں کی معلومات" تجسس کے ۷ اسباب وعلاج، صـ۳۲۴، ۳۲۵۔

(٤) پ۲۹، القلم: ۱۰، ۱۱.

(٥) "صحیح مسلم" کتابُ الإیمان، باب بیان غلظ تحریم النميمة، ر: ۲۹۰، صـ۵۹.

"چُغلخور جنّت میں داخل نہیں ہو گا"۔

حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عبّاس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُما سے روایت ہے، سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دو۲ قبروں کے پاس سے گزرے تو فرمایا: «إِنَّهمَا لَيُعَذَّبَان، وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيْر، أَمَّا هَذَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهِ، وَأَمَّا هَذَا فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيْمَة»[1] "اِن دونوں پر عذاب ہورہا ہے، اور وہ بھی بظاہر کسی بڑی بات پر نہیں، بلکہ اِن میں سے ایک تو اپنے پیشاب کے چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا، جبکہ دوسرا چُغلی کیا کرتا تھا"۔ لٰہذا ہم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ ہمیشہ اس خطرناک مُہلِک مرض سے اپنے آپ کو بچائے رکھے، اور دوسروں کو بھی اس سے بچانے کی کوشش کرتا رہے؛ کہ اس میں پورے مُعاشرے کی بھلائی ہے!۔

(۴) چاپلوسی کی عادت

حضراتِ گرامی قدر! چاپلوسی کی عادت بھی تجسس اور عیب جُوئی کے بڑے اسباب میں سے ایک ہے۔ "بعض اَفراد اپنے ہم منصب کے عُیوب بلاضرورت شرعی اپنے افسر یا نگران وغیرہ تک پہنچا کر، ان کے آگے اپنا اعتماد قائم کرتے ہیں، اور بدلے میں ذاتی مفادات حاصل کرتے ہیں، ایسے لوگوں کی ترقی کا تمام تر دار و مدار چاپلوسی پر ہوتا ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ بندہ کامیابی حاصل کرنے کے لیے اپنی خداداد صلاحیتوں کو برُوئے کار لائے، اور مسلمانوں کی چاپلوسی سے بچے"[2]؛ کیونکہ یہ ایک

---

(۱) "صحيح البخاري" كتابُ الأدب، بابُ الغِيبة، ر: ۶۰۵۲، صـ۱۰۵۷.

(۲) "باطنی بیماریوں کی معلومات" تجسس کے ۷ اَسباب وعلاج، ص۳۲۵۔

ایسی بیماری ہے جو عقلِ انسانی کو دیمک کی طرح چاٹ لیتی ہے، اس کے باعث سماجی، مُعاشرتی اور طبقاتی بگاڑ پیدا ہوتا ہے، خوشامد اور چاپلوسی کی صفتِ بد، ملک وقوم کی پستی اور زَوال کا باعث بھی بنتی ہے، قابلیت (Merit) کا قتلِ عام ہوتا ہے، اور نااہل لوگ راج اور حکمرانی کرتے ہیں، ع

سو کام خوشامد سے نکلتے ہیں جہاں میں
دیکھو جسے دنیا میں خوشامد کا ہے بندا[۱]

لہذا ہمیں چاہیے کہ اپنے مُعاشرے سے اس لعنت کا خاتمہ کریں، اور خوشامد وچاپلوسی کرنے والوں کی حَوصلہ شکنی کریں"[۲]۔

(۵) منافقت

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! منافقت بھی تجسس اور عیب جُوئی کے بڑے اسباب میں سے ایک ہے؛ کیونکہ بندۂ مؤمن ہمیشہ اپنے دوستوں کی خوبیاں پیشِ نظر رکھتا ہے، جبکہ منافق ہمیشہ بُرائیاں اور عُیوب کی تلاش میں رہتا ہے۔ منافقت نہایت بُری خصلت اور ایک قلبی ورُوحانی مرض ہے، اور اس کا علاج یہ ہے کہ بندہ اپنے اندر سے نِفاق کو دُور کرنے کے لیے عملی کوشش کرتا رہے، اور منافقت سے متعلق وعیدوں کو پیشِ نظر رکھے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ؕ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ﴾[۳]

(۱) "کلیاتِ اقبال" "بانگِ درا، ایک مکڑا اور مکھی (ماخوذ) ص۶۰۔
(۲) "تحسین خطابت ۲۰۲۳ء" جنوری، خوشامد وچاپلوسی کی مذمّت، ۱/۹۷، ۹۸۔
(۳) پ ۱۰، التوبة: ٦٧ .

"منافق مرد اور منافق عورتیں ایک تھیلی کے چٹے بٹے (ایک جیسے) ہیں، بُرائی کا حکم دیتے ہیں اور بھلائی سے منع کرتے ہیں، اور (راہِ خدا میں خرچ کرنے سے کنجوسی کرتے ہوئے) اپنی مٹھی بند رکھتے ہیں، وہ اللہ کو چھوڑ بیٹھے، تو اللہ نے بھی انہیں چھوڑ دیا"۔

ایک اَور مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۚ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ﴾[1]

"منافق ڈرتے ہیں کہ اُن پر کوئی سُورت ایسی اُترے جو اُن کے دِلوں کی چھپی بات (منافقت) کو جتلا دے، تم فرماؤ کہ ہنسے جاؤ، اللہ کو ضرور ظاہر کرنا ہے جس کا تمہیں ڈر ہے!"۔ یعنی منافق لوگوں کو ہر وقت اس بات کا ڈر رہتا ہے کہ کہیں ان کا پردہ فاش نہ ہو جائے! اور لوگوں کو ان کی منافقت اور دوغلے کردار کا پتا نہ چل جائے!۔

(٦) منفی سوچ اور خیالات

میرے محترم بھائیو! منفی سوچ اور خیالات بھی تجسس اور عیب جُوئی کے بڑے اسباب میں سے ایک ہے، منفی سوچ اور خیالات کا حامل شخص، تجسس اور عیب جُوئی کے مرض میں مبتلا ہو جاتا ہے، اور ہر وقت لوگوں کے عیبوں اور پوشیدہ باتوں کی ٹوہ، اس کا وطیرہ بن جاتا ہے۔ منفی سوچ اور خیالات سے نَجات کے لیے بندۂ مؤمن کو چاہیے کہ اپنے خیالات کو پاکیزہ اور مثبت رکھے، جس کام سے تعلق نہ ہو بلاوجہ اس کی ٹوہ میں نہ پڑے، اور لوگوں کے عیب تلاش کرنے کی کوشش نہ کرے! ؏

عیبوں کو ڈھونڈتی ہے عیب جُو کی نظر
جو خوش نظر ہیں وہ ہنر وکمال دیکھتے ہیں

(١) پ ١٠، التوبة: ٦٤.

مسلمان کی پردہ پوشی کی فضیلت

حضراتِ گرامی قدر! اپنے مسلمان بھائی کا عیب چھپانا، اور اُس کی پردہ پوشی کرنا، دُخولِ جنّت کا ایک بہترین ذریعہ ہے، حضرت سیّدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور نبئ مکرّم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «لَا يَرَى امْرُؤٌ مِنْ أَخِيْهِ عَوْرَةً فَيَسْتُرُهَا، إِلَّا سَتَرَهُ اللهُ وَأَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ»[۱] "جو اپنے کسی مسلمان بھائی کے عیب کو دیکھ لے اور اس کی پردہ پوشی کرے، اللہ تعالی اس کی پردہ پوشی فرمائے گا، اور اُسے جنّت میں داخل فرمائے گا"۔

حضرت سیّدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رَحمتِ عالمیان نے فرمایا: «مَنْ سَتَرَ عَوْرَةَ مُؤْمِنٍ، فَكَأَنَّمَا اسْتَحْيَا مَوْؤُوْدَةً فِيْ قَبْرِهَا»[۲] "جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی، گویا اس نے قبر میں زندہ گاڑی ہوئی بچی کو زندہ کر دیا"۔

مسلمان بھائی کا راز ظاہر کرنے کی دنیاوی سزا

عزیزانِ مَن! اپنے مسلمان بھائی کی عیب جُوئی کرنا، اور اس کا پردہ فاش کرنا، دنیا اور آخرت میں ذِلّت ورُسوائی کا باعث ہے، حضرت سیّدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «مَنْ سَتَرَ عَوْرَةَ أَخِيْهِ الْمُسْلِمِ، سَتَرَ اللهُ عَوْرَتَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ كَشَفَ عَوْرَةَ أَخِيهِ الْمُسْلِمِ، كَشَفَ اللهُ عَوْرَتَهُ حَتَّى يَفْضَحَهُ بِهَا فِيْ بَيْتِهِ»[۳] "جو اپنے مسلمان بھائی کی

---

(۱) "المعجم الكبير" أبو الخير مرثد بن عبد الله اليزني عن عقبة، ر: ۷۹۵، ۱۷/ ۲۸۸.
(۲) "صَحيح ابن حِبّان" كتاب البِرِّ والإحسان، ر: ۵۱۸، صـ۱۴۰.
(۳) "سنن ابن ماجة" كتاب الحدود، ر: ۲۵۴۶، صـ۴۳۲.

پردہ پوشی کرے گا، اللہ تعالی قیامت کے دن اُس کی پردہ پوشی فرمائے گا، اور جو اپنے مسلمان بھائی کے راز کھولے گا، اللہ تعالی اس کا راز ظاہر کر دے گا، یہاں تک کہ وہ اپنے گھر ہی میں رُسوا ہو جائے گا!"۔

گنہگار کی پردہ پوشی کے اُصول وقواعد

حضراتِ ذی وقار! "کسی کے عیب یا راز کو ظاہر کرنا نہایت قبیح فعل ہے، جس کی دینِ اسلام نے سخت ممانعت فرمائی ہے؛ کیونکہ اس کے سبب دوسرے کو تکلیف پہنچتی ہے، اور اُس کا حقِ پردہ پوشی پامال ہوتا ہے، لیکن کسی کی پردہ پوشی اسی وقت جائز ہے جب اُس عیب کا اثر اس کی ذات تک محدود ہو، البتہ جو بے باک علانیہ فسق وفجور کا اِرتکاب کرتے ہیں، یا جو سرِعام گناہوں کے عادی ہیں، اور اپنے فسق وفجور سے دوسروں کو نقصان پہنچاتے ہیں، اور لوگوں کے اَخلاق وعقائد خراب کرتے ہیں، تو ایسے شخص کے فسق وفجور کو بیان کرنا لازم ومُوجب ثواب ہے۔

اسی طرح اگر کوئی رشتہ کے لیے لڑکے کی معلومات چاہتا ہے، تو صحیح صحیح بات بتا دینے کا حکم ہے، لیکن جب کبھی اتفاقیہ کسی ایسے شخص کو خلافِ شرع کام کرتے دیکھیں جو گناہ کا عادی نہیں، چھپ چھپا کر گناہ کرتے دیکھا، اور وہ عیب ایسا ہو کہ اس سے کسی دوسرے مسلمان کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ بھی نہیں، تو اس عیب کا چھپانا دوسرے مسلمان کا اَخلاقی فرض بنتا ہے، لہذا اس کے گناہ کو چھپا کر اجر وثواب حاصل کیا جائے، حضرت سیّدنا ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے، مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: «الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ، لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يُسْلِمُهُ، وَمَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ، كَانَ اللهُ فِي حَاجَتِهِ، وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً، فَرَّجَ

اللهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرُبَاتِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِماً سَتَرَهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»[1] "مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اُس پر ظلم کرے نہ اُسے ظالم کے حوالے کرے، جو اپنے مسلمان بھائی کی حاجت رَوائی میں رہے گا، اللہ تعالی اُس کی حاجت رَوائی فرمائے گا، اور جو کسی مسلمان سے تکلیف دُور کرے گا، اللہ تعالی اُس سے قیامت کی تکلیف دُور فرمائے گا، اور جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا، اللہ تعالی قیامت کے دن اُس کی پردہ پوشی فرمائے گا"[2]۔

محدثینِ کرام اس حدیثِ پاک کی شرح میں فرماتے ہیں کہ "مسلمان کی پردہ پوشی سے مراد یہ ہے کہ کبھی اتفاقاً کسی ایسے مسلمان کو جو سرِعام گناہ کا عادی نہیں، چھپ چھپا کر گناہ کرتے دیکھا، یا کسی مسلمان کے عیب پر مطّلع ہوا، تو چاہیے کہ اُس کے عیب کو چھپائے، لیکن جو بے باک علانیہ فسق وفُجور کا اِرتکاب کرتے ہیں، یا جن کی عادت ہے کہ اپنے فسق وفجور سے لوگوں کو نقصان پہنچاتے ہیں، یا لوگوں کے اَخلاقیات پر اثر انداز ہوتے ہیں، ایسے لوگوں کے فسق وفجور کو بیان کرنا واجب ہے؛ تاکہ لوگ اپنے آپ کو ایسوں کے شر وشرارت سے بچا سکیں"[3]۔

حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، حضور پُر نور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «لَا يَسْتُرُ اللهُ عَلَى عَبْدٍ فِي الدُّنْيَا، إِلَّا سَتَرَهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»[4] "اللہ تعالی جس بندہ کی دنیا میں عیب پوشی کرے گا، قیامت کے دن

(١) "صحيح البخاري" كتاب المظالم، ر: ٢٤٤٢، صـ٣٩٤.
(۲) دیکھیے: "پردہ پوشی کا بیان" واعظ الجمعہ، ۲۱ نومبر ۲۰۱۴ء۔
(٣) "عمدة القاري" كتاب المظالم، تحت ر: ٢٤٤٢، ٩/ ١٨٩، ملخّصاً.
(٤) "صحيح مسلم" كتاب البرّ والصِلة، ر: ٦٥٩٤، صـ١١٣٢.

بھی اس کی عیب پوشی فرمائے گا"۔ لہٰذا جب تک اجازت شرعی نہ ہو، تب تک کسی کے عیب ظاہر کرنا ممنوع و گناہ ہے! ؏

کب گناہوں سے کنارا میں کروں گا یا رب
نیک کب اے میرے اللہ بنوں گا یا رب

کب گناہوں کے مرض سے میں شفا پاؤں گا
کب میں بیمار مدینے کا بنوں گا یا رب

گر تو ناراض ہوا میری ہلاکت ہوگی
ہائے میں نارِ جہنم میں جلوں گا یا رب[1]

دعا

اے اللہ! ہمیں تجسس و عیب جُوئی اور اس جیسی دیگر عاداتِ بد سے بچا، اپنی زبان و ہاتھ سے دوسروں کو تکلیف دینے، اور ٹوہ میں لگنے سے بچا، دنیا و آخرت میں ہمارے عیبوں کی پردہ پوشی فرما، ذِلّت، رُسوائی، اور بدنامی سے محفوظ فرما، اور ہمیں اپنے مسلمان بھائیوں کی پردہ پوشی کرنے کی سوچ عطا فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

(۱) "وسائل بخشش" "کب گناہوں سے کنارا میں کروں گا یا رب! ص۸۴، ۸۵، ملتقطاً۔

گھر میں آنے جانے کے آداب

(جمعۃ المبارک ۰۹ جُمادی الاُولی ۱۴۴۵ھ - ۲۰۲۳/۱۱/۲۴ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

عزیزانِ محترم! اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے، اس مبارک دِین نے ہمیشہ ہر مُعاملے میں اہلِ ایمان کی رَہنمائی فرمائی ہے، لہذا زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جس میں اسلامی تعلیمات کی صورت میں ہماری رَہنمائی نہ کی گئی ہو، اسلامی مُعاشرت اور گھر میں آنے جانے کے آداب پر مبنی تعلیمات بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

ایک دوسرے کے گھر میں آنے جانے کے آداب سے متعلق ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّاۤ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ ۙ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ۫ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ؕ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ

وَ قُلُوۡبِهِنَّ ﴾[1] "اے اِیمان والو! نبی کے گھروں میں نہ حاضر ہو جب تک اجازت نہ پاؤ، مثلاً کھانے کے لیے بلائے جاؤ، نہ یُوں کہ خود اس کے پکنے کی راہ تکو! ہاں جب بلائے جاؤ تو حاضر ہو، اور جب کھا چکو تو فوراً منتشر ہو جاؤ، نہ یہ کہ بیٹھے باتوں میں دل بہلاؤ! یقیناً اس میں نبی کو اِیذاء (تکلیف) ہوتی تھی، تو وہ تمہارا لحاظ فرماتے تھے، اور اللہ حق فرمانے میں نہیں شرماتا، اور جب تم اُن سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو، اِس میں زیادہ ستھرائی ہے تمہارے دِلوں اور اُن کے دِلوں کی"۔

مذکورہ بالا آیتِ مبارکہ میں ہمیں اس بات کی تعلیم دی گئی ہے، کہ اگر کسی کے گھر یا شادی ہال (Marriage Hall) وغیرہ میں دعوت ہو، تو وہاں وقتِ مقرّر سے گھنٹوں پہلے نہ پہنچ جائیں؛ کیونکہ یہ میزبان کے لیے پریشانی کا باعث ہو سکتا ہے، اسی طرح کھانا کھانے کے بعد وہاں بیٹھے فُضول باتوں میں اپنا وقت ضائع نہ کریں، بلکہ وہاں سے جلد نکلنے کی کوشش کریں؛ تاکہ صاحبِ خانہ دیگر مہمانوں کی بھی خاطرداری کر سکے! ہاں اگر میزبان کی خواہش ہو تو زیادہ دیر تک رُکنے میں حرج نہیں۔

اسی طرح جس دعوت میں آپ باقاعدہ مدعو نہ ہوں، وہاں بِن بلائے مہمان بن کر ہرگز نہ جائیں؛ کیونکہ ممکن ہے کہ کھانے پینے اور بیٹھنے کا انتظام محدود ہو، اور آپ کے بِن بلائے مہمان بننے کے باعث میزبان کا کھانا یا بیٹھنے کے لیے نشستیں کم پڑ جائیں، اور اُسے اپنے مہمانوں کے سامنے شرمندگی کا سامنا کرنا پڑے!۔

گھر میں بغیرِ اجازت داخل نہ ہوا کرو

برادرانِ اسلام! گھر میں آنے جانے کے متعدّد آداب ہیں، جن میں سب

---

(۱) پ۲۲، الأحزاب: ۵۳.

سے اہم یہ ہے کہ جب تک کسی کے گھر میں داخل ہونے کی اجازت نہ ملے داخل نہ ہوا جائے؛ کہ قرآنِ حکیم میں واضح طَور پر اس کی ممانعت فرمائی گئی ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَىٰ أَهْلِهَا ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾[1] "اے ایمان والو! تم اپنے گھروں کے سِوا دوسرے گھروں میں داخل مت ہو، جب تک اجازت نہ لے لو، اور جب تک اُن لوگوں کو سلام نہ کرلو، اِجازت لینا تمہارے لیے بہتر ہے؛ تاکہ تم دھیان کرو"۔

اس آیتِ مبارکہ کے تحت مفسّرین کِرام فرماتے ہیں کہ "ایک خاتون نے حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر عرض کی، کہ میں بَسا اوقات اپنے گھر میں ایسی حالت میں ہوتی ہوں کہ مجھے پسند نہیں کہ کوئی مجھے اُس حالت میں دیکھے، جبکہ بعض لوگ بنا اِجازت اندر چلے آتے ہیں، اُس وقت یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی"[2]۔

صدر الاَفاضل علّامہ سیّد نعیم الدین مُرادآبادی رحمہ اللہ تعالی مذکورہ بالا آیتِ مبارکہ کے تحت لکھتے ہیں کہ "اس آیت سے ثابت ہوا کہ غیر کے گھر میں بے اجازت داخل نہ ہو، اور اجازت لینے کا طریقہ یہ بھی ہے کہ بلند آواز سے "سبحان اللہ" یا "الحمد للہ" یا "اللہ اکبر" کہے، یا "کھنکارے"، جس سے مکان والوں کو معلوم ہو کہ کوئی آنا چاہتا ہے، یا یہ کہے کہ "کیا مجھے اندر آنے کی اجازت ہے"؟

مسئلہ: اور غیر کے گھر سے مراد یہ ہے کہ جس میں غیر سُکونت رکھتا ہو، خواہ اس کا مالک ہو یا نہ ہو۔ **مسئلہ:** غیر کے گھر جانے والے کی اگر صاحبِ مکان سے

---

(١) پ١٨، النور: ٢٧.

(٢) "تفسیر نور العرفان" پ١٨، النور، زیرِ آیت: ٢٧، صـ٥٦٣۔

پہلے ہی ملاقات ہو جائے، تو اوّل سلام کرے پھر اجازت چاہے، اور اگر وہ (صاحبِ خانہ) مکان کے اندر ہو تو سلام کے ساتھ اجازت چاہے، اس طرح کہے: "السلام علیکم! کیا مجھے اندر آنے کی اجازت ہے؟"[1]۔

گھر میں داخلے کی اجازت نہ ملے تو واپس لَوٹ جاؤ

حضراتِ گرامی قدر! اگر گھر میں کوئی نہ ہو، یا مَوجود تو ہو لیکن داخلے کی اِجازت نہ ملے، تو بُرا مانے بغیر واپس لَوٹ جانا چاہیے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِیْهَاۤ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى یُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَ اِنْ قِیْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ﴾[2] "پھر اگر اُن میں سے کسی کو نہ پاؤ، جب بھی بے مالکوں کی اجازت کے اُن میں نہ جاؤ، اور اگر تم سے کہا جائے کہ واپس لَوٹ جاؤ تو واپس ہو جاؤ (اور اجازت کے لیے اِصرار نہ کرو) یہ تمہارے لیے بہت ستھرا ہے!"۔

صدر الاَفاضل علّامہ سیّد نعیم الدین مُرادآبادی رحمۃ اللہ تعالی علیہ مذکورہ بالا آیتِ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں کہ "کسی کا دروازہ بہت زور سے کھٹکھٹانا اور شدید آواز سے چیخنا، خاص کر علماء اور بزرگوں کے دروازے پر ایسا کرنا، اُن کو زور سے پکارنا مکروہ وخلاف ادب ہے"[3]۔

کسی کے گھر کے دروازے کے سامنے کھڑے نہ ہوں

عزیزانَ مَن! جب کسی کے گھ جانا ہو تو اجازت طلب کرنے کی غرض سے اس کے دروازے کے سامنے ہرگز کھڑے نہ ہوں، بلکہ دروازے سے ہٹ کر ایک

---

(۱) "تفسیر خزائن العرفان" پ۱۸، النور، زیرِ آیت: ۲۷، ص۶۴۰۔
(۲) پ۱۸، النور: ۲۸.
(۳) "تفسیر خزائن العرفان" پ۱۸، النور، زیرِ آیت: ۲۸، ص۶۴۱۔

طرف کھڑے ہوں، حضرت سیّدنا عبد اللہ بن بُسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «لَا تَأْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ أَبْوَابِهَا، وَلَكِنِ ائْتُوْهَا مِنْ جَوَانِبِهَا، ثُمَّ سَلِّمُوْا، فَإِنْ أُذِنَ لَكُمْ فَادْخُلُوْا وَإِلَّا فَارْجِعُوْا»[1] "کسی کے گھر آؤ تو دروازوں کے سامنے مت کھڑے ہو، بلکہ ان کے ایک طرف ہٹ کر کھڑے ہو، پھر سلام کرو، اگر اجازت ملے تو داخل ہو، ورنہ واپس لَوٹ جاؤ"۔

تین بار اجازت مانگنے پر بھی اجازت نہ ملے تو واپس لَوٹ جائیں

جانِ برادر! تین ۳ بار اجازت مانگنے پر بھی اجازت نہ ملے تو واپس لَوٹ جانے کا حکم ہے، حضرت سیّدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «يَسْتَأْذِنُ أَحَدُكُمْ ثَلَاثاً، فَإِنْ أُذِنَ لَهُ وَإِلَّا فَلْيَرْجِعْ»[2] "تین ۳ بار اجازت مانگو، اِجازت ملے تو بہتر، ورنہ واپس لَوٹ جاؤ"؛ کیونکہ ممکن ہے کہ صاحبِ خانہ آرام کر رہا ہو، یا پھر گھر میں صاحبِ خانہ کی زوجہ اکیلی ہو، وغیرہ وغیرہ۔

اجازت سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا طرزِ عمل

حضراتِ ذی وقار! اجازت سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اپنا ذاتی طرزِ عمل بھی ہمیشہ یہی رہا، کہ جب کسی صحابی کے گھر تشریف لے جاتے، تو دروازے پر پہنچ کر تین ۳ بار اجازت ضرور طلب فرماتے، حضرت سیّدنا قَیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے تو فرمایا: «السَّلَامُ عَلَيْكُمْ

---

(۱) "مُسند البزّار" مسند عبد الله بن بُسر رضي الله عنه، ر: ۳٤۹۹، ۸/ ٤۲۹.

(۲) "سنن أبي داود" كتاب الأدب، باب كَمْ مَرَّةٍ يُسَلّم ...إلخ، ر: ۵۱۸۱، صـ۷۲۷.

وَرَحْمَةُ الله!» حضرت سیّدنا سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اندر سے بالکل آہستہ جواب دیا، حضرت سیّدنا قیس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کی کہ آپ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اندر آنے کی اِجازت کیوں نہیں دیتے؟ فرمایا: ٹھہرو، حضور کو ہم پر زیادہ سلام بھیجنے دو! مصطفی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے دوبارہ فرمایا: «السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ الله!» حضرت سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے پھر آہستہ جواب دیا، رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے تیسری بار فرمایا: «السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ الله!» پھر رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم لَوٹ گئے، حضرت سیّدنا سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ پیچھے گئے اور عرض کی: یارسولَ اللہ! میں آپ کا سلام سُن کر آہستہ سے جواب دے رہا تھا؛ میں چاہتا تھا کہ آپ ہمارے لیے سلامتی ورَحمت کی دعا اَور زیادہ کریں، تب رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم حضرت سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ساتھ اُن کے گھر تشریف لے آئے"[1]۔

دستک کے جواب میں گھر والوں کے پُوچھنے پر اپنا نام بتائیں

میرے محترم بھائیو! جب کسی کے گھر جائیں تو گھر والوں کے پُوچھنے پر جواب میں چُپ چاپ کھڑے رہنا، یا "میں ہُوں" یا "دروازہ کھولو" کہنا درست نہیں، بلکہ پُوچھنے پر جواب میں اپنا نام بتائیں، جس سے ملاقات کرنی ہے اس کا نام لیں کہ مجھے فُلاں سے ملنا ہے۔ جب آپ کسی کے گھر جاکر دستک دیتے ہیں، تو دروازہ کھولنے والے کو کیا جواب دینا چاہیے؟ اس بارے میں حضرت سیّدنا جابر بن عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ میرے والد پر قرض تھا، میں اس سلسلہ میں حضور نبیٔ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوا اور دروازہ پر دستک دی، رحمتِ عالمیان صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے پُوچھا: «مَنْ ذَا؟» "کون ہے؟" میں نے عرض کی: «أَنَا» "میں ہوں" حضور نبیٔ کریم

---

(۱) المرجع نفسه، ر: ٥١٨٥، صـ٧٢٧، ٧٢٨.

ﷺ نے (دروازہ کھولتے ہوئے) کہا: «أَنَا أَنَا»[۱] "میں تو میں بھی ہوں"۔

گویا رسولِ اکرم ﷺ نے ان کے اس جواب کو ناپسند فرمایا۔ اس حدیث پاک کے تحت محدثینِ کرام فرماتے ہیں کہ "مطلب یہ ہے کہ جب کوئی یہ پوچھے "کون ہے؟" تو جواب میں نام بتانا چاہیے، یہ کہنا کہ "میں ہوں" لَغو وفُضول ہے"[۲]۔ اِسی طرح رُخصت ہوتے وقت بھی اجازت لینا چاہیے، یعنی اس طرح کہیں کہ مجھے اجازت دیجیے، یا میں جانا چاہتا ہوں، وغیرہ وغیرہ، بلا اجازت چُپ چاپ نکل جانا بھی نامناسب اور خلافِ ادب ہے"[۳]۔

مسافر خانوں اور ہوٹلوں میں داخل ہونے کے لیے اجازت لینا ضروری نہیں

عزیزانِ مَن! ایسے گھر جو کسی کی سُکونت کے لیے خاص نہ ہوں، مثال کے طَور پر سرائے، مسافر خانے اور ہوٹلز (Hotels) وغیرہ، ان میں داخل ہونے کے لیے اجازت لینے کی ضرورت نہیں، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ﴾[٤] "اس میں تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ان گھروں میں جاؤ، جو خاص کسی کی سُکونت کے نہیں، انہیں استعمال میں لانے کا تمہیں اختیار ہے"۔

اپنے گھر کے اندر موجودگی کے باوُجود اجازت لینے کا حکم

جانِ برادر! گھر میں داخل ہونے سے قبل اجازت لینا، دینِ اسلام میں کس قدر اہمیت کا حامل ہے، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ شریعتِ مطہّرہ

---

(١) "صحيح البخاري" كتاب الاستئذان، ر: ٦٢٥٠، صـ١٠٨٨.
(۲) "نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری" کتاب الاستیذان، تحت ر: ۲۶۷۸، ۸/۳۵۵۔
(۳) دیکھیے: "کسی کے ہاں جانے پر اجازت لینے کے آداب" واعظ الجمعہ، ۲۰ مئی ۲۰۱۶ء۔
(٤) پ١٨، النور: ٢٩.

نے تین ۳اَوقات ایسے مقرّر فرمائے ہیں، جن میں کسی غیر کے گھر ہی نہیں، بلکہ اپنے گھر کے اندر بھی اجازت لینا ضروری ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ﴾[1] "اے ایمان والو! تمہارے غلام وخادِم اور تمہارے وہ بچے جو ابھی جوانی کو نہ پہنچے، تین ۳اَوقات: (۱) نمازِ صبح سے پہلے، (۲) دوپہر کو جب تم اپنے کپڑے اُتارے رہتے ہو (۳) اور نمازِ عشاء کے بعد، تم سے اِجازت لے کر تمہارے پاس آئیں! یہ تین ۳اَوقات تمہارے پردے کے ہیں"۔

"تو معلوم ہوا کہ نمازِ فجر سے پہلے، دوپہر قَیلولہ کے وقت جب مَرد حضرات آرام کی غرض سے اپنی قمیص اُتار دیتے ہیں، اور خواتین دوپٹے اور پردے کا زیادہ اہتمام نہیں کرتیں، اور رات بعد نمازِ عشاء جب سونے کی تیاری کی جاتی ہے، یہ تین ۳اَوقات سونے اور آرام وسُکون کے ہیں، لہٰذا ان اَوقات میں بنااجازت اپنے گھر کے اندر بھی دوسروں کے کمروں میں داخل ہونا منع ہے، چاہے وہ چھوٹا ہو یا بڑا، مَرد ہو یا عَورت، سبھی پر لازم ہے کہ اس حکم پر عمل کریں، اور دوسروں کے آرام وسکون میں خَلل انداز نہ ہوں"[2]۔

کسی کے گھر آتے جاتے وقت اپنی نگاہیں نیچی رکھیں

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! بازار میں چلتے پھرتے، یا کسی غیر کے گھر میں آتے جاتے وقت اپنی نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ

---

(۱) پ۱۸، النور: ۵۸.

(۲) دیکھیے: "کسی کے ہاں جانے پر اجازت لینے کے آداب" واعظ الجمعہ، ۲۰ مئی ۲۰۱۶ء۔

﴿يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ﴾[1] "مسلمان مَردوں کو حکم دو کہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں!"۔

اسی طرح اہلِ خانہ کو بھی چاہیے کہ گھر میں بطور مہمان آئے ہوئے اجنبی مَردوں سے پردہ کریں، اور بے پردہ اُن کے سامنے جانے سے اجتناب کریں، جیسا کہ ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَقُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ﴾[2] "اور مسلمان عورتوں کو حکم دو کہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں، اور اپنی پارسائی کی حفاظت کریں، اور اپنا بناؤ (سنگھار) دوسروں کو نہ دکھائیں!"۔

دوسروں کے گھر میں تانک جھانک نہ کریں

حضراتِ ذی وقار! دوسروں کے گھر میں آتے جاتے وقت، یا باہر سے گزرتے ہوئے تانک جھانک کرنا بھی منع ہے، حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، حضور نبئ کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: «لَوِ اطَّلَعَ فِي بَيْتِكَ أَحَدٌ وَلَمْ تَأْذَنْ لَهُ، خَذَفْتَهُ بِحَصَاةٍ فَفَقَأْتَ عَيْنَهُ، مَا كَانَ عَلَيْكَ مِنْ جُنَاحٍ!»[3] "اگر کوئی بلا اجازت تمہارے گھر میں جھانکے، اور تم کنکر پھینک کر اُسے مارو، جس سے اس کی آنکھ پُھوٹ جائے، تو تم پر کوئی گناہ نہیں!"۔

"صحیح مسلم" کی روایت میں ہے: «مَنِ اطَّلَعَ فِي بَيْتِ قَوْمٍ بِغَيْرِ إِذْنِهِمْ، فَقَدْ حَلَّ لَهُمْ أَنْ يَفْقَئُوا عَيْنَهُ»[4] "جو کسی کے گھر میں اُن کی اجازت کے بغیر جھانکے، تو اُن کے لیے جائز ہے کہ اُس کی آنکھ پھوڑ دیں!"۔

(۱) پ۱۸، النور: ۳۰.
(۲) پ۱۸، النور: ۳۱.
(۳) "صحيح البخاري" كتاب الدِيات، ر: ٦٨٨٨، صـ١١٨٦.
(٤) "صحيح مسلم" كتاب الآداب، ر: ٥٦٤٢، صـ٩٦١.

اسی طرح ایک اَور روایت میں ہے: «مَنِ اطَّلَعَ فِي بَيْتِ قَوْمٍ بِغَيْرِ إِذْنِهِمْ فَفَقَئُوا عَيْنَهُ، فَلَا دِيَةَ لَهُ وَلَا قِصَاصَ»[۱] "جو بلااجازت لوگوں کے گھر میں جھانکے، اور وہ اِس کی آنکھ پھوڑ دیں، تواُن پر دِیت ہے نہ قصاص"۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ دوسروں کے گھر میں تانک جھانک نہ کریں، اور بنااجازت کسی دوسرے کے گھر میں داخل نہ ہوں۔

ظاہری صفائی ستھرائی اور نظافت کا خاص خیال رکھیں

حضراتِ گرامی قدر! کسی کے گھر آنے جانے کے آداب میں یہ بات بھی بڑی اہمیت کی حامل ہے، کہ اپنی ظاہری صفائی ستھرائی اور نکھار کا خاص خیال رکھا جائے؛ تاکہ میزبان کو آپ کے پاس بیٹھنے میں شادمانی وفرحت محسوس ہو، اور آپ دیگر لوگوں میں نمایاں اور ممتاز نظر آئیں، حضرت سیّدنا سہل بن حنظلیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (تعلیمِ اُمت کے لیے آدابِ مُعاشرت سکھاتے ہوئے) ہمیں مخاطب کرکے فرمایا: «إِنَّكُمْ قَادِمُوْنَ عَلَى إِخْوَانِكُمْ، فَأَصْلِحُوا رِحَالَكُمْ وَأَصْلِحُوا لِبَاسَكُمْ، حَتَّى تَكُونُوا كَأَنَّكُمْ شَامَةٌ فِي النَّاسِ؛ فَإِنَّ اللهَ لا يُحِبُّ الْفُحْشَ وَلا التَّفَحُّشَ»[۲] "عنقریب تم لوگ اپنے بھائیوں سے ملنے والے ہو، لہٰذا اپنی سواریوں کے پالان درست کرلو، اور اچھے لباس پہن لو؛ تاکہ لوگوں کی مجلس میں تم لوگ ممتاز نظر آؤ! اور اللہ تعالی کو بدزبانی اور بے حیائی پسند نہیں"۔ لہٰذا مسلمان کو چاہیے کہ اپنا لباس اور ظاہری وضع قطع اچھی اور عمدہ رکھے،

---

(١) "سنن النَّسائي" كتاب القَسامة، ر: ٤٨٧٠، الجزء ٨، صـ٦٢.

(٢) "سنن أبي داود" كتاب اللباس، ر: ٤٠٨٩، صـ٥٧٦، ٥٧٧.

صفائی ستھرائی اور نکھار کا اہتمام کرے؛ تاکہ اسلامی تعلیمات پر عمل لوگوں کی خوشی کا بھی سبب ہو، اور دشمنانِ دین کو اسلام پر طعنہ زنی کا موقع بھی نہ ملے!۔

گھر میں آتے جاتے وقت سلام کریں

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! اپنے یا کسی غیر کے گھر آتے جاتے وقت گھر والوں کو سلام کرنا بھی، گھر میں آنے جانے کے آداب میں سے ہے، اور حدیثِ پاک میں بھی اس بات کی بڑی تلقین فرمائی گئی ہے، حضرت سیّدنا قتادہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، رحمتِ عالمیان صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: «إِذَا دَخَلْتُمْ بَيْتاً فَسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهِ، فَإِذَا خَرَجْتُمْ فَأَوْدِعُوا أَهْلَهُ بِسَلَامٍ»[1] "جب تم کسی گھر میں داخل ہو تو اس گھر والوں کو سلام کرو، اور جب کسی گھر سے نکلو تب بھی گھر والوں کو سلام کر کے الوَداع ہو"۔

اگر ایسے مکان میں جانا ہو کہ اُس میں کوئی نہ ہو، تو حضور نبیٔ کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کرے، جیسا کہ ملّا علی قاری رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: "(فإذا دخلتم بُيوتاً إن لم يَكُن في البَيتِ أحدٌ، فقُل: السّلامُ علَى النّبي ورحمةُ الله وبركاتُه!) أي: لأنّ رُوحَه عليه الصلاة والسلام حاضرٌ في بُيوت أهل الإسلام"[2] "جب گھر میں داخل ہو اور وہاں کوئی نہ ہو، تو اس طرح کہو: "السَّلَامُ على النّبي ورحمةُ الله وبركاتُه"؛ کیونکہ نبیٔ کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی رُوح مبارک مسلمانوں کے گھروں میں تشریف رکھتی ہے"۔

---

(١) "شُعب الإيمان" باب في مقاربة ...إلخ، فصل في سلام من خرج من بيته، ر: ٨٨٤٥، ٦/ ٢٩٤٩.

(٢) "شرح الشفا" القسم ٢، الباب ٤ في حكم الصّلاة عليه ﷺ، فصل في المَواطن التي يستحبّ فيها الصلاةُ والسلامُ، ٢/ ١١٨.

گھر میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت زبان کو ذکرِ الٰہی سے تر رکھیں

میرے محترم بھائیو! گھر میں آتے جاتے ذکر واَذکار کرنا خیر وبرکت کا باعث، اور گھر میں آنے جانے کے آداب میں سے ہے، حضرت سیّدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، رحمتِ عالمیان ﷺ نے فرمایا: «إِذَا دَخَلَ الرَّجُلُ بَيْتَهُ، فَذَكَرَ اللهَ عِنْدَ دُخُولِهِ وَعِنْدَ طَعَامِهِ، قَالَ الشَّيْطَانُ: لَا مَبِيتَ لَكُمْ، وَلَا عَشَاءَ، وَإِذَا دَخَلَ فَلَمْ يَذْكُرِ اللهَ عِنْدَ دُخُولِهِ، قَالَ الشَّيْطَانُ: أَدْرَكْتُمُ المَبِيتَ، وَإِذَا لَمْ يَذْكُرِ اللهَ عِنْدَ طَعَامِهِ قَالَ: أَدْرَكْتُمُ المَبِيتَ وَالْعَشَاءَ»[۱] "جب کوئی بندہ گھر میں داخل ہوتے وقت، اور کھانا کھاتے وقت اللہ کا ذکر کرتا ہے، توشیطان کہتا ہے: آج یہاں نہ تمہاری رات گزر سکتی ہے اور نہ تمہیں کھانا مل سکتا ہے! اور جب کوئی بندہ گھر میں داخل ہوتے وقت اللہ کا ذکر نہ کرے، تو شیطان کہتا ہے کہ رات گزارنے کے لیے ٹھکانہ تو مل گیا، اور جب وہ بندہ کھانا کھاتے وقت بھی اللہ کا ذکر نہ کرے (یعنی بسم اللہ شریف نہ پڑھے) توشیطان (خود کلامی کرتے ہوئے) کہتا ہے کہ "تمہیں ٹھکانہ بھی مل گیا، اور رات کا کھانا بھی!"۔

کسی دوسرے کے مکان میں جانے سے متعلق چند شرعی مسائل

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمہ اللہ تعالی نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب "بہارِ شریعت" میں، گھر میں آنے جانے سے متعلق چند شرعی مسائل اور آداب بیان فرمائے ہیں، وہ حسبِ ذیل ہیں:

(۱) "صحیح مسلم" کتاب الأشربة، ر: ٥٢٦٢، صـ٩٠٢.

(۱) "جب کوئی شخص دوسرے کے مکان پر جائے، تو پہلے اندر آنے کی اجازت حاصل کرے، پھر جب اندر جائے تو پہلے سلام کرے اس کے بعد بات چیت شروع کرے۔

(۲) کسی کے دروازہ پر جاکر آواز دی، اس نے کہا: کون؟ تو اس کے جواب میں یہ نہ کہے کہ "میں"، جیساکہ بہت سے لوگ "میں" کہہ کر جواب دیتے ہیں، اس جواب کو حضور اقدس ﷺ نے ناپسند فرمایا، بلکہ جواب میں اپنا نام ذکر کرے؛ کیونکہ "میں" کا لفظ تو ہر شخص اپنے (خود) کو کہہ سکتا ہے، یہ جواب ہی کب ہوا؟!

(۳) اگر تم نے اجازت مانگی اور صاحبِ خانہ نے اجازت نہ دی، تو اس سے ناراض نہ ہو، اپنے دل میں کدُورت (ناراضگی) نہ لاؤ، خوشی خوشی وہاں سے واپس آؤ؛ (کیونکہ) ہوسکتا ہے اُس کو اِس وقت تم سے ملنے کی فرصت نہ ہو، کسی ضروری کام میں مشغول ہو!۔

(۴) آنے والے نے سلام نہیں کیا اور بات چیت شروع کردی، تو اسے اختیار ہے کہ اُس کی بات کا جواب نہ دے؛ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "جس نے سلام سے قبل کلام کیا، اس کی بات کا جواب نہ دو!"۔

(۵) آنے کے وقت بھی سلام کرے اور جاتے وقت بھی، یہاں تک کہ دونوں کے درمیان میں اگر دیوار یا درخت حائل ہو جائے، جب بھی سلام کرے"[1]۔

---

(۱) "بہارِ شریعت" حصّہ ۱۶، حظر واِباحت کا بیان، مکان میں جانے کے لیے اجازت لینا، ۳/۴۵۲، ۴۵۳۔

آدابِ مُعاشرت کالحاظ رکھنے کے فوائدو ثمرات

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! "اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلامی تعلیمات پر عمل میں، اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی ورِضا، اور انسان کی دنیاوآخرت کی بہتری ہے! اسلام نے ہر وہ کام جو فتنہ، فساد، بگاڑ، بدامنی، گناہ اور بربادی کی طرف لے جاتا ہو، اُس کے تمام اَسباب و محرّکات سے منع فرمایاہے، اور زندگی گزارنے کے کچھ اُصول وضوابط مقرّر فرمائے ہیں، جن پر عمل یقیناً کسی مصلحت سے خالی نہیں، رب تعالی کے تمام اَحکام علم وحکمت پر مبنی ہیں، چاہے وہ ہماری سمجھ میں آئیں یانہ آئیں! آدابِ مُعاشرت کا تعلق بھی انہی اَحکام وتعلیمات سے ہے، ثواب اور اُخروی انعام واِکرام کے ساتھ ساتھ اس کے دیگر دنیاوی فوائد بھی خُوب ہیں، پرائیویسی (Privacy) کے پیشِ نظر اجازت لے کر داخل ہونے سے گھروں کو عزّت نصیب ہوتی ہے، گھر میں مَوجود خواتین کواپنے پردے اور لباس وغیرہ کو جلدی سے درست کرنے کا موقع مل جاتا ہے، نیز کسی کے گھر میں داخل ہونے سے قبل اجازت لینا، جہاں شکوک وشُبہات کوختم کرتا ہے، وہیں آپ کی عزّت ووقار میں بھی اضافے کا سبب بنتا ہے! لہذا گھر میں آنے جانے کے آداب کا خاص خیال رکھیں، کسی کے گھر میں بغیر اجازت ہرگز داخل نہ ہوں، اجازت مل جائے تو بہتر، ورنہ بُرامانے بغیر واپس لَوٹ جائیں۔ اجازت لینے کے لیے دروازے کے سامنے کھڑے نہ ہوں، لوگوں کے گھر میں داخل ہوتے وقت اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، تانک جھانک نہ کریں، اجنبی عورتوں کے پردے کا لحاظ رکھیں، گھر میں آتے جاتے سلام کرنے کی عادت بنائیں، اور اپنی زبان کوذکر ودُرود واِستغفار سے تَر رکھیں!۔

دعا

اے اللہ! ہمیں گھر میں آنے جانے کے آداب اپنانے کی توفیق عطا فرما، لوگوں کے گھر میں بنا اِجازت داخل ہونے اور تانک جھانک سے بچا، بدنگاہی سے محفوظ فرما، شرم وحیاء کے ساتھ نگاہیں نیچی کرکے داخل ہونے کی سوچ عطا فرما، گھر میں آتے جاتے سلام کرنے اور اپنی زبان کو ذکرودُرود سے تَر رکھنے کا جذبہ عنایت فرما، اور اجازت کے لیے زور زور سے دروازہ پیٹنے اور شور شرابہ کرنے سے محفوظ فرما، آمین یاربّ العالمین!۔

ایک دوسرے پر بڑائی مارنا اور فخر کرنا منع ہے

(جمعۃ المبارک ۱۶ جُمادَی الاُولی ۱۴۴۵ھ - ۰۱/۱۲/۲۰۲۳ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافِعِ یومِ نشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبِهِ أجمعين.

اپنی بڑائی بیان کرنا فخر ہے

برادرانِ اسلام! اپنی شیخی اور ناموَری کے لیے اپنی بڑائی بیان کرنا فخر ہے، اور قرآنِ حکیم میں اس کی سخت ممانعت فرمائی گئی ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْفَرِحِیْنَ﴾(۱) "اِتراؤ مت (یعنی بڑائی اور فخر کا اظہار نہ کرو) یقیناً اللہ اِترانے والوں کو پسند نہیں رکھتا!"۔

لہٰذا انسان چاہے کتنے ہی بڑے مقام ومرتبے پر فائز، اور صاحبِ فضیلت کیوں نہ ہو، اسے چاہیے کہ کسی مسلمان بھائی پر اپنی بڑائی بیان نہ کرے، نہ ہی مقام ومنصب کی بنیاد پر فخر کرے، بلکہ تواضُع، عاجزی اور اِنکساری اختیار کرے، اور دوسروں پر خود کو معمولی ظاہر کرے! مصطفی جانِ رحمت ﷺ اللہ تعالی کے

---

(۱) پ ۲۰، القصص: ۷۶.

حبیب، تمام انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے سردار، اور تمام جہاں سے افضل ترین ہونے کے باؤجود، خود کو ہمیشہ عام لوگوں کی طرح ظاہر کرتے، اور رنگ، نسل، زبان، مقام اور منصب کی بنیاد پر کبھی فخر نہیں فرمایا، نہ کبھی اپنی بڑائی بیان کی!۔

اللہ تعالی نے مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے اس وصف کا قرآنِ پاک میں بھی ذکر فرمایا، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ﴾[1] "آپ فرما دیجیے کہ ظاہری صُورتِ بشری میں تو میں تم جیسا ہوں!"۔

صدر الاَفاضل علّامہ سیّد نعیم الدین مرادآبادی رحمہ اللہ تعالی علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ "اس آیتِ مبارکہ میں حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو اپنی ظاہری صورتِ بشریّہ کے بیان کا اِظہار، تواضُع (عاجزی وانکساری) کے لیے حکم فرمایا گیا"[2]۔

حضرت سیّدنا ابو سعید خُدری رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، نبئ کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ يَوْمَ القِيَامَةِ وَلاَ فَخْرَ، وَبِيَدِي لِوَاءُ الحَمْدِ وَلاَ فَخْرَ، وَمَا مِنْ نَبِيٍّ يَوْمَئِذٍ آدَمُ فَمَنْ سِوَاهُ إِلاَّ تَحْتَ لِوَائِي، وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الأَرْضُ وَلاَ فَخْرَ»[3] "میں قیامت کے دن اَولادِ آدم کا سردار ہوں، فخریہ نہیں کہتا، اور میرے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہو گا، فخریہ نہیں کہتا، اُس دن کوئی نبی، آدم علیہ الصلوۃ والسلام اور اُن کے سِوا ایسا نہ ہو گا جو میرے جھنڈے تلے نہ ہو، میں اُن میں پہلا ہوں جن سے زمین کھلے گی (یعنی بروزِ قیامت سب سے پہلے مجھے اٹھایا جائے گا) فخریہ نہیں فرماتا!"۔

---

(١) پ١٦، الكهف: ١١٠.

(۲) "تفسیر خزائن العرفان" پ۱۶، الکهف، زیرِ آیت:۱۱۰، ص۵۵۶۔

(٣) "سنن الترمذي" أبواب المناقب، ر: ٣٦١٥، صـ٨٢٤.

ایک اَور مقام پر حضرت سیّدنا جابر بن عبد اللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «أَنا قَائِدُ الْمُرسَلِينَ وَلَا فَخْرَ، وَأَنا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ وَلَا فَخْرَ، وَأَنا أَوَّلُ شَافِعٍ وَأَوَّلُ مُشَفَّعٍ وَلَا فَخْرَ»[1] "میں رسولوں کا پیش رو ہوں، فخریہ نہیں کہتا، میں نبیوں میں آخری ہوں، فخریہ نہیں کہتا، اور وہ میں وہ ہوں جو سب کی شَفاعت فرمائے گا، اور میری شَفاعت قبول بھی کی جائے گی، اس کے باوُجود فخریہ نہیں فرماتا!" یعنی یہ بیانِ اظہار بطور بڑائی وفخر نہیں، بلکہ بطور شُکرِ نعمت ہے!۔

بزرگانِ دین کے عمل کو بنیاد بناکر بڑائی اور فخر کا اظہار کرنا

میرے محترم بھائیو! بسا اَوقات بعض لوگوں کا اندازِ گفتگو انتہائی تکبُرانہ ہوتا ہے، وہ اپنی چال ڈھال اور رہن سہن سے بھی بڑائی اور فخر کا اظہار کرتے ہیں، لیکن جب انہیں اس چیز سے روکا جائے، یا ان کی اِصلاح کی کوشش کی جائے، تو ان کا کہنا ہوتا ہے کہ ہم تکبُر وبڑائی نہیں بلکہ اللہ تعالی کی نعمتوں کا اظہار کر رہے ہیں، اور بطور دلیل کہتے ہیں کہ حضور نبئ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم اور فُلاں فُلاں بزرگ نے بھی تو ایسا ایسا کہا، اور فرمایا: «وَلَا فَخْرَ»[2] "فخریہ نہیں کہتا"۔ ایسے لوگوں کو چاہیے کہ اپنے دائرے میں رہیں اور بڑوں سے اپنا مقابلہ نہ کریں! رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے جو بھی فرمایا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حکم سے فرمایا، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى﴾[3] "اور وہ رسول کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کہتے، وہ تو نہیں

---

(١) "سنن الدارمي" باب ما أعطي النّبي صلى الله عليه وسلم من الفضل، ر: ٤٩، ١/ ٤٠.

(٢) المرجع نفسه.

(٣) پ٢٧، النجم:٣، ٤.

مگر اللہ کی طرف سے وحی جو اُن پر کی جاتی ہے"۔ اس میں خواہشاتِ نفس کا عمل دخل بالکل نہیں، جبکہ ہمارے ایسا کرنے میں خواہشِ نفس کے عمل دخل کا سو فیصد اِمکان ہے، لہذا رسولِ اکرم ﷺ یا دیگر بزرگانِ دین سے اپنا مقابلہ کرنا، اور ان کے عمل کو بنیاد بناتے ہوئے بڑائی اور فخر کا اظہار کرنا، ہمیں کسی طَور پر زیب نہیں دیتا!!

اپنی بڑائی اور فخر چاہنا گمراہی کا سبب ہے

عزیزانِ محترم! مسلمانوں پر اپنی بڑائی اور فخر چاہنا گمراہی کا سبب ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿سَاَصۡرِفُ عَنۡ اٰيٰتِيَ الَّذِيۡنَ يَتَكَبَّرُوۡنَ فِي الۡاَرۡضِ بِغَيۡرِ الۡحَقِّ﴾[1] "اور میں اپنی آیتوں سے انہیں پھیر دُوں گا، جو زمین میں ناحق اپنی بڑائی چاہتے ہیں!"۔

بڑائی چاہنے والے کو اللہ تعالی ناپسند فرماتا ہے

ایک دوسرے پر بڑائی اور فخر کا اظہار کرنے والے، اور دوسروں کو حقیر سمجھنے والے کو اللہ تعالی ناپسند فرماتا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنۡ كَانَ مُخۡتَالًا فَخُوۡرَا﴾[2] "یقیناً اللہ کو پسند نہیں آتا کوئی اِترانے والا، بڑائی مارنے والا!"۔

شیطان اپنے تکبُّر اور بڑائی کے باعث بارگاہِ خداوندی سے مَردود ہوا

حضراتِ گرامی قدر! شیطان لعین اپنے تکبُّر، بڑائی اور حضرت سیّدنا آدم علیہ الصلوۃ والسلام کی تحقیر کی وجہ سے بارگاہِ خداوندی سے مَردود ہوا، اور دونوں جہاں میں ملعون ٹھہرا، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسۡجُدَ اِذۡ اَمَرۡتُكَ ؕ قَالَ اَنَا خَيۡرٌ مِّنۡهُ ۚ خَلَقۡتَنِيۡ مِنۡ نَّارٍ وَّخَلَقۡتَهٗ مِنۡ طِيۡنٍ ۝۱۲ قَالَ فَاهۡبِطۡ مِنۡهَا فَمَا يَكُوۡنُ لَكَ اَنۡ

---

(١) پ٩، الأعراف: ١٤٦.

(٢) پ٥، النساء: ٣٦.

تَتَكَبَّرَ فِيهَا فَاخْرُجْ إِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ﴾[۱] "اللہ تعالی نے فرمایا کہ کس چیز نے تجھے روکا کہ تُو نے سجدہ نہ کیا؟ جبکہ میں نے تجھے حکم دیا تھا! (شیطان) بولا کہ میں اِس سے بہتر ہوں؛ تُو نے مجھے آگ سے بنایا اور اِسے مٹّی سے بنایا! فرمایا کہ تُو یہاں سے اُتر جا، تجھے نہیں پہنچتا کہ یہاں رہ کر غرور کرے، نکل تُو ہے ذِلّت والوں میں!"۔

شیخ الحدیث علّامہ عبد المصطفی اعظمی رحمۃ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ "ابلیس (شیطان) نے حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کو خاک کا پُتلا کہہ کر اُن کی تحقیر کی، اور اپنے آپ کو آتشی مخلوق کہہ کر اپنی بڑائی اور تکبُّر کا اِظہار کیا، اور سجدۂ آدم سے انکار کیا، در حقیقت شیطان کے اس انکار کا باعث اُس کا تکبُّر (بڑائی اور فخر) تھا، اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ تکبُّر وہ بُری شَے ہے کہ بڑے سے بڑے بلند مَراتب ودَرجات والے کو ذلّت کے عذاب میں گرفتار کر دیتی ہے، بلکہ بعض اَوقات تکبُّر کفر تک پہنچا دیتا ہے، اور تکبُّر کے ساتھ ساتھ جب محبوبانِ بارگاہ الٰہی کی توہین اور تحقیر کا بھی جذبہ ہو، تو پھر تو اس کی شَناعت وخباثت اور بے پناہ نحوست کا کوئی اندازہ ہی نہیں کر سکتا! اور اُس کے ابلیس لعین ہونے میں کوئی شک وشبہ کیا ہی نہیں جا سکتا! اس لیے اُن لوگوں کو عبرت آموز سبق لینا چاہیے جو بزرگانِ دین کی توہین کر کے، اپنی عبادتوں پر اِظہارِ تکبُّر کرتے رہتے ہیں، کہ وہ اس دَور میں ابلیس کہلانے کے مستحق نہیں تو پھر کیا ہیں؟!"[۲]۔

فرعون کے عبرتناک انجام کی وجہ "بڑائی چاہنا" ہے

عزیزانِ مَن! فرعون کا وُجود آج ساری دنیا کے لیے نشانِ عبرت ہے، اس کے اس عبرتناک انجام کی وجہ بھی بے جا بڑائی چاہنا تھا، ارشادِ باری تعالی ہے:

---

(۱) پ۸، الأعراف: ۱۲، ۱۳.

(۲) "غرائب القرآن" خلافتِ آدم علیہ السلام، ص۲۵۵۔

﴿وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُوْدُهٗ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ ۝ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ﴾(۱) "اور اس (فرعون) نے اور اس کے لشکریوں نے زمین میں بے جا بڑائی چاہی، اور سمجھے کہ انہیں ہماری طرف پھرنا نہیں! تو ہم نے اُسے اور اس کے لشکر کو پکڑ کر دریا میں پھینک دیا، تو دیکھو کیسا انجام ہوا ستم گاروں کا!"۔

بڑائی چاہنے والوں کے لیے آخرت میں سخت عذاب ہے

حضراتِ گرامی قدر! اپنے مال ودَولت، اَولاد، گھربار اور دفتر کی آرائش کی بنیاد پر دوسرے مسلمان بھائیوں پر بڑائی اور فخر چاہنے والے کے لیے، آخرت میں سخت اور دردناک عذاب ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۭ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ۭ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ﴾(۲) "جان لو کہ دنیا کی زندگی تو نہیں مگر کھیل کُود، اور آرائش، اور تمہارا آپس میں بڑائی مارنا، اور مال اور اَولاد میں ایک دوسرے پر زیادتی چاہنا ہے، اُس بارش کی طرح جس کا اُگایا سبزہ کسانوں کو بھایا، پھر سوکھا کہ تو اُسے زرد حالت میں دیکھے، پھر رَوندن (پامال کیا ہوا) ہو گیا، اور (بڑائی چاہنے والوں کے لیے) آخرت میں سخت عذاب ہے!"۔

اپنے مسلمان بھائیوں پر بڑائی اور فخر چاہنے کی ممانعت

جانِ برادر! حدیثِ پاک میں اپنے مسلمان بھائیوں پر اپنی بڑائی یا فخر چاہنے کی ممانعت فرمائی گئی ہے، حضرت سیّدنا قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبئ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

(۱) پ ۲۰، القصص: ۳۹، ٤٠.
(۲) پ۲۷، الحدید: ۲۰.

نے ارشاد فرمایا: «إِنَّ اللهَ أَوْحَى إِلَيَّ أَنْ تَوَاضَعُوا، حَتَّى لَا يَفْخَرَ أَحَدٌ عَلَى أَحَدٍ، وَلَا يَبْغِي أَحَدٌ عَلَى أَحَدٍ»[۱] "یقیناً اللہ تعالی نے میری طرف وحی فرمائی، کہ تم لوگ عاجزی کرو، یہاں تک کہ تم میں سے کوئی کسی کے سامنے فخر نہ کرے، اور نہ کوئی کسی پر ظلم کرے!"۔

حکیم الاُمّت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمہ اللہ تعالی اس حدیثِ پاک کی شرح میں فرماتے ہیں کہ "عجز واِنکسار اختیار کرو! تاکہ کوئی مسلمان کسی مسلمان پر تکبُّر نہ کرے، نہ مال میں، نہ نَسَب وخاندان میں، نہ عزّت یا جتھّہ میں۔ اور کوئی مسلمان کسی بندے پر ظلم نہ کرے، نہ مؤمن پر، نہ کافر پر، ظلم سب پر حرام ہے، مگر تکبُّر وفخر مسلمان پر حرام ہے، مسلمان کا کفّار کے سامنے فخر کرنا عبادت ہے؛ کہ یہ نعمتِ ایمان کا شکر ہے"[۲]۔

اپنی پارسائی کا اظہار بھی بڑائی ہے

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! اپنی عظمت وپارسائی کا اظہار بھی بڑائی مارنا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى﴾[۳] "تو آپ اپنی جانوں کو ستھرا نہ بتاؤ! وہ خُوب جانتا ہے جو پرہیزگار ہیں!"۔

بڑائی کے اظہار پر مبنی نام رکھنا منع ہے

اسی طرح جن ناموں میں بڑائی کا اظہار ہو، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے وہ نام رکھنے سے بھی منع فرمایا ہے، جیسے حضرت سیّدنا محمد بن عَمرو بن عطاء رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں

---

(۱) "صحیح مسلم" كتاب الجنّة ونعيمها وأهلها، ر: ۷۲۱۰، صـ۱۲۴۲.

(۲) "مرآۃ المناجیح" فخر وتعصّب کا بیان، پہلی فصل، زیرِ حدیث: ۴۸۹۸، ۶/۳۹۹۔

(۳) پ۲۷، النجم: ۳۲.

کہ "میں نے اپنی بیٹی کا نام "بَرّہ" رکھا، تو مجھ سے حضرت سیّدہ زینب بنتِ ابو سلَمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے فرمایا، کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس نام کو رکھنے سے منع فرمایا ہے، میرا نام بھی پہلے بَرّہ تھا، رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: «لَا تُزَكُّوا أَنْفُسَكُمْ، اللهُ أَعْلَمُ بِأَهْلِ الْبِرِّ مِنْكُمْ» "اپنا تزکیہ (یعنی بڑائی اور پارسائی بیان) نہ کرو؛ (کیونکہ) اللہ تعالی خُوب جانتا ہے کہ تم میں کون نیکوکار ہے!" صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے عرض کی کہ پھر ہم اُس کا کیا نام رکھیں؟ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: «سَمُّوهَا زَيْنَبَ»[1] تم اُس کا نام (بدل کر) "زینب" رکھ دو!"۔

بڑائی اور فخر کے اظہار کی غرض سے علم حاصل کرنا

حضراتِ ذی وقار! علمائے کرام سے مقابلہ کرنے، اور عام لوگوں کے سامنے بڑائی اور فخر کا اظہار کرنے کی غرض سے علم تک حاصل کرنا بھی منع ہے، اور ایسا کرنے والے کے لیے عذابِ جہنم کی وعید ہے، حضرت سیّدنا کعب بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ روایت کرتے ہیں، کہ میں نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کو فرماتے سنا: «مَنْ طَلَبَ العِلْمَ لِيُجَارِيَ بِهِ العُلَمَاءَ، أَوْ لِيُمَارِيَ بِهِ السُّفَهَاءَ، وَيَصْرِفَ بِهِ وُجُوهَ النَّاسِ إِلَيْهِ، أَدْخَلَهُ اللهُ النَّارَ»[2] "جس نے علم اس لیے حاصل کیا کہ علماء سے مقابلہ کرے، یا کم علم لوگوں سے اُلجھے، اور لوگوں کو علم کے ذریعہ اپنی طرف مائل کرے، اللہ تعالی ایسے شخص کو جہنم میں داخل فرمائے گا!"۔

(١) "صحيح مسلم" كتاب الآداب، ر: ٥٦٠٩، صـ٩٥٥.

(٢) "سنن الترمذي" أبواب العلم، باب فيمن يطلب بعلمه الدنيا، ر: ٢٦٥٤، صـ٦٠٣.

کسی مسلمان پر اپنی بڑائی کا اِظہار، ذِلّت ورُسوائی کا باعث ہے

جانِ برادر! کسی مسلمان پر اپنی بڑائی کا اِظہار، ذِلّت ورُسوائی کا باعث ہے، حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے، سرکارِ دو جہاں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «مَنْ تَوَاضَعَ لِأَخِيهِ الْمُسْلِمِ رَفَعَهُ اللهُ، وَمَنِ ارْتَفَعَ عَلَيْهِ وَضَعَهُ اللهُ»[۱] "جس نے اپنے مسلمان بھائی کے سامنے عاجزی اختیار کی، اللہ تعالی اسے بلندی عطا فرمائے گا! اور جس نے مسلمان بھائی پر بڑائی کا اظہار کیا، اللہ تعالی اسے ذلیل ورُسوا کردے گا!"۔

بڑائی اور فخر کی ہوس نِفاق میں اِضافہ کا باعث ہے

حضراتِ ذی وقار! مال ودَولت کی کثرت اور بڑائی وفخر کی ہوس، نِفاق میں اِضافہ کا باعث ہے، حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «حُبُّ الْجَاهِ وَالمالِ يُنْبِتَانِ النِّفَاقَ فِي الْقَلْبِ، كَمَا يُنْبِتُ الماءُ الْبَقْلَ»[۲] "حُبِ جاہ (بڑائی، فخر) اور مال کی (بے جا) محبت، نِفاق کو دل میں اس طرح پیدا کرتی ہے جیسے پانی سبزہ اُگاتا ہے"۔

حضرت سیّدنا امام غزالی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ "جان لو کہ جس پر حُبِّ جاہ (بڑائی وفخر کی ہوس) غالب آجائے، وہ لوگوں کی رِعایت (خوشامد وچاپلوسی اور غیر ضروری دیکھ بھال) میں لگا رہتا ہے، ان کے ساتھ محبت سے پیش آتا ہے، اور ان کے لیے رِیاکاری کرتا ہے، اپنے قول وفعل میں اس بات کا خیال رکھتا ہے، جو لوگوں کے نزدیک اِس

---

(۱) "المعجم الأوسط" بقية من اسمه محمد، ر: ۷۷۱۱، ۵/ ۳۹۰.

(۲) "الزواجر عن اقتراف الكبائر" كتاب النكاح، الكبيرة ۲۵۳ ...إلخ، ۲/ ٤٤.

کی قدر و مَنزِلت بڑھائے، اور یہی بات مُنافقت کا بیج اور فساد کی جڑ ہے!""[1]۔

شیطان کی راہ

حضراتِ محترم! جن لوگوں کی بڑی بڑی دکانیں (Shops)، شاپنگ مالز (Shopping Malls) اور دیگر کاروباری مراکز (Business Centers) ہیں، اگر ان کا وہاں جاکر بیٹھنا صرفِ رزق حلال کی تلاش کے لیے ہے تو باعثِ اجر وثواب ہے، اور اگر وہاں بیٹھنا اپنی شان وشَوکت اور بڑائی کے اِظہار کے طَور پر ہو، تو شیطان کی راہ پر چلنے کے مترادِف ہے۔ حضرتِ سیّدنا کعب بن عُجرہ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور نبئ کریم صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّم کے قریب سے گزرا، تو صحابۂ کرام رَضِيَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُم نے اس کا عزم اور گرمجوشی دیکھ کر عرض کی: یارسول الله صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّم کاش اس کا یہ حال راہِ خدا میں ہوتا! تو رحمتِ عالمیان صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا: «إِنْ كَانَ خَرَجَ يَسْعَى عَلَى وَلَدِهِ صِغَاراً فَهُوَ فِي سَبِيلِ الله، وَإِنْ كَانَ خَرَجَ يَسْعَى عَلَى أَبَوَيْنِ شَيْخَيْنِ كَبِيرَيْنِ فَهُوَ فِي سَبِيلِ الله، وَإِنْ كَانَ يَسْعَى عَلَى نَفْسِهِ يُعِفُّهَا فَهُوَ فِي سَبِيلِ الله، وَإِنْ كَانَ خَرَجَ رِيَاءً وَمُفَاخَرَةً فَهُوَ فِي سَبِيلِ الشَّيْطَانِ»[2] "اگر یہ شخص اپنے بچوں کے لیے رزق کی تلاش میں نکلا ہے تو یہ راہِ خدا میں ہے، اور اگر یہ شخص اپنے بوڑھے والدین کے لیے رزق کی تلاش میں نکلا ہے، تب بھی الله عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں ہے، اور اگر یہ دِکھاوے اور بڑائی کے اِظہار کے لیے نکلا ہے، تو پھر یہ شیطان کی راہ میں ہے"۔

---

(١) "إحياء علوم الدين" كتاب ذمّ الجاه والرياء، بيان علاج حبّ الجاه، ٣/ ٣٠٤.

(٢) "المعجم الكبير" الحكم بن عتيبة عن عبد الرحمن ...إلخ، ر: ٢٨٢، ١٩/ ١٢٩.

تکبُّر اور بڑائی کا اظہار صرف اللہ تعالی کی شان ہے

میرے محترم بھائیو! تکبُّر اور بڑائی کا اظہار صرف اللہ ربّ العالمین کی شان ہے، حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: «قال الله تعالى: الْكِبْرِيَاءُ رِدَائِي، وَالْعَظَمَةُ إِزَارِي، فَمَنْ نَازَعَنِي وَاحِداً مِنْهُمَا، قَذَفْتُهُ فِي النَّارِ»[1] "اللہ تعالی فرماتا ہے: بڑائی میری چادر اور عظمت میرا اِزار (تہبند) ہے، جس نے ان میں سے ایک بھی مجھ سے چھیننا چاہی، میں اُسے جہنم کی آگ میں پھینک دوں گا!"۔

حکیم الاُمّت مفتی احمد یار خان رحمہ اللہ تعالی اس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں کہ "کبر سے مراد ذاتی بڑائی ہے، اور عظمت سے مراد صفاتی بڑائی (ہے)، (حدیثِ پاک میں) چادر اور تہبند فرمانا ہم کو سمجھانے کے لیے ہے، کہ جیسے ایک چادر، ایک تہبند دو۲ آدمی نہیں پہن سکتے، یونہی عظمت وکبریائی سِوائے میرے (سوائے اللہ تعالی کے) دوسرے کے لیے نہیں ہو سکتی!"[2]۔

اپنے مسلمان بھائیوں کو کمتر نہ جانو!

حضراتِ ذی وقار! ہمیں چاہیے کہ اللہ جل جلالہ کے فرمانبردار بندے بن جائیں، عاجزی وانکساری اختیار کریں، اپنے مسلمان بھائیوں کو اپنے سے کمتر، اور خود کو اُن سے برتر نہ جانیں! اللہ تعالی کا عاجز اور متواضع بندہ بن کر رہیں، دل سے عاجزی اختیار کریں، کسی سے نفرت نہ کریں، بدحال لوگوں کو حقارت سے نہ دیکھیں،

---

(١) "سنن أبي داود" كتاب اللباس، باب ما جاء في الكبر، ر: ٤٠٩٠، صـ٥٧٧.

(۲) "مرآۃ المناجیح" غصّہ اور غرور کا بیان، پہلی فصل، زیرِ حدیث: ۵۱۱۰، ۶/۵۱۳۔

ضرور تمندوں کو نہ دُھتکاریں، غریبوں کے لیے اپنے دلوں کو کشادہ رکھیں، انہیں اپنے دستر خوان پر اپنے برابر میں جگہ دیں، ممکن حد تک ان کی ضروریات کا خیال رکھیں، اپنے غریب رشتہ داروں اور ہمسائیوں میں سے کوئی بیمار ہو تو ان کی عیادت کریں، اگر وہ لوگ کسی دعوت پر مدعو کریں تو انہیں غریب یا حقیر سمجھ کر نظر انداز نہ کریں!!۔

اگر آپ کوئی امیر کبیر شخصیت، بزنس آئی کون (Business Icon) یا سیاستدان (Politician) ہیں، تو گھر سے باہر نکلتے وقت پورا لاؤ لشکر لے کر، رعُونت کا مُظاہرہ ہرگز نہ کریں! وی آئی پی موومنٹ (VIP Movement) کے نام پر لوگوں کے کاروبار اور راستے ہرگز بند نہ کروائیں، پروٹوکول (Protocol) کے نام پر عوام سے دُور رہ کر امتیازی حیثیت اختیار نہ کریں، خود کو اُن سے بَرتر نہ جانیں، اور عوام میں گھل مل کر اُن کے مسائل حل کرنے کی کوشش کریں!۔

تحدیثِ نعمت کے نام پر تفاخُر اور بڑائی کا اِظہار مت کرو

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! تحدیثِ نعمت کے نام پر تفاخُر اور بڑائی کا اِظہار ہرگز نہ کریں، اپنے عالی شان گھروں، نت نئے ماڈل کی گاڑیوں، بڑے بڑے ہوٹلوں میں پُر تعیش دعوتوں، اور فُضول خرچی واِسراف پر مبنی شادیوں کی تشہیر نہ کریں، ملک کے نامور مقرّروں اور نعت خوانوں کو بُلوا کر کی گئی محفلِ نعت کی ویڈیوز (Videos) کو سوشل میڈیا (Social Media) پر اَپلوڈ (Upload) کرنے سے گریز کریں؛ کیونکہ ایسا کرنا غریبوں کو تکلیف واِیذاء پہنچانے، اور ان کی حسرتوں اور اِحساسِ محرومی کو بڑھانے کا باعث ہے، خدارا ان غریبوں کے حال پر رحم کریں، اپنی عیّاشیوں کا سلسلہ ختم کریں، اپنے برانڈڈ کپڑوں (Branded Clothes) اور

جوتوں پر مشتمل واٹس ایپ اسٹیٹس (WhatsApp Status) نہ لگائیں؛ کیونکہ مہنگائی کی ماری غریب عوام دو ۲ وقت کی روٹی، اور اپنی بنیادی ضرورتیں پوری کرنے سے بھی قاصر ہے، یہ بے چارے پہلے ہی مَصائب وآلام کا شکار اور تکلیف میں مبتلا ہیں، لہذا ان کی تکلیف میں اِضافہ نہ کریں، اپنی بڑائی اور تفاخُر کو تحدیثِ نعمت کا نام ہرگز نہ دیں، اور اسلامی تعلیمات کی آڑ میں اپنے نفس کی تسکین کا سامان نہ کریں!!

اگر آپ غریب اور محروم طبقے کی مدد نہیں کرسکتے، توکم ازکم اپنی عیّاشیوں اور فُضول خرچی واِسراف کا اشتہار تو نہ لگائیں، اگر آپ اپنے نام نہاد اسٹیٹس (Status) کے ہاتھوں اتنے ہی مجبور ہیں، توکم ازکم یہ اِسراف وفُضول خرچیاں اور عیّاشیاں چُھپ کر کریں؛ تاکہ مُعاشرے کے غریب اور محروم طبقے کے اِحساسِ محرومی میں اِضافہ نہ ہو، اور جو نعمتیں ان بے چاروں کو حاصل ہیں اسی میں صبر وشکر کرلیا کریں!۔

ستم ظریفی تو یہ ہے کہ دنیادار تو رہے ایک طرف، بدقسمتی سے آج دینی طبقہ بھی اس بُرائی میں بڑی تیزی سے ملوَّث ہوتا جارہا ہے، بڑے بڑے علماء اور مشہور پِیروں، گدّی نشینوں اور نعت خوانوں کو دیکھا گیا ہے، کہ اپنی چھوٹی سے چھوٹی نیکی اور معمولی سے معمولی سرگرمی کو بھی سوشل میڈیا (Social Media) پر اَپلوڈ (Upload) کرنا نہیں بھولتے!۔

اسی طرح ہمارے بعض علماء ومبلّغین، پیرانِ عظام اور مذہبی پیشوا، اپنے عقیدتمندوں، کارکنوں، شاگردوں اور مُریدوں کے نذرانوں اور چندے (Donations) کے پیسوں سے دنیا بھر میں سیر سپاٹے کرتے ہیں، ایئرپورٹ (Airport)، کیفے ٹیریا (Cafeteria)، بس (Bus)، ٹرین (Train)، پارک

(Park) اور تاریخی مقامات (Historical Places) سمیت پَل پَل کی ویڈیوز (Videos) بناتے، شیئر (Share) کرتے، اور اپنی موج مستیوں سے دوسروں پر بڑائی اور فخر کا اِظہار کرتے ہیں، اپنی شہرت، بینَ الاقوامی رابطوں اور سیاسی اثر ورُسوخ کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں، اپنے مال ودَولت اور تھانہ وکچہری میں تعلقات کی بنیاد پر اپنے سے کمزوروں پر دھونس جماتے اور انہیں دھمکاتے بھی ہیں، یہ طرزِ عمل بحیثیت مسلمان ہمیں کسی طَور پر زیب نہیں دیتا، لہذا ایک اچھے مسلمان بنیں، اور عاجزی وانکساری اختیار کریں!۔

دعا

اے اللہ! ہمیں ایک دوسرے پر بڑائی اور فخر چاہنے سے بچا، عاجزی وانکساری اپنانے کی توفیق عطا فرما، غرور وتکبُر سے نَجات عطا فرما، اَخلاقی پستی اور زوال کا شکار ہونے سے بچا، اور تقویٰ وپرہیز گاری کی دَولت سے مالا مال فرما، آمین یاربّ العالمین!۔

زَوجَین کے باہمی حقوق

(جمعۃ المبارک ۲۳ جُمادَی الأُولی ۱۴۴۵ھ - ۰۸/۱۲/۲۰۲۳ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافِعِ یومِ نشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

عزیزانِ محترم! اسلام دینِ فطرت اور ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے، یہی وجہ ہے کہ اسلامی تعلیمات واَحکام میں زندگی کے تمام شعبوں سے متعلق واضح رَہنمائی ملتی ہے، مرد وعورت کی اَزدواجی زندگی (Married Life) بھی انہی شعبوں میں سے ایک ہے، قرآن وحدیث میں زَوجین (میاں بیوی) کے حقوق کو بڑے واضح انداز میں بیان کیا گیا ہے؛ تاکہ میاں بیوی ایک دوسرے کے حقوق کا خاص خیال رکھیں، اور باہم محبت، احترام، اِحسان، وفاشِعاری اور خوش اُسلوبی کے ساتھ زندگی گزاریں، کہ زَوجین کے مابین باہم محبت واُلفت اور حُسنِ سُلوک قدرت کا ایک انمول تحفہ ہے!۔

میاں بیوی کا رشتہ اللہ تعالی کی نشانیوں میں سے ایک ہے

برادرانِ اسلام! زَوجَین کو ایک دوسرے کے حقوق کا خاص خیال رکھنا چاہیے؛ کیونکہ میاں بیوی کا رشتہ اسلام میں بڑی اہمیت کا حامل ہے، اللہ رب العالمین

نے اس رشتہ کو اپنی نشانیوں میں شمار فرمایا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾(۱) "اور اُس کی نشانیوں میں سے ہے، کہ تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے؛ تاکہ اُن سے آرام پاؤ، اور تمہارے آپس میں محبت اور رحمت رکھی، یقیناً اس میں نشانیاں ہیں دھیان کرنے والوں کے لیے!"۔

شَوہر کے مال، گھربار اور بال بچوں کی حفاظت

حضراتِ گرامی قدر! اپنے شَوہر کے ساتھ وفاشِعار رہنا، اس کے مال، گھر بار اور بال بچوں کی حفاظت کرنا، شوہر کا حق اور عورت کی بنیادی ذمہ داریوں میں سے ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ﴾(۲) "تو نیک بخت عورتیں ادب والیاں ہیں، خاوند کے پیچھے حفاظت رکھتی ہیں"۔

حضرت سیّدنا ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رحمتِ عالمیان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: «أَلَا أُخبِرُكَ بِخَيرِ مَا يَكنِزُ المَرْءُ! المَرْأَةُ الصَّالِحَةُ، إِذَا نَظَرَ إِلَيْهَا سَرَّتْه، وَإِذَا أَمَرَهَا أَطَاعَتْه، وَإِذَا غَابَ عَنْهَا حَفِظَتْه»(۳) "کیا میں تمہیں آدمی کا بہترین خزانہ نہ بتاؤں! وہ نیک عورت ہے کہ جب آدمی اس کی طرف دیکھے تو اسے خوش کردے، اور جب اسے کوئی حکم دے تو تعمیل کرے، اور جب وہ غائب ہو تو پیچھے سے مُحافِظ رہے!"۔

---

(۱) پ۲۱، الروم: ۲۱.

(۲) پ۵، النساء: ۳٤.

(۳) "سنن أبي داود" كتاب الزكاة، باب في حقوق المال، ر: ١٦٦٤، صـ٢٤٧.

شَوہر کی خوشنودی کا خیال رکھنا

عزیزانِ مَن! بیوی کی طرف سے شَوہر کی رِضا وخوشنودی کا خیال رکھنا، شَوہر کے بنیادی حقوق میں سے ہے، اور اس کا بدلہ واِنعام عورت کے لیے جنّت ہے، حضرت سیّدہ اُم سلَمہ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا سے روایت ہے، رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: «أيُّما امْرَأَةٍ مَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَنْهَا رَاضٍ، دَخَلَت الجَنَّةَ»[1] "جو عورت اس حال میں مَرے کہ اس کا شَوہر اس سے راضِی ہو، وہ جنّت میں داخل ہوگی!"۔

لہذا شادی شدہ عورت پر لازم ہے کہ ہر حال میں شریعت کے مُوافق اُمور میں، اپنے شَوہر کی رضا وخوشنودی کا خیال رکھے، اس کی پسند کو ترجیح دے، اور اُس کا دل جیتنے کی بھرپور کوشش کرے، اور اگر کسی بات پر شَوہر ناراض ہو جائے، تو اُسے جلد سے جلد راضِی کرنے کی کوشش کرے، اور اپنی غلطی کی اُس سے مُعافی چاہے، کہ ایسا کرنا ناراضگیوں اور رنجشوں کو جلد ختم کرتا ہے!۔

اپنے شَوہر کی اِطاعت

جانِ برادر! عورت پر مرد کی اِطاعت وفرمانبرداری شَوہر کے حقوق میں سے ہے، حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت ﷺ نے فرمایا: «لَوْ كُنْتُ آمِراً أَحداً أَنْ يَسْجُدَ لأَحَدٍ، لأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا»[2] "اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ وہ اللہ کے سِوا کسی کو سجدہ کرے، تو عورت کو حکم

---

(١) "سنن الترمذي" أبواب الرضاع، باب ما جاء في حق الزوج ...إلخ، ر: ١١٦١، صـ٢٨٢.

(٢) المرجع نفسه، ر: ١١٥٩، صـ٢٨١.

دیتا کہ وہ اپنے شَوہر کو سجدہ کرے!"۔ لہٰذا عورت کو چاہیے کہ اپنے شوہر کے حقوق میں کوئی کمی نہ آنے دے، اور کسی قسم کی کوتاہی نہ بَرتے، یہاں تک کہ دیگر کام کاج میں کتنی ہی مصروف کیوں نہ ہو، اپنے شوہر کا حکم پہلے بجالائے، اور دیگر کام بعد میں کرے، حضرت سیّدنا قَیس بن طَلق بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبئ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «إِذَا الرَجُلُ دَعَا زَوجَتَهُ لِحَاجَتِهِ فَلْتَأْتِهِ، وَإِنْ كَانَتْ عَلَى التَنُّورِ»(۱) "جب شَوہر بیوی کو اپنی حاجت کے لیے بلائے، تو فوراً اُس کے پاس آجائے چاہے تنّور پر ہو" یعنی کتنے ہی ضروری کام میں مصروف ہو، سب کچھ ترک کرکے پہلے اپنے شَوہر کی حاجت پوری کرے، اور اس کے بعد دیگر کام کاج دیکھے۔

عورت کے لیے نفلی روزے شوہر کی اجازت سے مشروط ہیں

حضراتِ ذی وقار! شوہر کی موجودگی میں عورت کو چاہیے، کہ اُس کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ نہ رکھے؛ کہ نفلی روزہ کے باعث شوہر کی خدمت میں خلل واقع ہو سکتا ہے، اس کی حق تلفی ہو سکتی ہے، حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «لاَ تَصُومُ المَرْأَةُ وَبَعْلُهَا شَاهِدٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ»(۲) "شوہر کی موجودگی میں عورت اُس کی اجازت کے بغیر (نفلی) روزہ نہ رکھے"۔ البتہ رمضان المبارک کے فرض روزے رکھنے کی لیے شوہر کی اجازت ضروری نہیں، بلکہ اگر شوہر فرض روزے سے روکے، تو اس مُعاملے میں شوہر کی

(۱) المرجع السابق، ر: ۱۱۶۰، صـ۲۸۲.

(۲) "صحيح البخاري" كتابُ النكاح، باب صوم المرأة بإذن ...إلخ، ر: ۵۱۹۲، صـ۹۲۹.

اِطاعت نہ کرے؛ کیونکہ اللہ تعالی کی معصیت ونافرمانی پر مشتمل کاموں میں، شوہر سمیت کسی کی اِطاعت وفرمانبرداری جائز نہیں!۔

اسی طرح نفلی روزوں کے علاوہ دیگر نفلی عبادات میں شوہر کی اجازت لینا ضروری نہیں، لیکن اگر شَوہر وقتی طَور پر منع کرے، اور عورت کے ساتھ کچھ وقت گزارنا چاہے، تو عورت کو چاہیے کہ اپنی بات پر اِصرار نہ کرتے ہوئے شوہر کی بات مان لے، اور نفلی عبادت کو کسی دوسرے وقت کے لیے مؤخَّر کردے!۔

اپنے شَوہر کے لیے بناؤ سنگھار کرنا

حضراتِ گرامی قدر! عورت کا اپنے شوہر کے لیے بننا سنورنا، اور اس کا مال سلیقے سے خرچ کرنا بھی شوہر کا حق ہے، حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے عرض کی گئی کہ عورتوں میں کونسی بہتر ہے؟ آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: «الَّتِي تَسُرُّهُ إِذَا نَظَرَ، وَتُطِيعُهُ إِذَا أَمَرَ، وَلَا تُخَالِفُهُ فِيمَا يَكْرَهُ فِي نَفْسِهَا وَمَالِهِ»[1] "جسے دیکھ کر شَوہر خوش ہو جائے، اور کوئی حکم دے تو اِطاعت کرے، اور اپنے (بناؤ سنگھار کے) بارے میں شوہر کی مخالفت نہ کرے، اور خاوَند کا مال سلیقہ سے خرچ کرے"۔

اپنے شوہر کے لیے بناؤ سنگار کرنا، عورت کے حق میں نفل نماز سے افضل ہے، امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ "عورت کا اپنے شوہر کے لیے گہنا پہننا، بناؤ سنگار کرنا، باعثِ اجرِ عظیم اور اس کے حق میں نمازِ نفل سے افضل ہے۔ بعض صالحات کہ خود اور اُن کے شوہر دونوں صاحب اولیائے کرام سے تھے، ہر شب بعد نماز عشاء پورا

(١) "مُسنَد الإمام أحمد" مسند أبي هريرة رضي الله تعالى عنه، ر: ٩٦٦٤، ٣/ ٤٣٩.

سنگار کرکے دلہن بن کر اپنے شوہر کے پاس آتیں، اگر ان کی اپنی طرف حاجت پاتیں حاضر رہتیں، ورنہ زیور ولباس اُتار کر مصلّی بچھاتیں اور نماز میں مشغول ہو جاتیں"[1]۔

اپنی "پاکدامنی" کی حفاظت کرنا

میرے محترم بھائیو! عورت کا اپنی عزّت، عصمت اور پاکدامنی کی حفاظت کرنا بھی شوہر کے حقوق میں سے ہے، سرکارِ دو جہاں ﷺ نے فرمایا: «إِذَا صَلَّتِ الْمَرْأَةُ خَمْسَهَا، وَصَامَتْ شَهْرَهَا، وَحَفِظَتْ فَرْجَهَا، وَأَطَاعَتْ زَوْجَهَا، قِيلَ لَهَا: ادْخُلِي الْجَنَّةَ مِنْ أَيِّ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ شِئْتِ!»[2] "جو عورت پنج وقتہ فرض نماز قائم کرے، ماہِ رمضان کے روزے رکھے، اپنی عزّت وعصمت کی حفاظت کرے، اور اپنے شوہر کی فرمانبرداری کرے، تو اس سے کہا جائے گا کہ جنّت کے جس دروازے سے چاہو داخل ہو جاؤ!"۔

شوہر کا شُکر گزار اور احسان مند رہنا

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! عورت کا شوہر کے آگے احسان مند اور شُکر گزار رہنا بھی شوہر کے حقوق میں سے ہے، اور جو عورت اس حق میں کوتاہی بَرتے، اور شوہر کا شُکر ادا نہ کرے، اللہ تعالی اُس عورت کی طرف نظرِ رحمت نہیں فرماتا، حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عَمرو بن عاص رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «لَا يَنْظُرُ اللهُ إِلٰى امْرَأَةٍ لَا تَشْكُرُ لِزَوْجِهَا، وَهِيَ لَا تَسْتَغْنِي

---

(۱) "فتاویٰ رضویہ" کتاب الحظر والاِباحۃ، عورتوں کو سونے چاندی کا زیور پہننا...الخ، ۱۵/۱۷۴۔

(٢) "مُسند الإمام أحمد" حديث عبد الرحمن بن عَوف الزُهري، ر: ١٦٦١، ١/ ٤٠٦.

عَنْهُ»[1] "اللہ تعالی اُس عورت کی طرف نظرِ رحمت نہیں فرماتا، جو اپنے شَوہر کی ناشکری ہے، حالانکہ اسے اپنے شَوہر کی ضرورت بھی ہے!"۔

نیز شوہر کی ناشکری جہنم میں لے جانے کا باعث ہے، حضرت سیِّدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: «وَرَأَيْتُ النَّارَ، فَلَمْ أَرَ كَاليَوْمِ مَنْظَراً قَطُّ، وَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا النِّسَاءَ» "میں نے جہنم کو دیکھا، اور آج جیسا منظر پہلے کبھی نہیں دیکھا، میں نے دیکھا کہ جہنّم میں زیادہ تعداد عورتوں کی ہے" صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم! اس کی کیا وجہ ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: «بِكُفْرِهِنَّ» "اپنی ناشکری کے سبب" صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم نے عرض کی: کیا وہ اللہ تعالی کی ناشُکری کرتی تھیں؟ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: «يَكْفُرْنَ العَشِيرَ، وَيَكْفُرْنَ الإِحْسَانَ»[2] "وہ اپنے شوہر کی ناشکری کرتی تھیں، اور اس کی بھلائی کا انکار کرتی تھیں"۔ لہذا شوہر امیر ہو یا غریب، ہر حال میں اُس کے احسان منداور شُکر گزار رہیں، کہ جو بندوں کا شُکر گزار نہیں ہوتا، وہ اللہ تعالی کا بھی شُکر ادا نہیں کرتا!۔

مشکل وقت میں شوہر کی ڈھارس بندھانا

عزیزانِ محترم! مشکل وقت میں شوہر کی ڈھارس بندھانا، اور اُسے حَوصلہ دینا بھی عورت کی اَخلاقی ذمّہ داری ہے، امّ المؤمنین حضرت سیِّدہ خدیجۃ الکبریٰ

---

(١) "السنن الكبرى" للبَيهقي، كتاب القسم والنشوز، باب كراهية كفر ...إلخ، ٧/ ٢٩٤.

(٢) "صحيح البخاري" كتاب النكاح، باب كفران العشير ...إلخ، ر: ٥١٩٧، صـ٩٣٠.

رضی اللہ تعالی عنہا نے پہلی وحی کے بعد نبئ کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے عرض کی: «وَاللهِ مَا يخْزِنكَ اللهُ أَبداً! إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتحمِلُ الْكَلَّ، وَتَكْسِبُ المْعْدُومَ، وَتَقْرِي الضَّيْفَ، وَتُعِينُ عَلى نَوَائِبِ الْحَقِّ!»[1] "بخدا اللہ تعالی آپ کو ہرگز غمزدہ نہ کرے گا!؛ کیونکہ آپ تو صِلہ رحمی فرماتے ہیں، لوگوں کا بوجھ اُٹھاتے ہیں، لوگوں کو (مال اور اَخلاق وغیرہ) عطا فرماتے ہیں جو اُن کے پاس نہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں، اور راہِ حق میں پیش آنے والے مَصائب میں مدد فرماتے ہیں!"۔

بلاوجہِ شرعی طلاق کا مُطالبہ جائز نہیں

حضراتِ گرامی قدر! شوہر کے حقوق میں سے یہ بات بھی ہے، کہ عورت بلاوجہ اپنے شوہر سے طلاق کا مطالبہ نہ کرے، اور جو عورت ایسا کرے گی اُس پر جنّت کی خوشبو بھی حرام ہے، حضرت سیّدنا ثوبان رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: «أَيُّما امْرَأَةٍ سَأَلَتْ زَوْجَهَا طَلاَقاً فِي غَيْرِ مَا بَأْسٍ، فَحَرَامٌ عَلَيْهَا رَائِحَةُ الْجَنَّةِ»[2] "جو عورت بلاوجہ اپنے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرے، اُس پر جنّت کی خوشبو بھی حرام ہے!"۔ اور جنّت کی خوشبو پانچ ۵ سو برس کی مسافت سے آتی ہے[3]۔

بعدِ وفات شوہر کا حق

حضراتِ ذی وقار! اگر شَوہر وفات پاجائے تو عورت پر لازم ہے، کہ چار ۴ ماہ دس ۱۰ دن اپنے شوہر کی مَوت کا سوگ منائے؛ کہ یہ بھی شَوہر کے حقوق میں سے ہے،

(١) المرجع نفسه، كتاب بدء الوحي، ر: ٣، صـ١.
(٢) "سُننُ أبي داود" كتاب الطلاق، بابُ في الخُلع، ر: ٢٢٢٦، صـ٣٢٢.
(٣) انظر: "الترغيب والترهيب" للمُنذري، الترغيب في الجنّة، ر: ٥٦١٩، ٤/ ٢٧٠.

اور دیگر حقوق کی طرح اس حق (سوگ) کی پاسداری بھی عورت پر لازم ہے، حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ، أَنْ تُحِدَّ عَلى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ إِلَّا عَلى زَوْجٍ؛ فَإِنَّهَا تُحِدُّ عَلَيْهِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْراً»[1] "جو عورت اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہو، اُس کے لیے جائز نہیں کہ کسی میّت پر تین ۳ دن سے زیادہ سوگ کرے، سوائے اپنے شوہر کے، کہ اُس پر چار ۴ مہینے دس ۱۰ دن سوگ کرے"۔

عورتوں سے اچھے برتاؤ کا حکم

برادرانِ اسلام! جس طرح قرآن وحدیث میں شَوہر کے حقوق بیان کیے گئے، اور عورت (بیوی) کو حکم دیا گیا کہ شوہر کے حقوق کی پاسداری کرے، اُس کی اِطاعت وفرمانبرداری کرے، اپنی عزّت وعصمت کی حفاظت کرے، شوہر کے گھربار، مال ودَولت اور بال بچوں کا خیال رکھے، اسی طرح اسلامی تعلیمات میں شوہر کو بھی اس بات کا پابند کیا گیا ہے، کہ اپنی عورتوں (بیویوں) کے ساتھ حُسنِ سُلوک سے پیش آئے، اور اُن کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾[2] "اور ان سے اچھا برتاؤ کرو"۔

حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مَردوں سے فرمایا: «اسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ [خَيْراً]»[3] "عورتوں (بیویوں) سے خیر خواہی کرو!"۔

---

(١) "صحيح البخاري" كتاب الجنائز، ر: ١٢٨٠، صـ٢٠٥.
(٢) پ٤، النساء: ١٩.
(٣) "صحيح مسلم" باب الوصية بالنِّساء، ر: ٣٦٤٤، صـ٦٢٦.

ایک اَور مقام پر رحمتِ عالمیان ﷺ نے عورتوں سے اچھے برتاؤ کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا: «لَا يَفْرَكْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً، إِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقاً، رَضِيَ مِنْهَا آخَرَ»(۱) "کوئی مسلمان مرد (شوہر) کسی مسلمان عورت (بیوی) سے متنفّر نہ ہو، اگر کسی ایک عادت سے وہ ناخوش ہے، تو اس کی کسی دوسری خصلت سے خوش بھی تو ہوگا!"۔

فرائض وواجبات کی ادائیگی اور نیک کاموں میں مدد

عزیزانِ محترم! فرائض وواجبات کی ادائیگی اور نیک کاموں میں مدد کرنا، شوہر پر بیوی کے حقوق میں سے ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ﴾(۲) "اے ایمان والو! اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اُس آگ سے بچاؤ، جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہیں!" لہٰذا مرد پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ اچھے انداز سے اپنے گھر والوں کو نماز روزے اور ہر نیک کام کی تلقین کرتا رہے!۔

حقِ مہر بخوشی ادا کرنے کی تاکید

جانِ برادر! عورت کے حق مہر کی بخوشی ادائیگی عورت کا حق اور مرد پر لازم ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَ اٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً﴾(۳) "عورتوں کو اُن کے مہر خوشی سے دو!"۔ عموماً لوگ حق مہر کو بہت معمولی سمجھتے ہیں اور اس کی ادائیگی نہیں کرتے، ایسا کرنا حکمِ الٰہی کی صریح خلاف ورزی ہے، اور ایسا کرنے والا سخت گنہگار ہے!۔

---

(۳) المرجع نفسه، ر: ٣٦٤٥، صـ٦٢٦.

(٢) پ٢٨، التحريم: ٦.

(٣) پ٤، النساء: ٤.

اہلِ بیت کرام کے ساتھ نبیٔ کریم ﷺ کی محبت اور حُسنِ سُلوک

عزیزانِ مَن! اپنے گھر والوں کے ساتھ محبت، شفقت اور حُسنِ سُلوک سے پیش آنا بھی عورتوں (بیویوں) کے بنیادی حقوق میں سے ہے، اُم المؤمنین حضرت سیّدہ عائشہ صدّیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے، رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: «خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لأَهْلِه، وَأَنا خَيْرُكُمْ لأَهْلِي»[1] "تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا ہے، اور میں اپنے گھر والوں کے ساتھ تم میں سب سے بہتر ہوں!"۔

حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيماناً أَحْسَنُهُمْ خُلُقاً، وَخِيارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسائِهِم»[2] "تمام مسلمانوں میں ایمان کے اعتبار سے کامل وہ ہے جو اَخلاق میں سب سے اچھا ہے، اور تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو اپنی بیویوں کے ساتھ اچھا ہے!"۔

مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے اپنی اَزواجِ مطہّرات سے کمال درجے کی شفقت، مہربانی اور حُسنِ سُلوک فرمایا، حضرت سیّدنا اَنس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، حضور نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: «يَجْلِسُ عِندَ بَعيرِه فَيَضَعُ رُكْبَتَهُ وَتَضعُ صَفِيّةُ رِجْلَها علىٰ رُكْبَتِه حَتّٰى تَرْكَبَ»[3] "رسول اللہ ﷺ اپنے اُونٹ کے پاس تشریف فرما ہو کر اپنا گھُٹنا رکھتے، اور حضرت سیّدہ صفیّہ رضی اللہ تعالی عنہا رسول اللہ ﷺ کے گھٹنے پر اپنا پاؤں رکھ کر اُونٹ پر سوار ہوتیں"۔

---

(١) "سنن الترمذي" أبواب المناقب، ر: ٣٨٩٥، صـ٨٧٨.

(٢) المرجع نفسه، أبواب الرضاع، ر: ١١٦٢، صـ٢٨٢.

(٣) "صحيح البخاري" كتاب المَغازي، باب غزوة خيبر، ر: ٤٢١١، صـ٧١٥.

محبت، شفقت اور حُسنِ سُلوک سے پیش آتے ہوئے مصطفی جانِ رحمت ﷺ حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالی عنہا کو یوں مخاطب فرماتے: «يا عَائِش!»[1] "اے عائش!" اور کبھی فرماتے: «يَا بِنْتَ الصِّدِّيقِ!»[2] "اے صدیق کی بیٹی!" یہ سب اُن کی اور اُن کے گھر والوں کی عزّت وتکریم، اُن سے انتہائی محبت اور قُربت کے اظہار کا بہترین نمونہ ہے!۔

اَزدِواجی مُعاملات کی پردہ پوشی

جانِ برادر! میاں بیوی کے اَزدِواجی مُعاملات کی پردہ پوشی میاں بیوی کے مشترکہ حقوق میں سے ہے، حضرت سیّدنا ابو سعید خُدری رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، نبئ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «إِنَّ مِنْ أَشَرِّ النَّاسِ عِنْدَ الله مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ: الرَّجُلَ يُفْضِي إِلىٰ امْرَأَتِهِ وَتُفْضِيْ إِلَيْهِ، ثُمَّ يَنْشُرُ سِرَّهَا»[3] "اللہ تعالی کے نزدیک قیامت کے دن بدترین شخص وہ ہوگا، جو اپنی عورت کے قریب جائے اور عورت اُس کے قریب جائے، پھر وہ اس کا راز اِفشاء کر دے"۔

ایک سے زائد بیویوں کی صورت میں عدل وانصاف کرنے کا حکم

حضراتِ گرامی قدر! اگر کسی شخص کی ایک سے زائد بیویاں ہوں، تو سب میں عدل وانصاف کرنا بھی اُن کا حق اور شوہر کی ایک بڑی ذمّہ داری ہے، سرکارِ دوجہاں ﷺ نے فرمایا: «إِنَّ الْمُقسِطِينَ عِندَ الله عَلى مَنَابِرَ مِنْ نُورٍ، عَن يَمِينِ

(١) المرجع نفسه، كتاب الأدب، ر: ٦٢٠١، صـ١٠٧٩.
(٢) "جامع الترمذي" أبواب تفسير القرآن، ر: ٣١٧٥، صـ٧١٩.
(٣) "صحيح مسلم" كتاب النكاح، ر: ٣٥٤٢، صـ٦٠٩.

الرَّحمن ﷻ، وَكِلتَا يَدَيهِ يَمِينٌ، الَّذِينَ يَعدِلُونَ فِي حُكمِهم وَأَهلِيهم وَمَا وَلُوا»[۱] "عدل وانصاف کرنے والے اللہ تعالی کے نزدیک، اللہ کے دائیں جانب نُور کے منبروں پر ہوں گے -اور اللہ تعالی کے ہاں دونوں طرف دائیں ہیں- یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے اہل وعِیال اور اپنے ماتحتوں میں عدل وانصاف کرتے ہیں"۔

نبئ کریم ﷺ نے اپنی متعدّد اَزواج ہوتے ہوئے سب کے درمیان عدل ومُساوات قائم رکھا، سب کی باریاں مقرّر فرما کر ان کے ساتھ برابر وقت گزارا، اور سب کی دِلجوئی فرمائی۔ ام المؤمنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا ارشاد فرماتی ہیں، کہ رسول اللہ ﷺ انصاف سے باریاں تقسیم کرتے، اور بارگاہِ الٰہی عزّوجلّ میں عرض کرتے: «اللَّهُمَّ هَذَا قَسْمِي فِيمَا أَمْلِكُ، فَلَا تَلُمْنِي فِيمَا تَمْلِكُ وَلَا أَمْلِكُ!»[۲] "اے اللہ! یہ میری تقسیم ہے جس کا مجھے اختیار ہے، اور مجھے اُس پر ملامت نہ کرنا جو تیرے اختیار میں ہے، اور میں اس پر اختیار نہیں رکھتا!"۔

رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ طیّبہ کو پیشِ نظر رکھیں

حضراتِ ذی وقار! آج کل لوگ دو۲ بیویوں میں انصاف نہیں کر پاتے، کسی کے پاس زیادہ وقت گزارتے ہیں، کسی کے پاس کم، اور بعض تو ایسے ہیں کہ دوسری شادی کرتے ہی پہلی بیوی کے حقوق کو یکسر نظر انداز کرنا شروع کر دیتے ہیں، اُس کے گھریلو اِخراجات میں کمی کر دیتے ہیں، اُس کی ضروریات کا خیال نہیں رکھتے، اس کے پاس وقت نہیں گزارتے، حتی کہ ہفتوں تک شکل ہی نہیں دکھاتے، ایسے لوگوں کا یہ روِیہ کسی طور پر قابلِ قبول نہیں، نہ شریعتِ مُطہّرہ ہمیں اس بات کی اجازت دیتی ہے!۔

---

(۱) المرجع نفسه، كتاب الإمارة، ر: ٤٧٢١، صـ٨١٩.

(۲) "سنن أبي داود" كتاب النكاح، ر: ٢١٣٤، صـ٣٠٨.

اس مُعاملے میں ہمیں رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ طیّبہ کو پیشِ نظر رکھنا چاہیے، کہ تعددِ ازواج کے باوُجود آپ ﷺ نے کس طرح اپنی تمام اَزواجِ مُطہَّرات کے ساتھ، یکساں سُلوک اور عدل وانصاف سے کام لیا! نبئ کریم ﷺ اپنی اَزواجِ مُطہَّرات کے ساتھ، کسی بھی نَوعیت کی حق تلفی کے ہرگز قائل ورَوادار نہیں تھے، آپ ﷺ نے اس سلسلے میں زندگی بھر، نہ خود کبھی حق تلفی کا مُظاہرہ فرمایا، نہ کسی زَوجۂ محترمہ کواس بات کی اجازت دی۔

اپنی زوجہ کے لیے بننا سنوَرنا

میرے محترم بھائیو! جس طرح شَوہر کا حق ہے، اور وہ چاہتا ہے کہ اُس کی بیوی اس کے لیے مزیّن وآراستہ ہو، اسی طرح عورت کا بھی حق ہے کہ اُس کا شوہر اس کے لیے اپنی صفائی ستھرائی کا اہتمام کرے، صحابئ جلیل حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما نے فرمایا: «إنّي لأَتَزَيَّن لامْرَأَتِي كما تَتَزَيَّن لي؛ لقوله تعالى: ﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الذي عَلَيْهِنَّ بِالمعْرُوْفِ﴾»[1] "میں بھی اپنی بیوی کے لیے بنتا سنوَرتا ہوں، جیسے وہ میرے لیے بناؤ سنگھار کرتی ہے؛ اس لیے کہ اللہ تعالی کا فرمانِ عالی شان ہے کہ "شریعت کے مطابق عورتوں کا بھی حق اَیسا ہی ہے جیسا اُن پر شَوہروں کا حق ہے"۔

لہذا ہم سب پر لازم ہے کہ نبئ کریم ﷺ کے فرمان مبارک کو مشعلِ راہ بنائیں، رسولِ کریم ﷺ نے حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عَمرو بن عاص رضی اللہ تعالی عنہما کو حقِ زوجہ سے متعلق ارشاد فرمایا: «وَإِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقّاً!»[2] "یقیناً تمہاری زوجہ کا بھی تم پر حق ہے!"۔

---

(١) "تفسير القُرطُبي" تفسير سورة البقرة، تحت الآية: ٢٢٨، الجزء ٣، صـ١١٨.
(٢) "صحيح البخاري" كتاب النكاح، ر: ٥١٩٩، صـ٩٣٠.

گھریلو کام کاج میں اہلِ خانہ کی مدد کرنا سنّت ہے

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! گھریلو کام کاج میں اہلِ خانہ کی مدد کرنا سنّت اور اَخلاقی ذمّہ داری ہے، حضرت اَسوَد رَضِیَ اللہُ عَنۡہُ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہَا سے پُوچھا، کہ نبئ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّم اپنے گھر میں کیا کرتے تھے؟ فرمایا: «كَانَ يَكُونُ فِي مِهْنَةِ أَهْلِهِ -تعْنِي في خِدمَة أَهلِهِ- فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ»[1] "اپنے اہل خانہ کے کام میں رہتے، اور جب نماز کا وقت ہوتا تو نماز کے لیے تشریف لے جاتے"۔

اس حدیثِ پاک سے وہ لوگ سبق حاصل کریں، جو گھریلو کام کاج میں اپنے اہلِ خانہ کا ہاتھ بٹانے میں، اپنی توہین سمجھتے ہیں، اور اسے اپنی مردانگی کے مُنافی تصوُر کرتے ہیں، بلکہ جو لوگ گھریلو کام کاج میں اپنے اہلِ خانہ کی مدد کرتے ہیں، انہیں طعنے دیتے اور عار (شرم) دلاتے ہیں، ایسوں کو چاہیے کہ اپنے طرزِ عمل پر غَور کریں، اور اپنی اِصلاح کریں!۔

خواتین کی ضروریات واِخراجات کا حق

حضراتِ گرامی قدر! عورتوں کا نان ونفقہ (یعنی ضروریات واِخراجات کا) پورا کرنا بھی شَوہر پر لازم ہے؛ کیونکہ حقِ نفَقہ بھی عورتوں کے حقوق میں سے ہے، اور حدیثِ پاک میں اس کی خاص تاکید فرمائی گئی ہے، حضرت سیّدنا جابر بن عبد اللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُمَا سے روایت ہے، سرورِ دوجہاں صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّم نے فرمایا: «اتَّقُوا اللهَ فِي النِّسَاءِ؛ فَإِنَّكُمْ أَخَذْتُمُوهُنَّ بِأَمَانِ اللهِ، وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوجَهُنَّ بِكَلِمَةِ

(۱) المرجع نفسه، كتاب الأذان، ر: ٦٧٦، صـ١١٠.

اللہ...، وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ»[1] "خواتین کے بارے میں اللہ تعالی سے ڈرو!؛ کہ تم نے انہیں اللہ تعالی کی امان میں لیا، اُن کی شرمگاہوں کو اللہ کے حکم سے اپنے لیے حلال کیا...، تم پر ان کا کھانا، پینا اور کپڑے مہیا کرنا لازم ہے"۔

اہل وعِیال پر خرچ کرنا اجر وثواب ہے

میرے محترم بھائیو! اہل وعِیال کے کھانے پینے، اور اُن کی دیگر ضروریات کو بوجھ ہرگز نہ جانیں؛ کیونکہ اہل وعِیال پر خرچ کیا گیا مال، راہِ خدا میں مال خرچ کرنے کی بنسبت زیادہ اجر وثواب کا ذریعہ ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «دِينَارٌ أَنْفَقْتَه فِي سَبِيلِ الله، وَدِينَارٌ أَنْفَقْتَه فِيْ رَقَبَةٍ، وَدِينَارٌ تَصَدَّقْتَ بِه عَلى مِسْكِينٍ، وَدِينَارٌ أَنْفَقْتَه عَلى أَهْلِكَ، أَعْظَمُهَا أَجْراً الَّذِي أَنْفَقْتَه عَلى أَهْلِكَ»[2] "اللہ کی راہ میں، یا غلام آزاد کرنے میں، یا کسی مسکین پر خرچ کرنے، یا اپنے اہل وعِیال پر خرچ کرنے والے مال ومتاع میں، سب سے زیادہ اجر وثواب اُس کا ہے جو تم اپنے اہل وعِیال پر خرچ کرتے ہو!"۔

بیٹیوں کی شادی بیاہ کے سلسلے میں حقِ مُشاورت

عزیزانِ محترم! بیٹیوں کی شادی بیاہ کے سلسلے میں اُن کی ماں سے مُشاوَرت بھی عورت کے حقوق میں سے ہے، حضرت سیّدنا ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «آمِرُوا النِّسَاءَ فِي بَنَاتِهِنَّ»[3] "عورتوں سے اُن کی

(١) "صحيح مسلم" كتاب الحجّ، باب حَجَّةِ النّبي ﷺ، ر: ٢٩٥٠، صـ٥١٥.

(٢) المرجع نفسه، كتاب الزكاة، باب فضل النفَقة ...إلخ، ر: ٢٣١١، صـ٤٠٣.

(٣) "سُننُ أبي داود" كتابُ النكاح، بابُ في الاستيمار، ر: ٢٠٩٥، صـ٣٠٣.

بیٹیوں کے بارے میں اجازت لیا کرو" یعنی بیٹیوں کی شادی کے بارے میں عورتوں سے رائے لو، لہذا شوہر کو چاہیے کہ بیٹیوں کی شادی بیاہ کے سلسلے میں اپنی زوجہ پر اعتماد کرے، اور اس سے مشورہ بھی لیتا رہے!۔

ظلم وجبر کی ممانعت

جانِ برادر! شوہر پر لازم ہے کہ اپنی زَوجہ پر ظلم وزیادتی نہ کرے؛ کہ ایسا کرنا منع ہے، اور یہ (ممانعت) بھی زَوجہ کے بنیادی حقوق میں سے ہے، حضرت سیّدنا عبد الله بن زَمعہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنۡهُ سے روایت ہے، رحمتِ عالمیان صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَسَلَّم نے فرمایا: «لا يَجْلِدُ أَحَدُكُم امْرَأَتَهُ جَلْدَ العَبْدِ»[1] "تم میں سے کوئی اپنی بیوی کو غلاموں کی طرح نہ پیٹے!"۔

ہاں اگر عورت نافرمان وسرکش ہو جائے، تو فوراً مارنے پیٹنے کے بجائے پہلے اُسے نصیحت کریں، اگر پھر بھی نہ مانے تو اپنا بستر اس سے جدا کرلیں، اور اگر پھر بھی نافرمانی وسرکشی سے باز نہ آئے، تو بغرضِ اصلاح ہلکی ضرب سے مارنے کی اجازت ہے، لیکن اس مارنے میں بھی اس بات کا لحاظ رکھنا انتہائی ضروری ہے، کہ اتنی زور سے نہ مارے کہ عورت کی کوئی ہڈی پسلی ہی ٹوٹ جائے، یا اُسے شدید چوٹ پہنچ جائے؛ کہ ایسا کرنا ظلم، جبر اور زیادتی ہے۔

نافرمان اور سرکش عورتوں کی اِصلاح کا طریقہ

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! نافرمان اور سرکش عورتوں کی اِصلاح کے لیے الله ربّ العالمین نے قرآنِ حکیم میں مختلف طریقے اور مراحل بیان فرمائے ہیں، اور یہ

---

(١) "صحيح البخاري" كتابُ النكاح، بابُ ما يكره من ضرب ...إلخ، ر: ٥٢٠٤، صـ٩٣١.

طریقے یقیناً مفید اور حکمت پر مبنی ہیں، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْهِنَّ سَبِیْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیًّا كَبِیْرًا﴾[1] "اور جن عورتوں کی نافرمانی وسرکشی کا تمہیں اندیشہ ہو تو انہیں سمجھاؤ، اور ان سے الگ سوؤ، اور (پھر بھی سرکشی سے باز نہ آئیں تو) انہیں (ہلکی ضرب سے) مارو، پھر اگر وہ تمہارے حکم میں آجائیں، تو ان پر زیادتی کی کوئی راہ نہ چاہو، یقیناً اللہ بلند ہے بڑا ہے"۔

اگر ان تمام تدابیر (یعنی سمجھانے، علیحدہ سونے، اور مارنے) کے باوُجود بھی مسئلہ حل نہ ہو، اور عورت نافرمانی وسرکشی سے باز نہ آئے، اور زَوجین (میاں بیوی) کے مابین جھگڑا مزید بڑھنے کا اندیشہ رہے، تو فریقین کے گھر والے مثلاً ماں باپ، بہن بھائی یا خاندان کے دیگر بڑے لوگ، دونوں کے درمیان مُصالحت کے لیے اپنا کردار ادا کریں؛ تاکہ نَوبت طلاق تک نہ پہنچ جائے، اور خاندان اُجڑنے سے بچ جائے!!

زَوجین کے درمیان مُصالحت کرانے کا حکم

میرے محترم بھائیو! ربّ تعالی زَوجین کے مابین مُصالحت کرانے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَیْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ یُّرِیْدَاۤ اِصْلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَیْنَهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا خَبِیْرًا﴾[2] "اگر تم کو میاں بیوی کے جھگڑے کا خَوف ہو، تو ایک فیصلہ کرنے والا، مرد والوں کی طرف سے، اور ایک عورت والوں کی طرف سے بھیجو، یہ دونوں اگر صلح کرانا چاہیں گے تو اللہ ان میں ملاپ کردے گا، یقیناً اللہ جاننے والا خبردار ہے!"۔

---

(۱) پ٥، النساء: ٣٤.
(۲) پ٥، النساء: ٣٥.

خلاصۂ کلام

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! گھریلو زندگی کا دارومدار اور امن وسکون، رشتوں کے لحاظ اور باہم حقوق کی پاسداری میں منحصر ہے، یہی وجہ ہے کہ انسان اُس وقت تک کامیاب گھریلو زندگی (Family Life) نہیں گزار سکتا، جب تک وہ رشتوں کا لحاظ اور ایک دوسرے کے حقوق کی پاسداری نہ کرے، اللہ رب العالمین نے ہمیں قرآنِ حکیم میں رشتوں کا لحاظ رکھنے کا حکم دیا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا﴾(۱) "اللہ سے ڈرو جس کے نام پر مانگتے ہو! اور رشتوں کا لحاظ رکھو، یقیناً اللہ ہر وقت تمہیں دیکھ رہا ہے!"۔

* میاں بیوی کا ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنا * باہم حُسنِ سُلوک سے پیش آنا * ایک دوسرے کے ساتھ اظہارِ ہمدردی کرنا * مشکل وقت میں ڈھارس بندھانا * فرائض وواجبات کی ادائیگی میں ایک دوسرے کی مدد کرنا * اور باہم خیر خواہی کرنا بھی، رشتوں کے لحاظ وپاسداری کی مختلف صورتیں ہیں، لہذا زَوجین کو چاہیے کہ ایک دوسرے کے حقوق کی پاسداری کریں، ان میں کوتاہی ہرگز نہ برتیں، آپس میں محبت ورَواداری سے پیش آئیں، اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کا خاص اہتمام کریں!!

(۱) پ٤، النّساء: ١.

دعا

اے اللہ ! ہمیں فرائض وواجبات کی ادائیگی کا پابند بنا، اپنے اہل وعِیال کے حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرما، باہم محبت واُلفت میں اِضافہ فرما، ہمارے گھروں کو محبت ورَحمت کا گہوارہ بنا، خوش اُسلوبی کے ساتھ ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کی توفیق عطافرما، ان میں سُستی، کاہلی اور کوتاہی سے بچا، اپنے اہل وعِیال کے ساتھ حُسنِ سُلوک سے پیش آنے کی سوچ عطافرما، ان پر بے جا سختی سے محفوظ فرما، اور حقوقِ زَوجین کی اہمیت کو سمجھنے کی سعادت عنایت فرما، آمین یاربّ العالمین !۔

استاد کا مقام، مرتبہ اور ذِمّہ داری

(جمعۃ المبارک یکم جُمادَی الآخرۃ ۱۴۴۵ھ - ۲۰۲۳/۱۲/۱۵ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافِعِ یومِ نشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

اسلام میں استاد کی قدر ومنزلت

عزیزانِ محترم! اسلام میں مُعلِّم واستاد کی بڑی قدر ومنزلت ہے، لوگوں کو علم سکھانا اور اُن کی تربیت کرنا انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کا منصب ہے، اسلام میں استاد کا کیا مقام ومرتبہ ہے؟ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ رب العالمین عزّوجلّ نے اپنے حبیب کریم، تمام انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے سردار ﷺ کو اس جہاں میں معلِّمِ کائنات بناکر بھیجا؛ تاکہ وہ ہمیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیں، ہمیں اُن اَسرار ورُموز سے آگاہ فرمائیں جس کا ہمیں علم نہیں، اور ہمیں پاک صاف کردیں، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿مَاۤ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ﴾[1] "جیسے ہم نے تم میں بھیجا ایک رسول تم

---

(۱) پ ۲، البقرة: ۱۵۱.

میں سے؛ کہ تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے، اور تمہیں پاک کرتا، اور کتاب اور پختہ علم سکھاتا ہے، اور تمہیں وہ تعلیم فرماتا ہے، جس کا تمہیں علم نہیں تھا"۔

خالقِ کائنات عَزَّوَجَلَّ نے حضور نبئ کریم ﷺ کا بطور معلّم واستاد ذکر کرتے ہوئے ایک اَور مقام پر فرمایا: ﴿هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَۗ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ﴾[1] "وہی رب ہے جس نے اَن پڑھ لوگوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا، کہ ان پر رب تعالی کی آیتیں پڑھتے ہیں، اور انہیں پاک کرتے ہیں، اور انہیں کتاب وحکمت کا علم عطا فرماتے ہیں، اور یقیناً وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے!"۔

حضور نبئ کریم معلّمِ کائنات ہیں

برادرانِ اسلام! تاجدارِ رسالت ﷺ بطور معلّم واستاد اس دنیا میں مبعوث فرمائے گئے، حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عمرو رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، سرورِ کونین ﷺ نے اِرشاد فرمایا: «إِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّماً»[2] "مجھے مُعلّم واُستاد بناکر بھیجا گیا ہے"۔

حضرت سیّدنا جابر بن عبد اللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: «إِنَّ اللهَ لَمْ يَبْعَثْنِي مُعَنِّتاً، وَلَا مُتَعَنِّتاً، وَلَكِنْ بَعَثَنِي مُعَلِّماً مُيَسِّراً»[3] "اللہ تعالی نے مجھے مشکلات میں ڈالنے والا، اور سختی کرنے والا بناکر نہیں بھیجا، بلکہ مجھے معلّم (علم سکھانے والا) اور آسانی کرنے والا بناکر بھیجا ہے"۔

---

(١) پ ٢٨، الجمعة: ٢.

(٢) "سُنن ابن ماجه" باب فضل العلماء والحثّ ...إلخ، ر: ٢٢٩، صـ٤٨.

(٣) "صحيح مسلم" كتاب الطلاق، ر: ٣٦٩٠، صـ٦٣٣، ٦٣٤.

استاد رُوحانی باپ ہے

حضراتِ گرامی قدر! استاد رُوحانی باپ ہے، وہ ہمیں تعلیم وتربیت دیتا ہے، اور مُعاشرے میں رہنے کا ڈھنگ سکھاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ حدیثِ پاک میں اس کا درجہ باپ کی مثل قرار دیا گیا ہے، حضرت سیّدنا ابوہریرہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، رسول الله صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّم نے فرمایا: «إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ بِمَنْزِلَةِ الْوَالِدِ، أُعَلِّمُكُمْ»(۱) "میں تمہارے لیے باپ کی حیثیت رکھتا ہوں، کہ تمہیں علم وحکمت سِکھاتا ہوں" یعنی جس طرح حقیقی والد اپنے بچے کو اچھے بُرے کی تمیز سکھاتا ہے، اور اسے مُعاشرے کا ایک کارآمد فرد بنانے کی کوشش کرتا ہے، اسی طرح استاد بھی اپنے شاگردوں کے لیے ویسے ہی جذبات رکھتا ہے، اور ایک اچھا انسان بننے میں اُن کی مدد کرتا ہے! ؏

رَہبر بھی یہ ہمدم بھی یہ غم خوار ہمارے
استاد یہ قَوموں کے ہیں معمار ہمارے

استاد سب سے بڑا سخی ہے

عزیزانِ مَن! استاد پہلے خود علم حاصل کرتا ہے، پھر اسے پھیلانے کی سعادت حاصل کرتا ہے، ایسے شخص کو حدیثِ پاک میں سب سے بڑا سخی قرار دیا گیا ہے، حضرت سیّدنا انَس بن مالک رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، سرورِ کونین صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّم نے فرمایا: «وَأَجْوَدُهُمْ مَنْ بَعْدِي رَجُلٌ عَلِمَ عِلْماً فَنَشَرَهُ»(۲) "میرے بعد سب سے بڑا سخی وہ ہے، جس نے علم حاصل کیا اور پھر اُسے پھیلایا!"۔

---

(۱) "سنن أبي داود" كتاب الطهارة، باب كراهية استقبال القبلة ...إلخ، ر: ٨، صـ١٣، ١٤.
(۲) "شُعب الإيمان" ١٨- نشر العلم ...إلخ، ر: ١٧٦٧، ٢/ ٧٥٥.

شعبۂ تعلیم میں سب سے بہترین کام

جانِ برادر! شعبۂ تدریس میں سب سے بہترین کام قرآنِ کریم اور دینی عُلوم کا سیکھنا سکھانا ہے، امیر المؤمنین سیّدنا عثمان بن عفّان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَه»(۱) "تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے!"۔

سیکھنے سکھانے والا رحمتِ الٰہی کے سائے میں ہے

حضراتِ ذی وقار! علمِ دین سیکھنے سکھانے والا (یعنی عالمِ دین اُستاد اور دینی طالبِ علم) رحمتِ الٰہی کے سائے میں ہے، حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور نبئ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «أَلَا إِنَّ الدُّنْيَا مَلْعُونَةٌ، مَلْعُونٌ مَا فِيهَا، إِلَّا ذِكْرُ الله وَمَا وَالَاهُ، وَعَالِمٌ أَوْ مُتَعَلِّمٌ»(۲) "خبردار! دنیا اور جو کچھ اس میں ہے، سوائے اللہ کی یاد اور اس سے تعلق رکھنے والی اشیاء کے، اور سوائے عالمِ دین اور طالبِ علم کے، سب کچھ ملعون ہے!"۔

استاد سے متعلق چند اسلامی آداب

میرے محترم بھائیو! استاد کا مقام ومرتبہ بہت بلند ہے، لہٰذا شاگرد کو چاہیے کہ * اپنے اُستاد کا احترام کرے * اس کے ساتھ حُسنِ سُلوک سے پیش آئے * اس

(۱) "صحيح البخاري" كتاب فضائل القرآن، ر: ۵۰۲۷، صـ۹۰۱.

(۲) "سنن الترمذي" أبواب الزُهد [باب منه حديث: «إِنَّ الدُّنْيَا مَلْعُونَةٌ» ر: ۲۳۲۲، صـ۵۳۲. "سنن ابن ماجه" كتاب الزُهد، باب مثل الدنيا، ر: ۴۱۱۲، صـ۷۰۴.

کی اَدنیٰ بے ادبی سے بھی بچے * اس کے سامنے ادب اور شائستگی سے بیٹھے * اُس سے گفتگو کرتے وقت اپنی آواز بلند نہ کرے * دَورانِ کلاس (درس) استاد کے سامنے، طلبہ آپس میں بات چیت سے اجتناب کریں * اگر کوئی استاد کی بُرائی کرے، تو شاگرد اپنے استاد کا دِفاع کرے * استاد کی موجودگی میں اگر کوئی شخص سوال کرے، تو استاد سے پہلے شاگرد جواب دینے کی کوشش نہ کرے * استاد کی اجازت کے بغیر اس کی کلاس سے باہر نہ جائیں * اور اس کے ساتھ بحث وتکرار سے پرہیز کرے! ع

شیخِ مکتب ہے اِک عمارت گر
جس کی صنعت ہے رُوحِ انسانی

نکتہ دلپذیر تیرے لیے
کہہ گیا ہے حکیم قاآنی(۱)

"پیش خورشید بَرمکش دیوار
خواہی ار صحنِ خانہ نورانی"(۲)

"استاد کی مثال ایک معمار (Builder) کی سی ہے، دونوں میں باہم فرق صرف یہ ہے کہ معمار عمارتیں بناتا ہے، جبکہ استاد انسان کی شخصیت کو سنوارتا، نکھارتا اور اُس کی رُوحانی تربیت کرتا ہے (اور کسی انسان کی کردار سازی اور رُوحانی تربیت، عمارتیں بنانے سے کہیں زیادہ مشکل کام ہے)

(۱) حکیم قاآنی، ایران کے ایک مشہور قصیدہ گو شاعر تھے۔
(۲) "کلیاتِ اقبال" بالِ جبریل، حصّہ دُوم ۲، شیخِ مکتب سے، ص۴۹۴۔

حکیم قاآنی نے اس مناسبت سے بڑا پیارا نکتہ بیان کیا کہ

"اگر تم اپنے گھر کو رَوشن رکھنا چاہتے ہو تو دُھوپ کے سامنے کبھی دیوار مت بنانا" یعنی اگر تم اپنی شخصی تعمیر اور کردار سازی چاہتے ہو، تو استاد کی تربیت سے رُوگردانی نہ کرنا، بلکہ استاد سے زیادہ سے زیادہ علم حاصل کرنے کی کوشش کرو!"

اساتذۂ کرام کے ادب واحترام سے متعلق بزرگانِ دین کے چند فرامین

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! اساتذۂ کرام کے ادب واحترام کے حوالے سے ہمارے اَسلاف اور بزرگانِ دین کا کیا طرزِ عمل تھا؟ اس بارے میں چند اقوال وفرامین حسبِ ذیل ہیں:

(۱) حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: «أنا عبدُ مَن علَّمني حَرفاً واحداً، إن شاء باعَ، وإن شاء أعتقَ، وإن شاء استرقَّ»[۱] "جس نے مجھے ایک حرف سکھایا میں اُس کا غلام ہوں، اب چاہے وہ مجھے بیچ دے، چاہے آزاد کردے، یا پھر چاہے تو غلام بنا کر رکھے!"۔

(۲) حضرت سیّدنا امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "میں اپنے استادِ محترم اور والدین کے لیے ایک ساتھ دعائے مغفرت کرتا ہوں[۲]۔ اور میں نے کبھی بھی اپنے استاد محترم کے گھر کی طرف پیر نہیں پھیلائے، باوُجودیکہ میرے گھر اور استادِ محترم کے گھر کے درمیان سات ۷ گلیاں واقع ہیں، اور میں ہر اُس شخص کے لیے استغفار کرتا ہوں جس سے میں نے کچھ سیکھا ہے، یا جس نے مجھے پڑھایا ہے"[۳]۔

---

(١) "تعليم المتعلّم في طريق التعلّم" للزرنوجي، فصل في تعظيم العلم وأهله، صـ٥٥.

(٢) "الخيرات الحِسان في مناقب الإمام الأعظم" الفصل ١٣- في ثناء الأئمة عليه، صـ٣٥.

(٣) المرجع نفسه، الفصل ٢٤- في حلمه ونحوه، صـ٦٢.

(۳) حضرت سیّدنا امام شُعبہ بن حجّاج رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں کہ "جس سے میں نے ایک حدیث پڑھی ہے، میں اس کا غلام ہوں"[1]۔

(۴) فقہِ حنفی کی مشہور کتاب "ہدایہ" کے مصنّف، شیخ الاسلام برہان الدین مَرغینانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں کہ "ائمۂ بُخارا میں سے ایک امام دَوران درس بار بار کھڑے ہو جاتے، شاگردوں نے وجہ پُوچھی تو فرمایا کہ "میرے استاد کا لڑکا گلی میں بچوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے، جب مسجد کے دروازے کے سامنے آتا ہے، تو میں اپنے استاد سے تعلق کی وجہ سے تعظیماً کھڑا ہو جاتا ہوں"[2]۔

(۵) امام فخر الدین ارسابندی رحمۃ اللہ تعالی علیہ مَرْو شہر میں "رئیس الائمہ" کے مقام پر فائز تھے، اور سلطانِ وقت آپ کا بے حد ادب واحترام کرتا تھا، آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرمایا کرتے کہ مجھے یہ احترام ومنصب اپنے استاد کی خدمت وادب کی برکت سے ملا ہے"[3]۔

مُعاشرے کی تعمیر وترقی میں اساتذہ کا کردار اور ذمّہ داریاں

عزیزانِ محترم! استاد علم کا سرچشمہ ہوتا ہے، مُعاشرے کی تعمیر وترقی اور نسلِ نَو کی تعلیم وتربیت میں اساتذۂ کرام کا کردار بڑی اہمیت کا حامل ہے، لہذا اساتذۂ کرام کو چاہیے کہ تعمیرِ انسانیت کے لیے طلبہ کی کردار سازی اور تربیت میں کسی قسم کی کوتاہی نہ بَرتیں، اور حسبِ ذیل چند اُمور کا خاص خیال رکھیں:

---

(١) "جامع بيان العلم وفضله" لابن عبد البرّ، باب جامع في آداب العالم والمتعلّم، ر: ٨٢٨، ١/ ٥١٢.

(٢) "تعليم المتعلّم فى طريق التعلّم" فصل في تعظيم العلم وأهله، صـ٥٦، ٥٧.

(٣) المرجع نفسه، صـ٥٧، ٥٨.

رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی پیروی

مُعلِّم کائنات صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے مسلمانوں کی اعلیٰ اَخلاقی تعلیم وتربیت، اور ان کے علم وعمل میں وَحدت پیدا کرنے کے لیے، مختلف انداز واُسلوب اختیار فرمائے، آسان سے آسان پیرائے اور مفہوم میں، توحید ورِسالت کا آفاقی پیغام پہنچایا، اور کسی بھی چیز کا حکم دینے سے پہلے، خود اس کا عملی نمونہ پیش کیا، لہٰذا اساتذۂ کرام کو چاہیے کہ تعلیم وتعلّم کا مُعاملہ ہو یا کوئی اَور مُعاملہ، ہمیشہ سرکارِ دوجہاں صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی پیروی کریں؛ کہ اللہ ربّ العالمین نے اُمّتِ مسلمہ کو نبئ کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی پیروی کا حکم دیا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾[1] "یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے!"۔

اَحسن انداز میں درس وتدریس کا فریضہ انجام دیں

حضراتِ گرامی قدر! مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کائنات کے سب سے بہترین مُعلّم ہیں، اور آپ کا طریقۂ تعلیم بہت شاندار اور منفرِد ہے، اس بارے میں حضرت سیّدنا مُعاویہ بن حکم سُلمی رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: «فَبِأَبِي هُوَ وَأُمِّي! مَا رَأَيْتُ مُعَلِّماً قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ، أَحْسَنَ تَعْلِيماً مِنْهُ»[2] "میرے ماں باپ حضور پر قربان! مجھے آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے پہلے اور آپ کے بعد بھی، آپ سے بہتر کوئی مُعلّم نہیں ملا!"۔ لہٰذا اساتذۂ کرام کو چاہیے کہ اَحسن اور عام فہم انداز میں درس وتدریس کا فریضہ انجام دیں؛ تاکہ طلبہ کو سمجھنے میں آسانی ہو، انہیں کسی قسم کی مشکل پیش نہ آئے، اور آپ کی بتائی ہوئی باتیں انہیں ذہن نشین ہوجائیں!۔

---

(١) پ ٢١، الأحزاب: ٢١.
(٢) "صحيح مسلم" كتاب المساجد ومواضع الصلاة، ر: ١١٩٩، صـ٢١٨.

تعلیم کا مقصد صرف جدید عُلوم سے آگاہی نہیں

عزیزانِ محترم! تعلیم کا مقصد صرف جدید علوم سے آگاہی، اور اچھی نَوکری کا حُصول نہیں ہونا چاہیے، لہذا استاد کو چاہیے کہ اپنے طلبہ کو مُعاشرے کا کارآمد فرد بنائے، اُن کی اچھی تعلیم وتربیت کرے، اور ایک اچھا استاد ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین مُربّی وسرپرست ہونے کا بھی حق ادا کرے!۔

نرمی وشفقت کا مظاہرہ

حضراتِ ذی وقار! ایک اچھا استاد صرف درسی کتب (Text Books) پڑھانے کا ذمّہ دار نہیں ہوتا، بلکہ اس پر یہ بھی لازم ہے کہ اپنے طلبہ کی اَخلاقی تربیت کرے، غلطیوں پر انہیں ٹوکے اور وقتِ ضرورت ان کی سرزَنِش (Reprimand) کرے، البتہ زیادہ سختی اور مار پیٹ سے گریز کیا جائے، اور نرمی اور شفقت کا مظاہرہ کیا جائے۔ حضرت سیّدنا ابو سعید خُدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «تَعَلَّمُوا الْعِلْمَ، وَتَعَلَّمُوا لَهُ السَّكِينَةَ وَالْوَقَارَ، وَتَوَاضَعُوا لِمَنْ تَتَعَلَّمُونَ مِنْهُ وَلِمَنْ تُعَلِّمُونَهُ، وَلَا تَكُونُوا جَبَابِرَةَ الْعُلَمَاءِ»[1] "علم حاصل کرو، اور اس کے لیے طبیعت میں ٹھہراؤ اور وقار بھی پیدا کرو، اور جن سے علم سیکھتے ہو اور جنہیں سکھاتے ہو، اُن کے لیے نرمی وعاجزی کا مُظاہرہ کرو، اور سختی وجبر کرنے والے اساتذہ وعلماء نہ بنو!"۔

(۱) "جامع بيان العلم وفضله" باب جامع في آداب العالم والمتعلم، ر: ۸۰۳، ۱/ ۵۰۱.

طلباء میں کیریئر سازی (Career Building) کا بڑھتا ہوا رجحان

حضراتِ گرامی قدر! موجودہ دَور میں طلبہ میں کیریئر سازی (Career Building) کا رجحان بڑی تیزی سے بڑھتا جارہا ہے، اور وہ حُصولِ علم کے بنیادی مقصد، یعنی خَوفِ خدا، اتّباعِ سنّت، تقویٰ وپرہیزگاری، امانت ودِیانت، حشر ونشر اور حساب وکتاب وغیرہ جیسی اسلامی تعلیمات سے دُور ہوتے جارہے ہیں، ان حالات میں اساتذۂ کرام کی ذمّہ داری مزید بڑھ جاتی ہے، لہٰذا انہیں چاہیے کہ اپنے شاگردوں کی کردار سازی کے لیے ہمہ وقت فکرمند رہیں، انہیں مادّہ پرستی (Materialism) سے اجتناب کی تلقین کرتے رہیں، انہیں ڈاکٹر (Doctor)، انجینئر (Engineer)، سائنسدان (Scientist)، سیاستدان (Politician)، پروفیسر (Professor)، ٹیچر (Teacher) اور فلاسفر (Philosopher) بنانے کے ساتھ ساتھ، ایک اچھا انسان بننے کی تعلیم بھی بھرپور انداز میں فرض سمجھ کر دیں، انہیں امانت ودِیانت، تقویٰ وپرہیزگاری، اور نماز روزہ سمیت دیگر فرائض وواجبات کی پابندی کی بھی خوب تلقین کرتے رہا کریں!۔

منصب کا تقاضا

عزیزانِ محترم! موجودہ دَور انٹرنیٹ (Internet) اور سوشل میڈیا (Social Media) کا دَور ہے، ہماری نَوجوان نسل کا زیادہ تر وقت فیس بک (Facebook) اور یوٹیوب (YouTube) وغیرہ پر فحاشی وبے حیاء فلمیں ڈرامے دیکھنے، اور گانے باجے سننے میں گزرتا ہے، لہٰذا نَوجوان نسل میں پائی جانے والی تمام اَخلاقی بُرائیوں اور کوتاہیوں کا سارا اِلزام، یقیناً اساتذۂ کرام پر نہیں ڈالا جاسکتا، لیکن اس سب کے باوُجود درس وتدریس کے شعبے سے وابستہ اَحباب پر بہت بڑی

ذمّہ داری عائد ہوتی ہے، لہٰذا انہیں چاہیے کہ اپنے منصب کے تقاضوں کو سمجھیں، اپنی ذمّہ داری کا خُوب اِحساس کرتے ہوئے کوتاہیوں کا جائزہ لیں، اور مسلم مُعاشرے کی تعمیر و ترقی اور نَوجوان نسل کی اَخلاقی تربیت میں اپنا کردار خُوب ادا کریں، انہیں دینی تعلیمات سے رُوشناس کرائیں، والدین کے ادب واحترام کی تلقین کریں، حلال و حرام کا فرق سمجھائیں، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی اہمیت سے آگاہ کریں، نَوجوانوں کو مُعاشرے کا ایک کارآمد فرد بنائیں، انہیں دینی غیرت وحمیت کا درس دیں، جہاد کی اہمیت، فرضیت اور فوائد سے آگاہ کریں، فلسطین وکشمیر سمیت دنیا بھر میں اپنے مظلوم مسلمان بھائیوں کی مدد کرنے کی سوچ دیں، رسول اللہ ﷺ کی عزّت وناموس پر پہرہ داری کی تلقین کریں، اور حضور نبیٔ کریم ﷺ کی ناموس کی حفاظت کے لیے اپنا سب کچھ قربان کرنے کا جذبہ پیدا کریں!۔

علاوہ ازیں "ہمارے اسکولز (Schools)، کالجز (Colleges)، یونیورسٹیز (Universities) اور دینی مدارِس کے اساتذہ (Teachers)، پروفیسرز (Professors) اور لیکچرار صاحبان (Lecturers) کو چاہیے، کہ اپنے طریقۂ تدریس میں حضور نبیٔ کریم ﷺ کے منفرِد اُسلوب تعلیم وتعلّم کو اپنائیں، طلبہ کو صرف نصابی کتب کا متن (Text) سنانے پر اِکتفاء نہ کریں، پوری ایمانداری کے ساتھ اپنے اس پیغمبرانہ فریضہ کے ساتھ انصاف کریں، اس ذمّہ داری کے تقاضوں کو پورا کریں، طلبہ میں حُصولِ علم اور بالخصوص دینی تعلیم کا جذبہ وشَوق پیدا کریں، انہیں مختلف سرگرمیوں اور مثالوں کے ذریعے سبق سمجھانے کی کوشش کریں، سوال جواب اور منطقی استِدلال (Logical Reasoning) کے ذریعے ان کی

ذہنی اِستعداد اور صلاحیت کو جانچنے اور بڑھانے کی کوشش کریں، اگر کوئی طالبِ علم سوال کرے تو اُسے ڈانٹ ڈپٹ کر، یا وقت کی کمی کا بہانہ بنا کر خاموش نہ کروائیں، بلکہ اُسے نرمی، شفقت اور محبت سے دوبارہ سمجھانے کی کوشش کریں، لیکچر (Lecture) میں جوبات زیادہ اہم ہو اُسے تین ۳ بار دُہرائیں؛ تاکہ طلبہ کو موقع پر ہی ذہن نشین ہو جائے، اور اُسے بعد میں رَٹنے کی ضرورت پیش نہ آئے!"[۱]۔

روایتی استاد اور مُربّی استاد میں فرق

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! معلّمِ واستاد نسلِ نَو کی تعلیم وتربیت کا فریضہ انجام دیتا ہے، یہی وجہ ہے کہ قوم ومذہب میں استاد کو بڑی قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، اور اس کا ادب واحترام کیا جاتا ہے، لیکن نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آج یہ منصب فریضے کے بجائے صرف ایک معمولی پیشہ اور مال کمانے کا ایک ذریعہ بن چکا ہے، اچھی تعلیم کے نام پر جابجا بڑے بڑے اسکولز تو قائم ہو چکے، لیکن وہاں تعلیم کے نام پر مغربی کلچر (Western Culture) اور اَفکار کو پروان چڑھایا جارہا ہے، ہولی اور دیوالی کے تہوار منائے جا رہے ہیں، کرسمس (Christmas) اور ہولوین (Halloween) کی تقریبات کا انعقاد کیا جارہا ہے، جس کے نتیجے میں ہماری نسلِ نَو اسلامی تعلیمات سے دُور اور ناآشنا ہوتی جارہی ہے!۔

اس خرابی کی سب سے بڑی وجہ وہ روایتی استاد ہیں، جنہیں بچوں کی تعلیم وتربیت اور کردار سازی سے کوئی سروکار نہیں ہوتا، وہ اس منصب کو صرف مُلازمت (Job) سمجھ کر کرتے ہیں، انہیں مہینے بعد اپنی تنخواہ سے غرض ہوتی ہے،

(۱) "تحسینِ خطابت ۲۰۲۲ء" مارچ، رسول اللہ ﷺ کا اُسلوب تعلیم وتربیت، ۱/۲۳۹، ۲۴۰۔

بچے اپنی تعلیم پر توجہ دے رہے ہیں یا نہیں، اپنا سبق یاد کر رہے ہیں یا نہیں، وہ کس قسم کی منفی سرگرمیوں میں ملوَّث ہیں، ان روایتی اساتذہ کو اس سے کوئی غرض نہیں ہوتی، جبکہ اسلامی تعلیمات کے مطابق استاد ایک مُربّی و سرپرست اور پُشت پناہ ہوتا ہے، اور اس کا منصب بہت بلند اور ذمّہ داری بڑی اہم ہے!۔

یاد رکھیے! اسلام میں استاد کی ذمّہ داری صرف سبق یاد کرانے تک محدود نہیں، بلکہ اس پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ اپنے طلبہ کو اسلامی تعلیمات سے رُوشناس کرائے، انہیں فرائض وواجبات کی تلقین کرے، اور خود بھی ان چیزوں کا پابند ہو، ان کے ساتھ مل کر نماز کی ادائیگی کرے، روزے رکھے، اور اپنے آپ کو رول ماڈل (Role Model) کے طَور پر پیش کرے؛ تاکہ استاد کو دیکھ کر طلبہ میں بھی عمل کا جذبہ پیدا ہو، اور وہ بھی اچھے مسلمان بن کر اُبھریں!۔

علاوہ اَزیں استاد پر یہ بھی لازم ہے کہ طلبہ کو جھوٹ، چُغلی، غیبت، حسد، وعدہ خلافی، ناپ تول میں کمی، رشوَت ستانی، سُود خوری، شراب نوشی، اور بدکاری جیسی اَخلاقی بُرائیوں اور کبیرہ گناہوں سے نفرت دلائے، ان برائیوں کے دُنیوی اور اُخروی نقصانات سے آگاہ کرے، ان گناہوں پر قرآن وحدیث میں بیان کی گئی وعیدیں سنائے، انہیں اللہ ورسول کی اِطاعت وفرمانبرداری کی تلقین کرے، ان کے دِلوں میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کا جذبہ پیدا کرے، اور اس کے دُنیوی فوائد اور آخرت میں ملنے والے اجر وثواب، اور جنّت میں ملنے والی نعمتوں سے آگاہ کرے!۔

مُربّی استاد قوم کا رَہبر ورَہنما ہوتا ہے

عزیزانِ مَن! مُربّی استاد قوم کا رَہبر ورَہنما ہوتا ہے، وہ نسلِ نَو کی تربیت کرتا ہے، اور انہیں اسلامی نظریۂ حیات سے وابستہ رکھتا ہے؛ کیونکہ نظریۂ حیات کے بغیر کوئی بھی قوم قوم نہیں رہتی، بلکہ حمیت وغیرت سے عاری اور بے ترتیب اَفراد کا جتّھا بن جاتی ہے، لہذا تمام اساتذہ کو چاہیے کہ اپنے طلبہ کو نیکی کی دعوت دیں، بُرے کاموں سے روکیں، اور اپنی اچھی اور نرم باتوں کے ذریعے طلبہ کو دین کے قریب کرنے کی کوشش کریں، کہ اللہ تعالی نے قرآنِ پاک میں نرمی اور حکمت کے ساتھ تبلیغ کا حکم دیا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ﴾[1] "اپنے رب کی طرف بلاؤ، پکّی تدبیر اور اچھی نصیحت سے!"۔

ایک اچھے مُربّی استاد کی یہی وہ امتیازی صفات ہیں، جن سے نُفوس جِلا پاتے ہیں، اور طلبہ کی اِصلاح ہوتی ہے، نیز اللہ تعالی کی رِضا وخوشنودی حاصل ہوتی ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَاۤ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّ قَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾[2] "اس سے زیادہ کس کی بات اچھی؟ جو اللہ کی طرف بلائے اور نیکی کرے، اور کہے کہ میں مسلمان ہوں!"۔

روایتی اساتذہ آخرت میں ہونے والی باز پُرس کو یاد رکھیں!

میرے محترم بھائیو! جو روایتی اساتذہ اپنے منصب کا حق ادا نہیں کرتے، اور اس میں سُستی وکوتاہی برَتتے ہیں، انہیں یہ بات ہرگز نہیں بھولنی چاہیے کہ ان کا مقام

(١) پ١٤، النحل: ١٢٥.
(٢) پ٢٤، حمٓ السَّجدة: ٣٣.

ومنصب ایک حکمران جیسا ہے، اور طلبہ ان کی رِعایا وعوام ہیں، لہذا ان کے حق کی پامالی سخت باز پُرس اور وعید کا باعث ہے، حضرت سیّدنا معقل بن یسار رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: «لَا يَسْتَرْعِي اللهُ عَبْداً رَعِيَّةً، يَمُوتُ حِينَ يَمُوتُ وَهُوَ غَاشٌّ لَهَا، إِلَّا حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ»[۱] "اللہ تعالی جب کسی بندے کو رِعایا کا نگران بناتا ہے، اور وہ اس حال میں مرے کہ اپنی رِعایا کے حقوق پامال کرتا ہو، تو اللہ تعالی اُس پر جنّت حرام کر دیتا ہے"۔

ایک اَور مقام پر حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے، رسولِ اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: «كُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ: فَالأَمِيرُ الَّذِي عَلَى النَّاسِ، فَهُوَ رَاعٍ عَلَيْهِمْ، وَهُوَ مَسْؤُوْلٌ عَنْهُمْ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ، وَهُوَ مَسْؤُوْلٌ عَنْهُمْ، وَالمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ بَعْلِهَا وَوَلَدِهِ، وَهِيَ مَسْؤُوْلَةٌ عَنْهُمْ، وَالعَبْدُ رَاعٍ عَلَى مَالِ سَيِّدِهِ، وَهُوَ مَسْؤُوْلٌ عَنْهُ، أَلَا فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ!»[۲].

"تم میں سے ہر ایک (بشُمول استاد) حاکم ہے، اور اس سے اس کی رِعایا کے بارے میں باز پُرس ہوگی، تو لوگوں کا حقیقی امیر (۱) ایک حاکم ہے، اور اس سے اُس کی رِعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا، (۲) ہر آدمی اپنے گھر والوں پر حاکم و نگہبان ہے، اور اس سے اس کے اہل وعِیال کے بارے میں پوچھا جائے گا، (۳) عورت

---

(۱) "صحيح مسلم" كتاب الإيمان، باب استحقاق الوالي الغاش ...إلخ، ر: ٣٦٤، صـ٧٣.

(۲) "صحيح البخاري" كتاب العتق، ر: ٢٥٥٤، صـ٤١٢.

اپنے شَوہر کے گھر اور اس کے بچوں پر نگہبان ہے، اس سے اس بارے میں پوچھا جائے گا، (۴) غلام وملازم اپنے آقا ومالک کے مال کا نگہبان ہے، اور اس سے بھی اس بارے میں پوچھا جائے گا، لہذا جان لو کہ تم میں سے ہر ایک حاکم ونگہبان ہے، اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں قیامت کے دن باز پُرس ہوگی!"۔

لہذا اساتذۂ کرام کو چاہیے کہ اپنی اس ذمّہ داری کی اہمیت ونزاکت کو سمجھیں، اپنے منصب کا صحیح حق ادا کریں، اس منصب کو نوکری کے بجائے دینی وملّی فریضہ سمجھیں، اور نسلِ نَو کو تعلیم دینے کے ساتھ ساتھ ان کی تربیت بھی کریں، ان کی کردار سازی پر خُوب توجہ دیں، اور انہیں ایک اچھا مسلمان بنانے کے ساتھ ساتھ مُعاشرے کا کارآمد فرد بنائیں!!

دعا

اے اللہ! ہمیں دعوت وتبلیغ اور درس وتدریس میں، حضور نبیٔ اکرم ﷺ کا اُسلوب اپنانے کی توفیق عطا فرما، ہمیں فریضۂ تدریس کی اہمیت اور تقاضوں کو سمجھنے والی سوچ اور عقل عطا فرما، اپنے تعلیمی نصاب کو قرآن وسنّت کے مطابق بنانے کی توفیق عطا فرما، ہماری نسلِ نَو کو یورپی اَفکار ونظریات سے بچا، اِسلامی کلچر کے خلاف تخریب کاری کرنے والے اسکولوں اور اداروں سے محفوظ فرما، اور اپنے بچوں کو دینی تعلیم وتربیت دینے کی توفیق عطا فرما، آمین یاربّ العالمین!۔

اللہ صرف ایک ہے (ردِّ ثلیث)

(جمعۃ المبارک ۸ جُمادَی الآخرۃ ۱۴۴۵ھ - ۲۲/۱۲/۲۰۲۳ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافِعِ یومِ نشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبِهِ أجمعين.

ثلیث سے کیا مُراد ہے؟

برادرانِ اسلام! ثلیث (Trinity) سے مراد "ایک میں تین ۳ خدا" یا "تین ۳ میں ایک خدا" ہے، نصاریٰ (Christian) خدا کو ایک تو مانتے ہیں، لیکن اس میں تین ۳ ہستیوں (یعنی اللہ تعالی، حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام اور رُوح القُدس) کو شامل کرتے ہیں، اور اُلوہیت میں شریک مانتے ہیں، نصاریٰ (Christian) اپنے اس باطل اور مُشرِکانہ عقیدے کے لیے عام طَور پر لفظ "ثلیث" استعمال کرتے ہیں۔

نصاریٰ (Christian) میں یہ عقیدہ فرقہ مَرقوسیہ اور نَسطوریہ کا ہے، ان کا ماننا ہے کہ اِلٰہ (معبود) تین ۳ ہیں: (۱) باپ (۲) بیٹا (۳) اور رُوح القُدس۔ ان

کے نزدیک باپ سے مراد (معاذاللہ) ذاتِ باری تعالی ہے، بیٹے سے مراد حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام، اور رُوح القُدس سے مراد حضرت سیّدنا جبریل علیہ الصلوۃ والسلام ہیں۔

اللہ رب العالمین نے قرآنِ حکیم میں واضح طَور پر اس مُشرکانہ عقیدے کو رَد کرتے ہوئے فرمایا: ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ یَلِدْ ۙ وَ لَمْ یُوْلَدْ ۝ وَ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ﴾[1] "تم فرمادو کہ وہ اللہ ہے، وہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے، نہ اس کی کوئی اَولاد ہے، اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا، اور نہ کوئی اس کے جوڑ (برابر) کا ہے!"۔

یعنی اللہ تعالی کی نہ کوئی اَولاد ہے، نہ وہ کسی کا بیٹا ہے، اور نہ ہی اُس کی کوئی زوجہ ہے، جیسا کہ یہود ونصاریٰ کا عقیدہ ہے۔ یہودی حضرت سیّدنا عُزیر علیہ الصلوۃ والسلام کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں، اور نصاریٰ (عیسائی) حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں (معاذاللہ)!۔

اللہ رب العالمین نے یہود ونصاریٰ کے ان باطل اور مُشرِکانہ عقائد کی ایک ساتھ نفی کی، اور فرمایا: ﴿وَ قَالَتِ الْیَهُوْدُ عُزَیْرُ ِ ابْنُ اللّٰهِ وَ قَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ یُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى یُؤْفَكُوْنَ﴾[2] "اور یہودی بولے کہ عُزیر اللہ کا بیٹا ہے، اور نصرانی (عیسائی) بولے کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے، یہ باتیں وہ اپنے منہ سے کہتے ہیں، گزشتہ کافروں کی سی بات بناتے ہیں، اللہ انہیں مارے، کہاں اَوندھے جاتے ہیں!"۔

---

(١) پ ٣٠، الإخلاص: ١- ٤.

(٢) پ ١٠، التوبة: ٣٠.

اسلام میں "عقیدۂ تثلیث" کی کوئی گنجائش نہیں

عزیزانِ محترم! اسلام میں عقیدۂ تثلیث کی کوئی گنجائش نہیں، قرآن کریم میں متعدّد مقامات پر عیسائیت کے اس باطل عقیدے کی نفی کی گئی ہے، اور تثلیث (ایک میں تین ۳ خدا) کہنے سے روکا گیا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّاۤ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾[1] "یقیناً کافر ہیں وہ جو کہتے ہیں کہ اللہ تین ۳ خداؤں میں کا تیسرا ہے، اور خدا تو صرف ایک خدا ہے، اور اگر اپنی بات (عقیدۂ تثلیث) سے باز نہ آئے، تو جو اِن میں کافر مریں گے ان کو ضرور دردناک عذاب پہنچے گا، تو کیوں نہیں رُجوع کرتے اللہ کی طرف، اور اس سے بخشش مانگتے، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے"۔

صدر الاَفاضل علّامہ سیّد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالی علیہ اس آیتِ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں کہ "(عقیدۂ تثلیث کا) یہ قول نصاریٰ (عیسائیوں) کے فرقہ مَرقومیہ اور نَسطوریہ کا ہے، اکثر مفسّرین کا قول ہے کہ اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ اللہ، مریم اور عیسیٰ تینوں اِلٰہ (معبود) ہیں، اور اِلٰہ ہونا ان تینوں میں مشترک ہے۔ متکلّمین فرماتے ہیں کہ نصاریٰ کہتے ہیں کہ باپ، بیٹا، رُوح القُدس، یہ تینوں ایک اِلٰہ ہیں"[2]۔

عقیدۂ تثلیث کی نفی

حضراتِ گرامی قدر! حضرت سیّدُنا عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام اللہ رب العزّت کے برگزیدہ بندے اور نبی ہیں، آپ بھی دیگر انبیاء ورُسل علیہم السلام کی طرح عقیدۂ توحید،

---

(۱) پ٦، المائدة: ٧٣.

(۲) "تفسیر خزائن العرفان" پ٦، المائدہ، زیرِ آیت: ۷۳، صـ۲۲٦۔

عقیدۂ رسالت، عقیدۂ آخرت، دنیا کی اِصلاح اور آخرت کی کامیابی کے لیے دعوت وتبلیغ کے پیغمبری منصب پر فائز ہیں، مگر آپ کے مُخاطب یہود تھے، جنہوں نے اس سے پہلے پیغامِ الٰہی کی تکذیب کی، انبیاء کو قتل کیا، اور اسی سبب سے اللہ تعالی کے غیظ وغضب کے مستحق ٹھہرے!۔ اسی طرح عیسائی حضرت سیّدُنا عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے لائے ہوئے پیغامِ الٰہی کے منکِر ہوئے، اور ان کی تعلیمات میں ترمیم وتحریف کردی، ان کی اِطاعت ومحبت میں اس قدر زیادتی وغُلو کیا، کہ انہیں خدا اور خدا کا بیٹا قرار دے دیا، اور دینِ ابراہیمی کے بنیادی عقیدۂ توحید کی جگہ عقیدۂ ثلیث کا دعویٰ کیا۔

اللہ رب العزّت نے قرآن پاک میں عقیدۂ ثلیث کی نفی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿يَاأَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ إِلَّا الْحَقَّ إِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ أَلْقٰهَا إِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ إِنَّمَا اللّٰهُ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ سُبْحٰنَهٗ أَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ﴾[۱] "اے کتاب والو! اپنے دین میں زیادتی نہ کرو! اور اللہ پر صرف سچی بات کہو، مسیح عیسیٰ مریم کا بیٹا اللہ کا رسول ہی ہے، اور وہ اللہ کا ایک کلمہ ہے جو اللہ نے مریم کی طرف بھیجا، اور وہ اللہ کے یہاں کی ایک رُوح ہے، تو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ، اور تین ۳ خدا نہ کہو! باز رہو اپنے بھلے کی خاطر، اللہ تو ایک ہی خدا ہے، پاکی ہے اُسے کہ اس سے کوئی بچہ ہو!"[۲]۔

---

(۱) پ٦، النساء: ١٧١.

(۲) "حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام" واعظ الجمعہ ۲۱ دسمبر ۲۰۱۸ء۔

حضرت سیّدنا آدم کی پیدائش زیادہ عجیب تر ہے

عزیزانِ مَن! حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام نہ خدا ہیں، نہ وہ خدا کے بیٹے ہیں، بلکہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام کی بغیر باپ کے پیدائش، حضرت سیّدنا آدم علیہ الصلوۃ والسلام کی مثل صرف خالقِ کائنات عزّوجلّ کی قدرتِ کاملہ کا ایک مظہر ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ﴾[1] "عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی طرح ہے، اسے مٹی سے بنایا پھر فرمایا کہ ہو جا! تو وہ فوراً ہو جاتا ہے"۔

اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کی پیدائش کو سیّدنا آدم علیہ الصلوۃ والسلام کی تخلیق سے تشبیہ دی، کہ جیسے سیّدنا آدم علیہ الصلوۃ والسلام بغیر نطفے کے پیدا ہوئے، ایسے ہی عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام بھی پیدا ہوئے، لہٰذا نصاریٰ (Christians) کو چاہیے کہ وہ اس بات پر غور وفکر کریں کہ جب سیّدنا آدم علیہ الصلوۃ والسلام خدا کے بیٹے نہ ہوئے، تو سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام خدا کے بیٹے کیسے ہوسکتے ہیں؟! اگر سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کی ولادت عام انسانوں کی طرح ہوتی، تو انہیں سیّدنا آدم علیہ الصلوۃ والسلام سے کبھی تشبیہ نہ دی جاتی!۔

صدر الاَفاضل علّامہ سیّد نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ مذکورہ بالا آیتِ مبارکہ کا شانِ نُزول بیان کرتے ہیں کہ "نجران کے نصاری کا ایک وفد سیّدِ عالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا، اور وہ لوگ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہنے لگے، کہ آپ گمان کرتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام اللہ کے بندے ہیں؟ فرمایا: «أجَلْ! إنّهُ عبدُ الله ورسولُهُ وكلمتُهُ، ألقاهَا إلَى العَذراءِ البتُولِ» "جی ہاں! وہ اللہ کے بندے اور اس کے

---

(۱) پ۳، آل عمران: ۵۹.

رسول اور اُس کا کلمہ ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے کنواری بتُول (حضرت بی بی مریم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا) کی طرف بھیجا" نصاریٰ یہ سن کر بہت غصے میں آئے اور کہنے لگے: یا محمد! کیا تم نے کبھی بے باپ کا انسان دیکھا ہے؟ اس سے ان کا یہ مطلب تھا کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام خدا کے بیٹے ہیں (معاذاللہ!)۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور بتایا گیا، کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام صرف بغیر باپ کے پیدا ہوئے، اور حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تو ماں اور باپ دونوں کے بغیر مٹی سے پیدا کیے گئے، تو جب انہیں (یعنی حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو) اللہ کی مخلوق اور بندہ مانتے ہو، تو حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اللہ کی مخلوق اور بندہ ماننے میں کیا تعجب ہے!"[1]۔

حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی زبانی
عقیدۂ ثلیث پر یقین رکھنے والوں کا پیشگی رَدّ

حضراتِ ذی وقار! حضرت سیّدنا عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی ولادت کے بعد بچپن میں جو کلام فرمایا، اُس میں سب سے خود کو اللہ کا بندہ قرار دے کر اپنے خدا ہونے کی نفی فرمائی، اور عقیدۂ ثلیث پر یقین رکھنے والوں کا پیشگی رَد فرمادیا، حضرت سیّدنا عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بچپن میں جو کلام کیا، اللہ تعالیٰ نے اُسے قرآن میں ان الفاظ میں بیان فرمایا: ﴿قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ ۛ اٰتٰىنِیَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا ۟ۙ وَّ جَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا اَیْنَ مَا كُنْتُ ۪ وَ اَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا ۟ۖ وَّ بَرًّۢا بِوَالِدَتِیْ ۫ وَ لَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا ۟ وَ السَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَ یَوْمَ اَمُوْتُ وَ یَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا﴾[2] "اس بچے نے کہا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب دی، اور مجھے

---

(١) "تفسیر خزائن العرفان" پ٣، آل عمران، زیرِ آیت: ٥٩، صـ١١٣۔
(٢) پ١٦، مریم: ٣٠-٣٣.

غَیب کی خبریں بتانے والا (نبی) بنایا، اور میں کہیں بھی رہوں اُس نے مجھے مبارک بنایا، اور جب تک جیوں مجھے نماز وزکات کی تاکید فرمائی، اور اپنی ماں سے اچھا سُلوک کرنے والا بنایا، اور مجھے بے رحم بدبخت نہیں بنایا، اور مجھ پر میری پیدائش کے دن، وفات کے دن اور پھر اُٹھائے جانے کے دن سلامتی حاصل ہے!"۔

میرے محترم بھائیو! "اس کلام کے ذریعے حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سب سے پہلے شرک کی جڑ کاٹی، کہ میں خدا، یا اس کا بیٹا نہیں، بلکہ اللہ کا بندہ ہوں، اور قرآن پاک میں اسے بیان فرما کر اللہ تعالی نے عیسائیوں میں ایسا مشرِکانہ عقیدہ رکھنے والوں کو باطل ومسترد کر دیا، اس کے بعد حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی والدہ پر لگائی جانے والی تہمت کا قلع قمع کیا، کہ اللہ جلّ جلالہ نے مجھے کتاب دی، اور پیغمبر بنایا، اور اللہ کسی ولدُ الزنا کو اس قدر بلند مرتبہ اور فضیلت عطا نہیں فرماتا"[1]۔

قُربِ قیامت میں بھی سیّدنا عیسیٰ عقیدۂ تثلیث کا رَد فرمائیں گے

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! قُربِ قیامت میں جب حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس زمین پر دوبارہ تشریف آوری ہوگی، تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے متعلق عقیدۂ تثلیث جیسے مُشرکانہ گمان رکھنے والوں کا رَد واِبطال فرمائیں گے، ان کے باطل عقائد ونظریات کی اِصلاح کریں گے، اور انہیں مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی شریعت کے مطابق نیکی کی دعوت دیں گے، اور بُرائی سے منع کریں گے، ارشادِ باری تعالی ہے:

﴿وَ اِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یَكُوْنُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا﴾[2] "کوئی کتابی ایسا نہیں جو عیسیٰ ابنِ مریم کی موت سے پہلے اِس پر ایمان نہ

(۱) "حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام" واعظ الجمعہ ۲۱ دسمبر ۲۰۱۸ء۔
(۲) پ٦، النساء: ١٥٩.

لائے، اور قیامت کے دن وہ اُن پر گواہ ہو گا!"۔

صدر الاَفاضل علّامہ سیّد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں مختلف اَقوال بیان فرمائے ہیں، جن میں سے ایک قول یہ ہے کہ "قُربِ قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام نُزول فرمائیں گے، اس وقت کے تمام اہلِ کتاب اِن پر ایمان لے آئیں گے، اُس وقت حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام شریعتِ محمدیّہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مطابق حکم کریں گے، اور اسی دین کے ائمہ میں سے ایک امام کی حیثیت میں ہوں گے، اور نصاریٰ (عیسائیوں) نے ان کی نسبت جو (مشرِکانہ) گمان باندھ رکھے ہیں، اُن کا اِبطال (رَد) فرمائیں گے، دینِ محمدی کی اِشاعت کریں گے، اُس وقت یہود و نصاریٰ کو یا تو اسلام قبول کرنا ہو گا، یا پھر قتل کر دیے جائیں گے، جِزیہ قبول کرنے کا حکم حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے نُزول کے وقت تک ہے"[1]۔

مذکورہ آیتِ مبارکہ کے دوسرے جُز میں، بروزِ قیامت گواہی دینے سے کیا مراد ہے؟ اس بارے میں صدر الاَفاضل رحمۃ اللہ تعالٰی مزید فرماتے ہیں کہ "حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام یہود پر تو یہ گواہی دیں گے، کہ انہوں نے آپ کی تکذیب کی، اور آپ کے حق میں زبان درازی کی، اور نصاریٰ (عیسائیوں) پر یہ کہ انہوں نے آپ علیہ الصلوۃ والسلام کو رب ٹھہرایا، اور خدا کا شریک گردانا، اور اہلِ کتاب میں سے جو لوگ ایمان لے آئیں، اُن کے ایمان کی بھی آپ علیہ الصلوۃ والسلام شہادت (گواہی) دیں گے"[2]۔

---

(۱) "تفسیر خزائن العرفان" پ۶، النساء، زیرِ آیت:۱۵۹، ص۱۹۵۔

(۲) ایضًا۔

حضرت سیّدنا عیسیٰ کے معمولات بھی عقیدۂ تثلیث کی نفی کرتے ہیں

جانِ برادر! حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کا ماں کے پیٹ سے پیدا ہونا، بچوں کی طرح پرورش پانا، قُربِ قیامت میں زمین پر دوبارہ تشریف آوری کے بعد نکاح کرنا، اَولاد کا ہونا، وفات پانا، اور پھر دفن ہونا، یہ سب وہ اُمور اور معمولات ہیں جو واضح طَور پر آپ کی عَبدیت کی گواہی دیتے، اور عقیدۂ تثلیث کی عملی طَور پر نفی کرتے ہیں؛ کیونکہ اللہ تعالی ماں باپ، بیوی بچوں، کھانے پینے اور موت ودفن سے پاک وبے نیاز ہے، یہ سب انسانی ضرورتیں ہیں، خالقِ کائنات عزّوجلّ کو ان کی کوئی حاجت وضرورت نہیں، جبکہ حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے لیے یہ سب اُمور اور معمولات ثابت ہیں، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ وَ اُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ؕ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ﴾[1] "مسیح بن مریم ایک رسول ہی ہیں، اس سے پہلے بہت رسول ہو گزرے، اور اُس کی ماں صدّیقہ (سچی) ہے، دونوں کھانا کھاتے تھے، دیکھو تو ہم کیسی صاف نشانیاں اُن کے لیے بیان کرتے ہیں! پھر دیکھو وہ کیسے اَوندھے جاتے ہیں!"۔

صدر الاَفاضل علّامہ سیّد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالی علیہ اس آیتِ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں کہ "اس آیتِ مبارکہ میں نصاریٰ (عیسائیوں) کا رَد ہے، کہ اِلٰہ (معبود) غذا کا محتاج نہیں ہو سکتا، تو جو غذا کھائے، جسم رکھے، اس جسم میں تحلیل (لاغری وکمزوری) واقع ہو، غذا اس کا بدل بنے، وہ کیسے اِلٰہ (خدا) ہو سکتا ہے؟!"[2]۔

---

(١) پ٦، المائدة: ٧٥.

(٢) "تفسیر خزائن العرفان" پ٦، المائدہ، زیرِ آیت: ۷۵، ص۲۲۶۔

ایک اَور مقام پر اللہ رب العالمین نے ارشاد فرمایا: ﴿وَ اِنۡ مِّنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤۡمِنَنَّ بِهٖ قَبۡلَ مَوۡتِهٖ ۚ وَ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ يَكُوۡنُ عَلَيۡهِمۡ شَهِيۡدًا﴾[1] "کوئی کتابی ایسا نہیں جو عیسٰی ابنِ مریم کی مَوت سے پہلے اس پر ایمان نہ لائے، اور قیامت کے دن وہ اُن پر گواہ ہوگا!"۔

صدر الاَفاضل علّامہ سیّد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں مختلف اَقوال بیان فرمائے، جن میں سے ایک قول یہ ہے کہ "قُربِ قیامت میں حضرت عیسٰی علیہ الصلاۃ والسلام نُزول فرمائیں گے، اس وقت کے تمام اہلِ کتاب اِن پر ایمان لے آئیں گے، اُس وقت حضرت عیسٰی علیہ الصلاۃ والسلام شریعتِ محمدیہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے مطابق حکم کریں گے، اور اسی دین کے ائمہ میں سے ایک امام کی حیثیت میں ہوں گے، اور نصاریٰ (عیسائیوں) نے ان کی نسبت جو (مشرکانہ) گمان باندھ رکھے ہیں، اُن کا اِبطال ورَد فرمائیں گے، دینِ محمدی کی اِشاعت کریں گے، اُس وقت یہود ونصاریٰ کو یا تو اسلام قبول کرنا ہوگا، یا پھر قتل کر دیے جائیں گے، جزیہ قبول کرنے کا حکم حضرت عیسٰی علیہ الصلاۃ والسلام کے نُزول کے وقت تک ہے"[2]۔

مذکورہ بالا آیتِ مبارکہ کے دوسرے جُزء میں، بروزِ قیامت گواہی دینے سے کیا مراد ہے؟ اس بارے میں صدر الاَفاضل رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں کہ "حضرت عیسٰی علیہ الصلاۃ والسلام یہود پر تو یہ گواہی دیں گے، کہ انہوں نے آپ کی تکذیب کی، اور آپ کے حق میں زبان درازی کی، اور نصاریٰ (عیسائیوں) پر یہ کہ انہوں نے آپ علیہ الصلاۃ والسلام کو رب

(١) پ٦، النساء: ١٥٩.

(٢) "تفسیر خزائن العرفان" پ٦، سورۂ نساء، زیرِ آیت: ۱۵۹، صـ۲۰۰، ۲۰۱۔

ٹھہرایا، اور خدا کا شریک گردانا، اور اہلِ کتاب میں سے جو لوگ ایمان لے آئیں، اُن کے ایمان کی بھی آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام شہادت (گواہی) دیں گے "(۱)۔

حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عَمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «يَنْزِلُ عِيسَى بْنَ مَرْيَمَ إِلَى الْأَرْضِ، فَيَتَزَوَّجُ وَيُولَدُ لَهُ، وَيَمْكُثُ خَمْساً وَأَرْبَعِينَ سَنَةً، ثُمَّ يَمُوتُ، فَيُدْفَنُ مَعِي فِي قَبْرِي، فأقوم أَنا وَعِيسَى بْنَ مَرْيَمَ فِي قَبْرٍ وَاحِدٍ بَيْنَ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ»(۲) "عیسیٰ بن مریم زمین کی طرف اُتریں گے، نکاح کریں گے، ان کی اَولاد ہوگی، اور پینتالیس ۴۵ برس قیام کریں گے، پھر وفات پائیں گے، میرے ساتھ میرے پہلو میں دفن ہوں گے، تو میں اور عیسیٰ بن مریم، ابوبکر و عمر کے درمیان ایک ساتھ قبر سے اٹھیں گے" یہی وجہ ہے کہ اب بھی روضۂ رسول میں ایک قبر کی جگہ خالی ہے، وہاں حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام دفن کیے جائیں گے "(۳)۔

اللہ تعالیٰ سب سے غالب اور قدرت والا ہے

حضراتِ گرامی قدر! ایک طرف تو مسیحیت کے پیروکاروں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام (معاذاللہ) خدا کے بیٹے اور خدا ہیں، جبکہ دوسری طرف ان کا یہ بھی ماننا ہے کہ حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سُولی پر لٹکایا گیا تھا، جس کے نتیجے میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وفات پائی، مگر وفات کے تین ۳ دن بعد حضرت سیّدنا عیسیٰ

---

(۱) ایضًا، صـ۲۰۱۔

(۲) "الوفا بأحوال المصطفى" الباب۲ في حشر عيسى بن مريم مع نبيّنا صلى الله تعالى عليه وسلم، ۲/ ۵۷۴.

(۳) "اَشِعۃ اللمعات" "کتاب الفتن، باب نُزول عیسی علیہ السلام، فصل ۳، ۴/۳۷۶، ملخصًا۔

علیہ الصلوٰۃ والسلام دوبارہ زندہ ہو گئے تھے۔ لہذا عیسائیوں کا مذکورہ بالا عقیدہ، عقلی طَور پر ان کے عقیدۂ ثلیث کی نفی کرتا ہے؛ کیونکہ اگر نصاریٰ (Christian) کے مطابق حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پھانسی دے دی گئی تھی اور وہ وفات پا گئے تھے، تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جو عام لوگوں کے ہاتھوں مغلوب ہو جائے، وہ خدا کیسے ہو سکتا ہے؟؛ کیونکہ خدا کی ذات تو ہر چیز سے بالاتر اور غالب وقدرت والی ہے؛ ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾[1] "اور اللہ ہی کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی، اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے!"۔

ایک اَور مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿وَ هُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ؕ وَ هُوَ الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ﴾[2] "اور وہی غالب ہے اپنے بندوں پر، اور وہی ہے حکمت والا خبردار!"۔ لہذا عیسائیوں کا "عقیدۂ ثلیث" بھی ان کے دیگر متعدّد عقائد کی طرح باطل اور مُشرِکانہ ہے، نیز دینِ اسلام حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قتل یا پھانسی کے واقعہ کی کُلی طَور پر نفی فرماتا ہے؛ کیونکہ اسلامی عقائد کے مطابق حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہ قتل کیا گیا، نہ ہی انہیں پھانسی دی گئی، بلکہ اللہ رب العالمین نے انہیں زندہ سلامت آسمان کی طرف اُٹھالیا۔

ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَ مَا قَتَلُوْهُ وَ مَا صَلَبُوْهُ وَ لٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَ اِنَّ الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِیْهِ لَفِیْ شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَ مَا قَتَلُوْهُ یَقِیْنًا ۝۱۵۷ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَكِیْمًا﴾[3] "انہوں نے نہ حضرت

---

(١) پ٤، آل عمران: ١٨٩.
(٢) پ٧، الأنعام: ١٨.
(٣) پ٦، النساء: ١٥٧، ١٥٨.

عیسیٰ کو قتل کیا، نہ اُسے سُولی دی، بلکہ ان کے لیے اس کی شبیہ (شکل وصورت) کا ایک بنا دیا گیا، اور وہ جو اس بارے میں اختلاف کر رہے ہیں، ضرور اُس کی طرف سے شُبہ میں پڑے ہوئے ہیں، انہیں اس کی کچھ بھی خبر نہیں مگر یہی گمان کی پیروی! اور یقیناً انہوں نے اسے قتل نہ کیا، بلکہ اللہ نے اسے (حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کو) اپنی طرف اُٹھالیا، اور اللہ غالب حکمت والا ہے!"۔

حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کو قتل کرنے کے حوالے سے یہود نے جو منصوبہ بنایا تھا، وہ اپنے اس مقصد میں ہرگز کامیاب نہیں ہوئے، بلکہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے، اور اپنی طبعی عمر پوری فرمائیں گے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰۤى اِنِّیْ مُتَوَفِّيْكَ وَ رَافِعُكَ اِلَیَّ ﴾[1] "یاد کرو جب اللہ نے فرمایا کہ اے عیسیٰ میں تمہیں پوری عمر تک پہنچاؤں گا (یعنی کفّار تمہیں قتل نہ کر سکیں گے) اور تمہیں اپنی طرف (آسمان پر بغیر مَوت کے) اُٹھالوں گا"۔

شیخ الحدیث علّامہ عبد المصطفی اعظمی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں، کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام یہود کے ہاتھوں مقتول نہیں ہوئے، بلکہ اللہ نے آپ کو آسمانوں پر اُٹھا لیا۔ جو یہ عقیدہ رکھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام قتل ہو گئے، اور سُولی پر چڑھائے گئے جیسا کہ نصاریٰ کا عقیدہ ہے، تو وہ شخص کافر ہے؛ کیونکہ قرآن مجید میں صاف صاف مذکور ہے کہ "حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام نہ مقتول ہوئے، نہ سُولی پر لٹکائے گئے"[2]۔

(۱) پ۳، آل عمران: ۵۵.

(۲) "عجائب القرآن" حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر، صـ۷٦۔

حضرت عیسیٰ زندہ ہیں اور دوبارہ تشریف لائیں گے

عزیزانِ محترم! اسلامی تعلیمات کے مطابق حضرت سیّدنا عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام حیات ہیں، اور قُربِ قیامت میں زمین پر دوبارہ تشریف لائیں گے، اور جامع مسجد دِمشق کے شَرقی مینارہ پر نُزول فرمائیں گے، لوگوں سے اسلام کی خاطر لڑیں گے، یہود ونصاریٰ کے باطل عقائد ونظریات کا رَد کریں گے، صَلیب کو توڑ دیں گے، اور خنزیر ودَجّال کو قتل کریں گے۔

حضرت سیّدنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دوجہاں صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: «لَيْسَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ -يَعْنِي عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ- نَبِيٌّ، وَإِنَّهُ نَازِلٌ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَاعْرِفُوهُ: رَجُلٌ مَرْبُوعٌ إِلَى الْحُمْرَةِ وَالْبَيَاضِ بَيْنَ مُمَصَّرَتَيْنِ، كَأَنَّ رَأْسَهُ يَقْطُرُ وَإِنْ لَمْ يُصِبْهُ بَلَلٌ، فَيُقَاتِلُ النَّاسَ عَلَى الْإِسْلَامِ، فَيَدُقُّ الصَّلِيبَ، وَيَقْتُلُ الْخِنْزِيرَ، وَيَضَعُ الْجِزْيَةَ، وَيُهْلِكُ اللهُ فِي زَمَانِهِ الْمِلَلَ كُلَّهَا إِلَّا الْإِسْلَامَ، وَيُهْلِكُ الْمَسِيحَ الدَّجَّالَ، فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ أَرْبَعِينَ سَنَةً، ثُمَّ يُتَوَفَّى فَيُصَلِّي عَلَيْهِ الْمُسْلِمُونَ»[1] "میرے اور عیسی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے درمیان کوئی نبی نہیں، وہ یقیناً نازل ہوں گے، جب تم انہیں دیکھو تو پہچان لینا کہ درمیانے قد کے آدمی ہیں، ان کا رنگ سرخی مائل سفید ہے (دیکھنے والے کو) محسوس ہوگا کہ ان کے سر سے پانی ٹپکنے والا ہے، حالانکہ وہ بھیگے بال نہیں ہوں گے، وہ لوگوں سے دینِ اسلام کی خاطر جہاد کریں گے، صَلیب کو توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، اور جِزیہ مَوقوف کر کے (صرف قبولِ اسلام کا اختیار دیں گے)

(١) "سنن أبي داود" باب خُروج الدجّال، ر: ٤٣٢٤، صـ٦٠٧.

اللہ تعالی ان کے زمانے میں اسلام کے سِوا تمام ملّتوں کو مٹادے گا، وہ دَجّال کو قتل کریں گے، اور چالیس ۴۰ سال تک زمین پر رہنے کے بعد وصال فرمائیں گے، پھر مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے!"۔

خلاصۂ کلام

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! یہ دَور فتنہ وفساد کا دَور ہے، یہود ونصاری اور مُلحدین شب وروز اس کام میں مصروف ہیں، کہ جس قدر ہو سکے دینِ اسلام کو نقصان پہنچایا جائے، اسے پھلنے پُھولنے سے روکا جائے، مسلمانوں کے مابین تفرِقہ بازی کو فروغ دیا جائے، نت نئے نظریات اور گمراہ کُن عقائد متعارف کرائے جائیں، کفر وشرک پر مبنی "عقیدۂ ثلیث" بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے، اس باطل عقیدے کی وجہ سے عیسائی لوگ (Christians) خود بھی گمراہ ہو کر مختلف فرقوں میں بٹ گئے، اور ہمارے اِیمان کو بھی متزلزل کرنا چاہتے ہیں، لہٰذا اپنے ایمان کی حفاظت کریں، کفّار ومشرکین اور بد مذہبوں سے بچ کر رہیں، اپنے علمائے دین کی صحبت میں وقت گزاریں، اور ان سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہونے کی کوشش کریں!۔

دعا

اے اللہ! ہمیں ایمان کی سلامتی کے ساتھ سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے فیضِ رُوحانی سے کامل حصہ عطافرما، ہمیں ان کا مقام ومرتبہ سمجھنے کی توفیق عطافرما، جو لوگ عقیدۂ ثلیث کے قائل ہیں انہیں ہدایت عطا فرما، اور حضور نبیٔ کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی شریعت پر عمل کی توفیق عطافرما، آمین یاربّ العالمین!۔

جہنّم میں لے جانے والے اعمال

(جمعۃ المبارک ۱۵ جُمادَی الآخرۃ ۱۴۴۵ھ - ۲۹/۱۲/۲۰۲۳ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافِعِ یومِ نشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

برادرانِ اسلام! اسلامی تعلیمات میں جہاں نیک اور اچھے اعمال پر جنّت کا وعدہ، اور اس میں موجود نعمتوں کی بِشارت دی گئی ہے، وہیں کبیرہ گناہوں، بدکاریوں، لہو ولعب اور اللہ عزّوجلّ اور اس کے رسول ﷺ کے اَحکام کی نافرمانیوں پر عذابِ جہنم کی وعیدیں بھی بیان کی گئی ہیں؛ تاکہ ہم اللہ تعالی کے فرمانبردار بندے بن کر رہیں، اسلامی تعلیمات کے مطابق زندگی گزاریں، اور اللہ ورسول کی نافرمانی سے باز رہیں!۔

اللہ تعالی اور اس کے حبیب کریم ﷺ کی نافرمانی، قرآن وحدیث کی خلاف ورزی، اور جہنم میں لے جانے کا باعث بننے والے، چند غیر اَخلاقی اعمال، بُرائیاں اور کبیرہ گناہ حسبِ ذیل ہیں:

شرک

عزیزانِ محترم! اللہ ربّ العالمین وحدہٗ لاشریک ہے، اس کا کوئی ہمسر نہیں، وہ واجب الوُجود ہے، ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، اللہ تعالی کی ذات، صفات یا عبادت میں کسی کو اُس کے برابر جاننا، یا اُس جیسا ماننا شرک ہے۔ علّامہ سعد الدین تفتازانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ شرک کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "مجوسیوں (آگ کو پُوجنے والوں) کی طرح کسی کو واجبُ الوُجود جان کر اُلوہیت میں شریک کرنا، یا بُت پرستوں کی طرح کسی کو عبادت کا حقدار سمجھنا شِرک ہے"[1]۔

شرک ایک ایسا بدترین کبیرہ گناہ ہے، جس کا اِرتکاب کرنے والے پر جنّت کے دروازے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند ہوجاتے ہیں، پھر جہنّم کا گڑھا اس کا دائمی مقدّر اور ٹھکانہ قرار پاتا ہے! ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ﴾[2] "یقیناً جو اللہ کا شریک ٹھہرائے تو اللہ نے اس پر جنّت حرام کردی، اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے، اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں!"۔

احادیثِ مبارکہ میں بھی شرک سے بچنے کی بڑی تاکید کی گئی ہے، حضرت سیّدنا ابودَرداء رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، نبیٔ کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «لَا تُشْرِكْ بِالله شَيْئاً، وَإِنْ قُطِّعْتَ وَحُرِّقْتَ»[3] "اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا، اگرچہ ٹکڑے کردیے جاؤ، اگرچہ جَلادیے جاؤ"۔

---

(١) "شرح العقائد النَسَفية" الله تعالى خالقٌ لأفعال العباد كُلّها، صـ١٣٧.

(٢) پ٦، المائدة: ٧٢.

(٣) "سنن ابن ماجه" كتاب الفِتن، باب الصبر على البلاء، ر: ٤٠٣٤، صـ٦٨٦.

لہذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ شرک سے بچے، جانے انجانے میں ہونے والی غلطی کوتاہیوں پر اللہ تعالی کی پناہ مانگے، اُس سے مغفرت چاہے اور شرک سے بچنے کی دعا کرتا رہے، حضرت سیّدُنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «أَيُّهَا النَّاسُ! اتَّقُوا الشِّرْكَ؛ فَإِنَّهُ أَخْفَى مِنْ دَبِيبِ النَّمْلِ» "اے لوگو! شرک سے بچتے رہنا؛ کیونکہ یہ چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ مخفی (پوشیدہ) ہے" صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی: یارسولَ اللہ! ایسی صورت میں ہم شرک سے کس طرح بچ سکتے ہیں؟ مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «قُولُوا: اللَّهُمَّ إِنَّا نَعُوذُ بِكَ أَنْ نُشْرِكَ بِكَ شَيْئاً نَعْلَمُهُ، وَنَسْتَغْفِرُكَ لِمَا لَا نَعْلَمُ»[1] "یوں دعا کرو کہ اے اللہ! ہم جانتے بوجھتے کسی کو تیرا شریک ٹھہرانے سے تیری پناہ چاہتے ہیں! اور نادانستہ طَور پر بھی ایسا کرنے پر تجھ سے مغفرت چاہتے ہیں!"۔

نماز میں سُستی کوتاہی

حضراتِ گرامی قدر! جہنم میں لے جانے والے اعمال میں سے ایک عمل، نماز نہ پڑھنا بھی ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿فِیْ جَنّٰتٍ ۛ یَتَسَآءَلُوْنَ ۙ﴿۴۰﴾ عَنِ الْمُجْرِمِیْنَ ۙ﴿۴۱﴾ مَا سَلَكَكُمْ فِیْ سَقَرَ ﴿۴۲﴾ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّیْنَ ۙ﴿۴۳﴾ وَ لَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِیْنَ﴾[2] "باغوں میں پُوچھتے ہیں مجرِموں سے کہ تمہیں کیا بات دوزخ میں لے گئی؟ وہ بولے کہ ہم نماز نہیں پڑھتے تھے، اور مسکین کو کھانا نہیں دیتے تھے"۔

اگر کوئی شخص نماز تو پڑھتا ہو، لیکن اس میں سُستی اور غفلت کا مظاہرہ کرتا ہو، تو اس کے لیے بھی روزِ محشر خرابی ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ ۙ﴿۴﴾

(١) "المعجم الأوسط" باب الحاء، من اسمه الحسين، ر: ٣٤٧٩، ٢/ ٣٤٠.
(٢) پ ٢٩، المدّثّر: ٤٠-٤٤.

﴿الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ﴾[1] "تواُن نمازیوں کے لیے خرابی ہے، جو اپنی نماز سے بھولے بیٹھے ہیں!"۔

آپ خود ہی غَور فرمائیں کہ جب نماز میں سُستی کرنے والے کے لیے خرابی کی وعید ہے، تو جو لوگ سِرے سے نماز ادا ہی نہیں کرتے، روزِ محشر اُن کا کیا انجام ہو گا؟ لہذا نماز میں سُستی اور غفلت کا مظاہرہ ہرگز نہ کریں! اور پنج وقتہ نماز باجماعت کی پابندی کریں؛ کیونکہ نماز دینِ اسلام کا دوسرا اہم رُکن ہے، قرآنِ پاک میں نماز کی بڑی تاکید آئی ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ﴾[2] "وہ جو بے دیکھے اِیمان لائیں، اور نماز قائم رکھیں" یعنی نماز پر مُداومت (ہمیشگی) اختیار کریں، اور اسے ٹھیک وقت پر ادا کریں۔

نماز دِین کا سُتون ہے، یہ وہ عظیم عبادت ہے جس کی تاکید تمام عبادات میں سب سے زیادہ کی گئی ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَ اتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا﴾[3] "تواُن کے بعد اُن کی جگہ وہ ناخلَف آئے، جنہوں نے اپنی نمازیں گنوائیں (ضائع کیں)، اور اپنی خواہشوں کے پیچھے ہوئے، تو عنقریب وہ دوزخ میں غَی کا جنگل پائیں گے!"۔

صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالی علیہ "غَی" سے متعلق فرماتے ہیں کہ "غَی جہنّم میں ایک وادی کا نام ہے، جس کی گرمی اور گہرائی سب سے زیادہ ہے،

---

(۱) پ ۳۰، الماعون: ٤، ٥.

(۲) پ ۱، البقرة: ۳.

(۳) پ ۱٦، مريم: ٥٩.

اس میں ایک کنواں ہے جس کا نام "ہَبہَب" ہے، جب جہنم کی آگ بجھنے پر آتی ہے تو اللہ رب العالمین اس کنوئیں کو کھول دیتا ہے، جس سے وہ آگ بدستور (پہلے کی طرح) بھڑکنے لگتی ہے۔ یہ کنواں بے نمازیوں، زانیوں، شرابیوں، سُود خوروں اور ماں باپ کو اِیذاء دینے والوں کے لیے ہے"[1]۔

تاجدارِ رسالت ﷺ نے نماز کی ادائیگی کی خاص طور پر تاکید کرتے ہوئے فرمایا: «مَنْ حَافَظَ عَلَيْهَا كَانَتْ لَهُ نُوراً وَبُرْهَاناً وَنَجَاةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ لَمْ يُحَافِظْ عَلَيْهَا لَمْ يَكُنْ لَهُ نُورٌ وَلَا بُرْهَانٌ وَلَا نَجَاةٌ، وَكَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ قَارُونَ وفِرْعَوْن وَهَامَانَ وَأُبَيِّ بْنِ خَلَفٍ!»[2] "جس نے (اپنی) نماز کی حفاظت کی، (اُس کی) نماز بروزِ قیامت اس کے لیے نُور اور (بوقتِ حساب) حجّت اور نَجات کا سبب ہوگی، اور جس نے اپنی نماز کی حفاظت نہیں کی، اُس کے لیے نہ کوئی نُور ہوگا، نہ کوئی حجّت اور نہ نَجات، اور اس کا حشر قارُون، فرعَون، (اس کے وزیر) ہامان اور (دشمنِ رسول) اُبَی بن خلَف (جیسے بدترین کافروں) کے ساتھ ہوگا!"۔

امام ذَہبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے ارشاد فرمایا: "بے نمازی کا حشر اُن چار ۴ لوگوں کے ساتھ اس لیے ہوگا؛ کہ اگر اسے اس کے مال نے نماز سے غافل رکھا تو وہ قارُون کے مشابہ ہے، لہذا اس کے ساتھ اٹھایا جائے گا، اگر اُس کی حکومت نے اُسے غفلت میں ڈالا تو وہ فرعون کے مشابہ ہے، لہذا اُس کا حشر اس کے ساتھ ہوگا، یا پھر اس کی غفلت کا سبب اُس کی وزارت ہوگی، تو وہ ہامان کے مشابہ ہوا، لہٰذا

---

(۱) "بہارِ شریعت" نماز کا بیان، حصّہ سوم ۳، ۱/۴۳۴۔

(۲) "مُسند الإمام أحمد" مسند عبد الله بن عمرو بن العاص، ر: ٦٥٨٧، ٢/ ٥٧٤.

اس کے ساتھ ہو گا، یا اگر اُس کی تجارت اُسے غفلت میں ڈالے، تو وہ مکہ کے کافر اُبَی بن خلَف کے مشابہ ہونے کے باعث، اس کے ساتھ اٹھایا جائے گا"[1]۔

لہذا ہم سب پر لازم ہے کہ نماز سمیت تمام فرائض وواجبات کی ادائیگی کا خاص خیال رکھیں، نماز کی ادائیگی میں سُستی کا مظاہرہ نہ کریں، اور اَحکامِ شریعت کی مکمل پاسداری کریں!۔

زکات کی عدم ادائیگی

عزیزانِ مَن! زکات ادا نہ کرنا کبیرہ گناہ، اور عذابِ جہنم کا باعث ہے، جو لوگ بخل (کنجوسی) سے کام لیتے ہوئے اپنے مال کی زکات ادا نہیں کرتے، ایسوں کے لیے جہنم کے دردناک عذاب کی وعید ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۙ۳۴ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ؕ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ﴾[2] "وہ لوگ جو سونا چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں، اور اُسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سناؤ! جس دن وہ جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا، پھر اُس سے اُن کی پیشانیاں اور کروٹیں اور پیٹھیں داغیں گے (اور کہیں گے:) یہ ہے وہ جو تم نے اپنے لیے جمع کر رکھا تھا، اب اس جمع کرنے کا مزہ چکھو!"۔ لہذا ہر وہ مسلمان جس پر زکات کی ادائیگی فرض ہے، اُس پر لازم ہے کہ ہر سال اپنے مال کی بَروقت اور مکمل زکات ادا کرتا رہے، اور زکات ادا نہ کر کے اللہ تعالی کے نافرمانوں میں شمار ہونے سے بچے!۔

(١) "الكبائر" الكبيرة الرابعة في ترك الصّلاة، صـ١٩.
(٢) پ١٠، التوبة: ٣٤، ٣٥.

شراب نوشی

حضراتِ ذی وقار! شراب نوشی حرام، گناہِ کبیرہ اور عذابِ جہنم کا باعث بننے والا شیطانی کام ہے، اس سے بچنا بے حد ضروری ہے؛ کیونکہ شراب بنانا، پینا، پلانا، شراب کا کاروبار کرنا، اور کسی کو تحفے میں شراب دینا، اسلامی تعلیمات کی سَراسر خلاف ورزی ہے، حدیثِ پاک میں ہے کہ ایسے لوگوں پر اللہ کی لعنت ہے، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: «لَعَنَ اللهُ الْخَمْرَ، وَشَارِبَهَا، وَسَاقِيَهَا، وَبَائِعَهَا، وَمُبْتَاعَهَا، وَعَاصِرَهَا، وَمُعْتَصِرَهَا، وَحَامِلَهَا، وَالْمَحْمُولَةَ إليه»[1] "اللہ تعالی نے شراب پر، اُسے پینے والے، پلانے والے، بیچنے والے، خریدنے والے، بنانے والے، جس کے لیے بنائی جائے، اُٹھانے والے اور جس کے لیے اُٹھائی جائے، ان سب پر لعنت فرمائی ہے"۔

حضرت سیّدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص (یمن کے شہر) جیشان سے آیا، اُس نے حضور نبئ کریم ﷺ سے اپنے علاقہ کے ایک مشروب سے متعلق سوال کیا، اُس مشروب کا نام "مِزر" تھا، رسولِ اکرم ﷺ نے اُس سے پوچھا: «أَوَ مُسْكِرٌ هُوَ؟» "کیا وہ نشہ آور ہے؟" اُس نے کہا: جی ہاں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ، إِنَّ عَلَى اللهِ عَزَّوَجَلَّ عَهْداً لِمَنْ يَشْرَبُ الْمُسْكِرَ، أَنْ يَسْقِيَهُ مِنْ طِينَةِ الْخَبَالِ!» "ہر نشہ آور چیز حرام ہے، اور اللہ تعالی کا وعدہ ہے کہ جو نشہ آور چیز کھائے پیے گا، اُسی "طینۃ الخبال" پلائے گا"

---

(١) "سنن أبي داود" كتاب الأشربة، باب العصير للخمر، ر: ٣٦٧٤، صـ٥٢٧.

صحابہ نے عرض کی: یارسولَ اللہ ﷺ! طینۃ الخبال کیا ہے؟ فرمایا: «عَرَقُ أَهْلِ النَّارِ» "جہنمیوں کا پسینہ" یا فرمایا: «عُصَارَةُ أَهْلِ النَّارِ»[1] "جہنمیوں کا نچوڑ"۔ اس سے معلوم ہوا کہ شراب نوشی گناہِ کبیرہ، اور دنیا وآخرت کی تباہی وبربادی کا سبب ہے، لہٰذا اس سے بچنے میں ہی دارَین کی عافیت ہے[2]۔

زِنا اور بدکاری

جانِ برادر! زِنا وبدکاری بھی کبیرہ گناہ اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے، جو لوگ بدکاری کرکے حکمِ الٰہی کی نافرمانی، اور اللہ جَلَّ جَلالُہ کی مقرّر کردہ حُدود کو پامال کرتے ہیں، ان کے لیے بروزِ قیامت سخت ذِلّت ورُسوائی اور دردناک عذاب ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۝٦٨ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا﴾[3] "جو یہ کام کرے سزا پائے گا، اُس پر قیامت کے دن عذاب بڑھایا جائے گا، اور وہ ہمیشہ اس میں ذِلّت سے رہے گا"۔

زِنا وبدکاری ایک ایسا غلیظ اور کبیرہ گناہ ہے، کہ انسان جس گھڑی اس فعلِ حرام کا اِرتکاب کرتا ہے، اس وقت اس کے سینے سے نورِ ایمان خارج ہو جاتا ہے، حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «إِذَا زَنَى الرَّجُلُ خَرَجَ مِنْهُ الْإِيمَانُ، كَانَ عَلَيْهِ كَالظُّلَّةِ، فَإِذَا انْقَلَعَ رَجَعَ إِلَيْهِ الْإِيمَانُ»[4] "جب آدمی زِنا کرتا ہے تو اُس سے ایمان کا نُور نکل کر، اس پر مثل سائبان

---

(١) "صحيح مسلم" كتاب الأشربة، ر: ٥٢١٧، صـ٨٩٥.

(٢) دیکھیے: "شراب نوشی برائیوں کی جڑ ہے" واعظ الجمعہ یکم مئی ۲۰۱۵ء۔

(٣) پ١٩، الفرقان: ٦٨، ٦٩.

(٤) "سنن أبي داود" كتاب السُّنّة، ر: ٤٦٩٠، صـ٦٦٢.

کے ہو جاتا ہے، جب اس فعلِ بد سے جدا ہوتا ہے تو اُس کی طرف ایمان لَوٹ آتا ہے "یعنی جس وقت وہ یہ گناہ کر رہا ہوتا ہے، اس وقت وہ مؤمن نہیں رہتا!۔

ایک اَور مقام پر حضرت سیّدنا ابنِ عباس رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا سے روایت ہے، نبئ اکرم صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ!»[1] "زانی جس وقت زِنا کرتا ہے، وہ مؤمن نہیں رہتا!"۔

البتہ جو شخص اپنے گناہ پر نادِم ہو کر اللہ تعالی کے حضور سچی توبہ کرے، اس کے لیے بخشش، مغفرت اور توبہ کا دروازہ روزِ اَزل سے کُھلا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓىٕكَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا۝ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ یَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا﴾[2] "مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے، تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ تعالی بھلائیوں سے بدل دے گا، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے، اور جو تَوبہ کرے اور اچھا کام کرے، تو وہ اللہ کی طرف رُجوع لایا جیسی چاہیے تھی"[3]۔

کسی مسلمان کا قتلِ ناحق

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! قتلِ ناحق اُن کبیرہ گناہوں میں سے ہے، جو دنیا وآخرت میں ذِلّت ورُسوائی، باہمی اختلافات اور عذابِ جہنم کا باعث ہے، قتلِ مؤمن کو حلال جاننا بھی کفر ہے، اس کی سزا دائمی جہنّم ہے، قتلِ ناحق کی مذمّت کرتے ہوئے

---

(١) "صحيح البُخاري" كتابُ الحدودِ، ر: ٦٧٨٢، صـ١١٦٩.

(٢) پ١٩، الفرقان: ٧٠، ٧١.

(۳) "تحسینِ خطابت ۲۰۲۲ء" ماہِ جولائی، مؤمن کی پہچان، ۱/ ۴۸۴- ۴۸۶۔

اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: ﴿وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا﴾[1] "جو کوئی مسلمان کو جان بُوجھ کر قتل کرے، تو اُس کا بدلہ جہنّم ہے کہ مدّتوں اُس میں رہے، اور اللہ تعالی نے اُس پر غضب کیا، اور اُس پر لعنت کی، اور اس کے لیے بڑا عذاب تیار رکھا ہے"۔

کسی مؤمن کا ناحق قتل، ساری دنیا کا مال ومتاعِ زائل (Lost) ہونے سے بھی بڑھ کر ہے، حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عَمرو رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے، نبئ مکرّم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «لَزَوَالُ الدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللهِ مِنْ قَتْلِ رَجُلٍ مُسْلِمٍ»[2] "اللہ کے نزدیک ایک مؤمن کا قتل، دنیا بھر کے زوال سے بڑھ کر ہے!" لہذا باہم رنجش اور جھگڑا کتنا ہی زیادہ کیوں نہ ہو، اور اختلاف کی نَوعیت کتنی ہی حسّاس کیوں نہ ہو، بہر صورت مسلمان کے ناحق قتل سے بچا جائے، اور اس شدید کبیرہ گناہ سے ہمیشہ دُور رہا جائے!۔

رشوَت ستانی

میرے محترم بھائیو! رشوَت ستانی بھی ایک کبیرہ گناہ اور عذابِ جہنم میں لے جانے والا کام ہے، حضرت سیّدنا ابنِ عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے، مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «الرَّاشِي وَالْمُرتَشِي فِي النَّار»[3] "رشوَت لینے اور دینے والا دونوں جہنمی ہیں"۔

---

(١) پ٥، النساء: ٩٣.

(٢) "سنن الترمذي" أبواب الديات، ر: ١٣٩٥، صـ٣٣٨.

(٣) "المعجم الصغير" باب الميم، من اسمه أحمد، ١/ ٢٨.

جس طرح رشوَت لینے اور دینے والا ملعون ودوزخی ہے، اسی طرح اس مُعاملہ کی دَلّالی کرنے والا بھی ملعون ہے، حضرت سیّدنا ثَوبان رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: «لَعَنَ رَسولُ الله ﷺ الرَّاشِيَ وَالمُرتَشِيَ وَالرَّائِشَ»[1] "رسول اللہ ﷺ نے رشوَت لینے دینے والے، اور رشوَت کی دَلّالی کرنے والے پر بھی لعنت فرمائی"۔

حضراتِ محترم! "رشوَت کے باعث حقداروں کے حق مارے جاتے ہیں، صاحبِ اختیار کو رشوت دے کر کوئی چیز یا منصب حاصل کرلینا، یا اپنے حق میں فیصلہ کروالینا، دوسرے کی ملکیت وحق کو مارنا ہے، اس غیر شرعی اور ملعون کام کے سبب مُعاشرے کے دیگر اَفراد بھی محنت مشقّت، اور دُرست طریقۂ کار چھوڑ کر یہی رشوَت کا راستہ اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں، اس طرح پورا مُعاشرہ بگڑ کر رہ جاتا ہے، باہم نفرتیں جنم لیتی ہیں، اس فعلِ بد کے ہاتھوں سارا نظامِ زندگی اور مُعاشرہ دَرہَم برہَم ہو کر رہ جاتا ہے، عدل واِنصاف کا گلا گھونٹا جاتا ہے، رشوَت کے سبب حلال کا حصول مشکل بنتا چلا جاتا ہے، لوگوں کے حقوق پامال ہوتے ہیں، جبکہ کسی کا حق مارنا ظلم ہے، اور اللہ تعالی ظلم کو پسند نہیں فرماتا، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ﴾[2] "اللہ تعالی ظالموں کو پسند نہیں فرماتا"۔ اور سُود ورشوَت اور حرام اگرچہ کتنا ہی زیادہ ہو، اُس میں برکت نہیں ہوا کرتی"[3] لہذا ہمیں چاہیے کہ رشوَت ستانی سے باز رہیں، اور کسی کا حق نہ مارا کریں!۔

---

(۱) "مُسند الإمام أحمد" مسند الأنصار، حديث ثوبان، ر: ۲۲٤٦۲، ۸/ ۳۲۷، ۳۲۸.

(۲) پ۳، آل عمران: ۵۷.

(۳) دیکھیے: "رشوَت اور اس کے نقصانات" واعظ الجمعہ ۲۹ جولائی ۲۰۱۶ء۔

خودکشی

برادرانِ اسلام! اپنے ہاتھوں سے خود کو مار ڈالنا خودکشی کہلاتا ہے، ایسا کرنا حرام، گناہِ کبیرہ اور عذابِ جہنّم کا باعث ہے، اللہ ربّ العالمین نے قرآنِ مجید میں خودکشی کی سختی سے ممانعت ومذمّت فرمائی ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِیْمًا ۝۲۹ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّ ظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِیْهِ نَارًا ؕ وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرًا﴾[1] "اپنے آپ کو قتل نہ کرو، یقیناً اللہ تم پر مہربان ہے! اور جو ظلم وزیادتی سے ایسا کرے گا، تو عنقریب ہم اُسے آگ میں داخل کریں گے، اور یہ اللہ کے لیے آسان ہے!"۔

خودکشی بہرصورت حرام ہے، اور ایسا کرنے والا عذابِ جہنّم کا سزاوار وحقدار ہے، حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، سرکارِ دو جہاں صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «مَنْ تَرَدَّى مِنْ جَبَلٍ فَقَتَلَ نَفْسَهُ، فَهُوَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ يَتَرَدَّى فِيهِ خَالِداً مُخَلَّداً فِيهَا أَبَداً، وَمَنْ تَحَسَّى سُمّاً فَقَتَلَ نَفْسَهُ، فَسُمُّهُ فِي يَدِهِ يَتَحَسَّاهُ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِداً مُخَلَّداً فِيهَا أَبَداً، وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِحَدِيدَةٍ، فَحَدِيدَتُهُ فِي يَدِهِ يَجَأُ بِهَا فِي بَطْنِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ [خَالِداً] مُخَلَّداً فِيهَا أَبَداً»[2] "جو پہاڑ سے گر کر خودکشی کرے گا، وہ نارِ دوزخ میں ہمیشہ گرتا رہے گا، اور جو شخص زہر کھا کر خودکشی کرے گا، وہ زہر اس کے ہاتھ میں ہو گا، جہنّم کی آگ میں ہمیشہ زہر کھاتا رہے گا، جس نے لوہے کے ہتھیار سے

---

(۱) پ۵، النساء: ۲۹، ۳۰.

(۲) "صحيح البخاري" كتاب الطب، ر: ۵۷۷۸، صـ۱۰۲۰.

خود کشی کی، تو دوزخ کی آگ میں وہ ہتھیار اس کے ہاتھ میں ہو گا، اور وہ اسے اپنے پیٹ میں مارتا رہے گا"[۱]۔ لہذا انسان حالات، غربت، مہنگائی اور بے روزگاری وغیرہ سے کتنا ہی تنگ اور مجبور کیوں نہ ہو، خودکشی جیسے فعلِ حرام اور کبیرہ گناہ کا ارتکاب ہرگز نہ کرے، صبر کا دامن تھامے رکھے، اللہ تعالی کی رحمت سے پُر امید رہے، اور اچھے وقت کا انتظار کرے!۔

قطع رحمی

حضراتِ گرامی قدر! اسلام میں خونی رشتوں کے ساتھ قطع رحمی کرنا، اللہ تعالی کی رحمت سے دُوری اور بُرے انجام کا باعث بنتا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۙ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ﴾[۲] "اور وہ جو اللہ کا عہد اس کے پکّے ہونے کے بعد توڑتے ہیں، اور جس (رشتہ) کے جوڑنے کو اللہ نے فرمایا اُسے قطع کرتے ہیں، اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں، ان کا حصہ لعنت ہی ہے، اور ان کا ٹھکانہ بُرا گھر" یعنی جہنم ہے!۔

رشتہ داروں کے ساتھ قطع تعلقی کرنا، جنّت میں داخلے سے محرومی کا باعث ہے، حضرت سیّدنا جبیر بن مُطعِم رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «لاَ يَدْخُلُ الجَنَّةَ قَاطِعٌ»[۳] "قطع رحمی کرنے والا جنّت میں داخل نہیں ہوگا!"۔

---

(۱) دیکھیے: "تحسینِ خطابت ۲۰۲۲ء" ستمبر، خودکشی کا بڑھتا ہوا رُجحان اور اس کی وجوہات، ۱۲۲/۲-۱۲۵، ملتقطاً۔

(۲) پ۱۳، الرَّعد: ۲۵.

(۳) "صحيح البخاري" كتاب الأدب، باب إثم القاطع، ر: ٥٩٨٤، صـ١٠٤٨.

رشتہ داروں کے ساتھ قطع تعلقی، دنیا وآخرت میں نقصان ووبال کا باعث ہے، لہذا ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اپنے والدین، بہن بھائیوں سمیت تمام رشتہ داروں کے حقوق ادا کرے، اُن کے ساتھ اچھا برتاؤ بَرتے، خوش دلی سے پیش آئے، بڑوں کا ادب واحترام اور چھوٹوں کے ساتھ شفقت سے پیش آئے، اور رشتہ داروں کے ساتھ قطع تعلقی ہرگز نہ کرے!۔

بخل اور کنجوسی

عزیزانِ مَن! بخل اور کنجوسی کی عادت اپنانا، مال ودَولت جمع کرنا اور وقتِ ضرورت اُسے راہِ خدا میں خرچ نہ کرنا، جہنّم میں لے جانے والا کام ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿الَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗۙ ۝۲ یَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗۚ ۝۳ كَلَّا لَیُنْۢبَذَنَّ فِی الْحُطَمَةِ﴾[1] "جس نے مال جوڑا اور گِن گِن کر رکھا، کیا یہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اُسے دنیا میں ہمیشہ رکھے گا؟ ہرگز نہیں! ضرور وہ رَوندھنے والی (جہنّم) میں پھینکا جائے گا!"[2]۔

میرے محترم بھائیو! "یہ دنیا اور اس کا مال واَسباب سب عارضی اور فانی ہے، ایک دن ہم سب کو مَوت آنی ہے، لہذا دنیا کے بجائے اپنی آخرت کی فکر کریں، بخل اور کنجوسی کی عادت کو ترک کریں، مُعاملات میں اعتدال ومیانہ رَوِی اپنائیں، اپنے مال کو حسبِ ضرورت اپنے اہل وعِیال پر خرچ کریں، غریبوں، یتیموں اور مسکینوں کی مدد وکَفالت کریں، اور راہِ خدا میں زیادہ سے زیادہ خرچ کرکے اپنی آخرت کو بہتر بنائیے"[3]۔

---

(١) پ ٣٠، الهمزة: ٢- ٤.

(۲) "تحسین خطابت ۲۰۲۳ء" اپریل، بخل کی مذمت، ۱/۲۶۸۔

(۳) ایضاً، صـ۲۷۷۔

مادّہ پرستی اور دُنیا طلبی

جانِ برادر! مادّہ پرستی (Materialism) اور دنیا طلبی، فکرِ آخرت سے غفلت، اور جہنم میں لے جانے کا باعث ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ ۙ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾[1] "یقیناً وہ جو ہمارے ملنے کی اُمید نہیں رکھتے (یعنی روزِ قیامت، اور ثواب وعذاب کے قائل نہیں) اور دنیا کی (فانی) زندگی (کو آخرت پر ترجیح دے کر) پسند کر بیٹھے (اور اپنی ساری عمر دنیا کی طلب میں گزاری) اور اس پر مطمئن ہو گئے، اور وہ جو ہماری آیتوں (یعنی سیّدِ عالَم ﷺ اور قرآنِ پاک) سے غفلت کرتے ہیں، اُن لوگوں کا ٹھکانہ دوزخ ہے؛ ان کی کمائی (اَعمال) کا بدلہ"۔

لہذا انسان کو چاہیے کہ اس دنیائے فانی کی ناپائیدار مرغوبات میں زیادہ دل نہ لگائے، اور دنیا کا جو مال واَسباب حاصل ہے اُسے کسی ایسے کام میں خرچ کرے، جس سے عاقبت اچھی ہو، اور آخرت کی سعادت حاصل ہو! ع

ضرورت سے زیادہ مال ودَولت کا نہیں طالب

رہے بس آپ کی نظرِ عنایت یا رسولَ اللہ!

رہیں سب شاد گھر والے شہا تھوڑی سی روزی پر

عطا ہو دَولتِ صبر وقَناعت یا رسولَ اللہ![2]

---

(۱) پ ۱۱، یونس: ۷، ۸.

(۲) "وسائلِ بخشش" "عطا کر دو مدینے کی اجازت یا رسول اللہ، ص۳۳۲۔

ہاں البتہ اپنی حاجات پوری کرنے، اور خود کو دوسروں کی محتاجی سے بچانے کے لیے، حسبِ ضرورت رزقِ حلال کمانا، اللہ تعالی کی نعمتوں سے مستفید ہونا، اور میانہ رَوی کے ساتھ بقدرِ ضرورت دنیا طلبی، ہرگز مذموم نہیں۔ حضرت سیّدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے، مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: «أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا اللهَ وَأَجْمِلُوا فِي الطَلَبِ؛ فَإِنَّ نَفساً لَنْ تَمُوْتَ حَتّى تَسْتَوْفِيَ رِزْقَهَا، وَإِنْ أَبْطَأَ عَنْهَا، فَاتَّقُوا اللهَ وَأَجْمِلُوْا فِي الطَلَبِ، خُذُوْا مَا حَلَّ، وَدَعُوْا مَا حَرُمَ»[۱] "اے لوگو! اللہ تعالی سے ڈرو اور روزی کمانے میں میانہ رَوی اختیار کرو؛ کیونکہ کوئی انسان اپنا رزق پورا کیے بغیر نہیں مرے گا، اگرچہ اس میں دیر ہو جائے، لہذا اللہ تعالی سے ڈرو اور اچھے طریقے سے روزی حاصل کرو، جو حلال ہے اُسے لے لو، اور جو حرام ہے اُسے چھوڑ دو"۔

حرِص ولالچ

عزیزانِ مَن! مال ودَولت کی بے جا اور غیر ضروری چاہت اور حرص ولالچ، آخرت سے غفلت اور عذابِ جہنّم کا باعث ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۝۱ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝۲ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝۳ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝۴ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ۝۵ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ۝۶ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ۝۷ ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَىِٕذٍ عَنِ النَّعِيْمِ﴾[۲] "(اِطاعتِ الٰہی سے) تمہیں غافل رکھا مال کی زیادہ طلبی (حرص ولالچ) نے، یہاں تک کہ تم نے قبروں کا منہ دیکھا (یعنی موت کے وقت

---

(۱) "سنن ابن ماجه" كتابُ التِّجارة، ر: ۲۱٤٤، صـ۳٦۱.

(۲) پ ۳۰، التكاثُر: ۱ - ۸.

تک تمہاری یہ ہوَس ختم نہ ہوئی)، ہاں ہاں (موت کے وقت اپنے نتیجۂ بد کو) جلد جان جاؤ گے! پھر ہاں ہاں جلد جان جاؤ گے (قبروں میں)، ہاں ہاں اگر یقین کا جاننا جانتے تو مال کی محبت نہ رکھتے (اور حرص ولالچ میں مبتلا ہو کر آخرت سے غافل نہ ہوتے)، یقیناً (تم مرنے کے بعد) ضرور جہنّم کو دیکھو گے، پھر بے شک ضرور اُسے یقینی دیکھنا دیکھو گے، پھر یقیناً ضرور اُس دن تم سے (دنیا میں عطا کی گئی) نعمتوں کے بارے میں پُرسش (پُوچھ گچھ) ہوگی!!"۔

حرص ولالچ جنّت میں داخلے سے محرومی کا باعث ہے، حضرت سیّدنا ابوشجرہ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «يحلف الله تعالى بعزّتهِ وعظَمته وجلاله، أن لا يَدخلَ الجنّةَ شحيحٌ ولا بخيلٌ»[1] "اللہ تعالی اپنی عزّت، عظمت اور جلال کی قسم یاد فرماتا ہے، کہ جنّت میں لالچی اور بخیل (کنجوس) داخل نہیں ہوں گے"۔

میرے محترم بھائیو! "حرص ولالچ مطلقاً بُرا اور مذموم نہیں، اگر انسان گناہوں اور زیادتی کے کاموں کا حریص ہے، تو ایسا حرص ولالچ بُرا اور قابلِ مذمّت ہے، لیکن اگر انسان اچھے اور نیک کاموں کا حریص ہو، غریبوں، یتیموں اور مسکینوں کی مدد کرنے کا شَوق اور جذبہ رکھتا ہو، دینی مدارِس کے ساتھ تعاوُن کا حریص ہو، انہیں خوشحال دیکھنے کا حریص ہو، یا اللہ تعالی کی راہ میں خرچ کرنے کی طمع رکھتا ہو، تو ایسا حرص ولالچ نہایت اعلیٰ اور محمود ومطلوب ہے"[2]۔

---

(١) "كنز العمّال" كتابُ الأخلاق، البخل من الأكمال، ر: ٧٤٠٤، ٣/ ١٨٢.

(٢) "تحسین خطابت ٢٠٢٣ء" مئی، لالچ بُری بلا ہے، ١/٤٠٥۔

رِیاکاری

حضراتِ ذی وقار! رِیاکاری (نیک اعمال کا دِکھاوا) شرکِ اصغر ہے، اور قرآنِ کریم میں اس سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا﴾[1] "اپنے رب کی بندگی میں (رِیاکاری کی صورت میں) کسی کو شریک نہ کرے!"۔

نیک اعمال میں رِیاکاری اور دِکھاوا جہنم میں لے جانے والا کام ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ﴾[2] "وہ جو بُرے داؤں (فریب) کرتے ہیں، ان کے لیے سخت عذاب ہے!"۔ حضرت سیّدنا ابن عباس، سیّدنا مجاہد اور سیّدنا قتادہ رضی اللہ تعالی عنہم اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ "ان (فریب کاروں) سے مراد رِیاکار لوگ ہیں!"[3]۔

لہذا ہمیں چاہیے کہ شہرت، دِکھاوا، اور نمود ونمائش سے بچیں، اپنے نیک اعمال کو اِخلاص سے مزیَّن کریں، اور جو بھی نیک کام کریں، ہمیشہ اللہ تعالی کی رضا کی خاطر کریں!۔

غرور وتکبُّر

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! غرور وتکبُّر جہنم میں لے جانے والے اعمال میں سے ہے، اور اللہ تعالی ایسا کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ﴾[4] "یقیناً وہ تکبُّر کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا!"۔

---

(۱) پ۱٦، الكهف: ١١٠.
(۲) پ۲۲، فاطِر: ١٠.
(۳) "تفسير القُرطُبي" الفاطر، تحت الآية: ١٠، الجزء١٤، صـ٢٩٠.
(٤) پ١٤، النحل: ٢٣.

بروزِ قیامت مغرور ومتکبر لوگوں کو اَوندھے منہ جہنم میں ڈالا جائے گا، حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ كِبْرٍ، كَبَّهُ اللهُ عز وجل عَلَى وَجْهِهِ فِي النَّارِ!»[1] "جس کے دل میں رائی کے دانے برابر بھی تکبُّر ہوگا، اللہ تعالی اُسے اَوندھے منہ جہنم میں ڈالے گا!"۔

لہذا ہمیں چاہیے کہ غرور وتکبُّر سے بچیں، عاجزی وانکساری اختیار کریں، اور اللہ جل جلالہ کے فرمانبردار بندے بن کر رہیں!۔

فخر اور بڑائی چاہنا

حضراتِ محترم! ایک دوسرے پر فخر اور بڑائی چاہنا، اور اپنے مال ودَولت، یا مقام ومنصب پر اِترانا، عذابِ جہنم کا باعث ہے، اور اللہ تعالی ایسا کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿لَا تَفْرَحْ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ﴾[2] "اِتراؤ مت (یعنی بڑائی اور فخر کا اظہار نہ کرو) یقیناً اللہ اِترانے والوں کو دوست (پسند) نہیں رکھتا!"۔

حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: «قال الله تعالى: الْكِبْرِيَاءُ رِدَائِي، وَالْعَظَمَةُ إِزَارِي، فَمَنْ نَازَعَنِي وَاحِداً مِنْهُمَا، قَذَفْتُهُ فِي النَّارِ»[3] "اللہ تعالی نے فرمایا کہ بڑائی میری چادر اور عظمت میرا اِزار (تہبند) ہے، جس نے ان دونوں میں سے ایک بھی مجھ سے چھیننا چاہی، میں اُسے جہنم کی آگ میں پھینک دُوں گا"۔

---

(١) "شُعب الإيمان" ٥٧- باب في حسن الخلق، ر: ٨١٥٤، ٦/ ٢٧٧٢.

(٢) پ٢٠، القصص: ٧٦.

(٣) "سنن أبي داود" كتاب اللباس، باب ما جاء في الكبر، ر: ٤٠٩٠، صـ٥٧٧.

حکیم الاُمّت مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ تعالی علیہ اس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں کہ "کبر سے مراد ذاتی بڑائی ہے، اور عظمت سے مراد صفاتی بڑائی (ہے)، (حدیثِ پاک میں) چادر اور تہبند فرمانا، ہمیں سمجھانے کے لیے ہے، کہ جیسے ایک چادر، ایک تہبند دو۲ آدمی نہیں پہن سکتے، اسی طرح عظَمت وکبریائی سِوائے میرے (یعنی اللہ تعالی کے) دوسرے کے لیے نہیں ہو سکتی!"[1]۔

لہذا ہمیں چاہیے کہ "اپنے مسلمان بھائیوں کو اپنے سے کمتر، اور خود کو اُن سے برتر نہ جانیں! اللہ تعالی کا عاجز اور متواضع بندہ بن کر رہیں، کسی سے نفرت نہ کریں، بدحال لوگوں کو حقارت سے نہ دیکھیں، ضرورتمندوں کو نہ دُھتکاریں، غریبوں کے لیے اپنے دلوں کو کشادہ کریں، انہیں اپنے دسترخوان پر اپنے برابر میں جگہ دیں، اور ان کی ضروریات کا خیال رکھیں"[2]۔

منافقت اور دوغلاپَن

میرے محترم بھائیو! ہر ایک کی ہاں میں ہاں ملانا، اور خوشامد کرنا، منافقت اور دوغلاپَن ہے، اور یہ عمل جہنم میں لے جانے کا باعث ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَ لَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِیْرًا﴾[3] "یقیناً مُنافق لوگ دوزخ کے سب سے نیچے طبقہ میں ہیں، اور تو ہرگز اُن کا کوئی مددگار نہ پائے گا!"۔

---

(۱) "مرآۃ المناجیح" غصّہ اور غرور کا بیان، پہلی فصل، زیرِ حدیث: ۵۱۱۰، ۶/۵۱۳۔
(۲) "تحسین خطابت ۲۰۲۳ء" دسمبر، ایک دوسرے پر بڑائی مارنا اور فخر کرنا منع ہے، ۲/۳۲۶، ۳۲۷۔
(۳) پ۵، النساء: ١٤٥.

قول وفعل میں تضاد، دھوکا دہی، امانت میں خِیانت، عہد شکنی، جھوٹ، اور لڑائی جھگڑے کے دَوران گالیاں وغیرہ دینا، یہ سب منافقت کی علامات ونشانیاں ہیں، لہذا ایک حقیقی مسلمان کو چاہیے کہ ایسی تمام بُری خصلتوں سے بچے، تقویٰ وپرہیزگاری اختیار کرے، فرائض وواجبات کی پابندی کرے، اور اپنے ظاہر وباطن اور قول وفعل کے تضاد کو ختم کرے!۔

فحش گوئی

جانِ برادر! دَورانِ گفتگو بیہودہ باتیں، گالی گلوچ، غیبت، چغلخوری اور میاں بیوی کا اپنی خلوَت کی کیفیت اور واقعات کو، دوسروں کے سامنے بطور لذّت بیان کرنے کو "فحش گوئی" کہتے ہیں، یہ ایک ایسا قبیح فعل ہے جس کا مُرتکب گویا جہنّم کا خریدار ہے، حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «وَالبَذَاءُ مِنَ الجفَاءِ، وَالجفَاءُ فِي النَّارِ»[1] "فحش گوئی جفا ہے ظُلم ہے، اور جَفا کرنے والا دوزخ میں جائے گا"۔

جو شخص فحش گوئی اور بداَخلاقی کا عادی ہے، اس کا دینِ اسلام سے کوئی تعلق نہیں، حضرت سیّدنا جابر بن سَمُرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «إِنَّ الْفُحْشَ وَالتَّفَحُّشَ لَيْسَا مِنَ الْإِسْلَامِ»[2] "یقیناً بے حیائی اور بیہودگی کا دینِ اسلام سے کوئی تعلق نہیں"۔ لہذا اپنی دنیا وآخرت کی بہتری کی خاطر، فحش گوئی اور بدزبانی سے بچیں، بداَخلاقی سے اجتناب کریں، حُسنِ اَخلاق کی عادت ڈالیں، اور اپنے قول وفعل کو اسلامی تعلیمات کے مطابق بنائیں۔

---

(١) "سنن الترمذي" باب ما جاء في الحياء، ر: ٢٠٠٩، صـ٤٦٣.
(٢) "مُسند الإمام أحمد" حديث جابر بن سَمُرَة، ر: ٢٠٨٧٤، ٧/ ٤١١.

چغلخوری

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! چغلی کی تعریف کرتے ہوئے امام حافظ ابنِ حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ "کسی انسان کی بات یا کام، چاہے وہ عَیب ہو یا خُوبی، جس کا اِظہار اُسے ناپسند ہو، دوسروں کے سامنے فساد پیدا کرنے کے لیے بیان کرنا، چغلی کہلاتا ہے"[1]۔

چغلخوری مسلمان کا شیوہ نہیں بلکہ یہ کفّار کی صفت ہے، اور یہ ایک ایسا قبیح عمل ہے جس کی قرآنِ کریم میں مذمّت بیان کی گئی ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ۝ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِيْمٍ﴾[2] "ہر اَیسے کی بات نہ سُننا جو بڑا قسمیں کھانے والا ذلیل، بہت طعنہ دینے والا، بہت چُغلیاں لگاتے پھرنے والا ہو"۔

حضرت سیّدنا حُذیفہ بن یمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، مصطفی جانِ رَحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ نَمَّامٌ»[3] "چُغلخور جنّت میں داخل نہیں ہوگا"۔

حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عبّاس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم دو ۲ قبروں کے پاس سے گزرے تو فرمایا: «إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ، وَمَا يُعَذَّبَانِ فِيْ كَبِيْرٍ، أَمَّا هَذَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهِ، وَأَمَّا هَذَا فَكَانَ يَمْشِيْ بِالنَّمِيْمَةِ»[4] "اِن دونوں پر عذاب ہو رہا ہے، اور وہ بھی بظاہر کسی بڑی بات پر نہیں،

---

(۱) "فتح الباري" كتاب الأدب، باب ما يكره من النميمة، تحت ر: ٦٠٥٦، ١٠/ ٥٣٣.

(۲) پ۲۹، القلم: ۱۰، ۱۱.

(۳) "صحيح مسلم" كتابُ الإيمان، ر: ٢٩٠، صـ٥٩.

(٤) "صحيح البخاري" كتابُ الأدب، بابُ الغِيبة، ر: ٦٠٥٢، صـ١٠٥٧.

بلکہ اِن میں سے ایک تو اپنے پیشاب کے چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا، جبکہ دوسرا چُغلی کیا کرتا تھا"۔ لہٰذا ہم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ ہمیشہ اس گناہ سے اپنے آپ کو بچائے رکھیں، اور دوسروں کو بھی اس سے بچانے کی کوشش کریں!۔

ظالم کی حمایت ومدد

برادرانِ ملّتِ اسلامیہ! ظالم کی بے جا مدد وحمایت کرنا بھی، جہنم میں لے جانے والے اعمال میں سے ہے، ایسوں کو تنبیہ کرتے ہوئے اللہ رب العالمین نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴾[1] "ظالموں کی طرف نہ جھکو؛ کہ تمہیں آگ چُھوئے گی، اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی حمایتی نہیں، پھر مدد نہ پاؤ گے!"۔

حکیم الاُمّت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ "ظلم پر مدد (اور حمایت) کرنے کی کئی صورتیں ہیں: (۱) ظالموں کو ظلم کی رغبت دینا، (۲) ان کے ظلم پر مبنی قانون کو رائج کرنا، (۳) ان کے ظلم میں ان کا ہاتھ بٹانا، (۴) ان کے ظلم کی حمایت کرنا، یہ کہنا کہ یہ اَحکام حق ہیں۔ غرض کہ اس میں بہت وُسعت ہے"[2]۔ لہٰذا ہمیشہ ظلم وزیادتی سے اجتناب کریں، ظالموں کی مدد وحمایت سے دُور رہیں، مظلوم کا ساتھ دیں، اور ان کے حق میں آواز بلند کرتے رہا کریں!۔

جھوٹ

حضراتِ گرامی قدر! جُھوٹ بولنا نہایت بُری بات اور جہنم میں لے جانے

---

(۱) پ۱۲، هود: ۱۱۳.

(۲) "مرآۃ المناجیح" حاکم اور قاضی بننے کا بیان، دوسری فصل، ۵/۴۱۷۔

والا کام ہے، اللہ تعالی نے قرآنِ حکیم میں جھوٹ بولنے والوں پر لعنت کرنے کا حکم دیا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ﴾[1] "تو (ہم) جھوٹوں پر اللہ تعالی کی لعنت ڈالیں"۔

جھوٹ بولنا امانت میں خِیانت کے مثل ہے، حضرت سیّدنا سفیان بن اُسَید حَضرمی رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں، کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو فرماتے سنا: «كَبُرَتْ خِيَانَةً أَنْ تُحَدِّثَ أَخَاكَ حَدِيثاً، هُوَ لَكَ بِهِ مُصَدِّقٌ، وَأَنْتَ لَهُ بِهِ كَاذِبٌ!»[2] "بڑی خِیانت کی بات ہے کہ تم اپنے مسلمان بھائی سے کوئی بات کہو، جس پر وہ تمہیں سچا جان رہا ہو، مگر تم اس سے جھوٹ بول رہے ہو!"۔

جھوٹ عذابِ جہنم کا باعث ہے، حضرت سیّدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «إِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ! فَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِيْ إِلَى الْفُجُوْرِ، وَإِنَّ الْفُجُوْرَ يَهْدِيْ إِلَى النَّارِ، وَمَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَكْذِبُ وَيَتَحَرَّى الْكَذِبَ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللهِ كَذَّاباً»[3] "جھوٹ سے بچو؛ کیونکہ جھوٹ بُرائی کی طرف، اور بُرائی جہنّم کی طرف لے جاتی ہے، انسان جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ میں کوشاں رہتا ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالی کے ہاں بڑا جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے"۔ لہذا ایک اچھے اور باعمل مسلمان بنیں، ہمیشہ سچ بولیں، اور جھوٹ سے بچتے رہیں!۔

---

(١) پ٣، آل عمران: ٦١.

(٢) "سنن أبي داود" كتاب الأدب، باب في المعاريض، ر: ٤٩٧١، صـ٧٠٠.

(٣) "صحيح مسلم" كتاب البِرّ والصِّلة، ر: ٦٦٣٩، صـ١١٣٨.

اپنی جھوٹی تعریف چاہنا

عزیزانِ مَن! اپنی جھوٹی تعریف چاہنا، جہنم میں لے جانے کا باعث ہے، قرآنِ کریم میں خوشامد، چاپلوسی اور جھوٹی مدح وتعریف کی مذمّت بیان کی گئی ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾[1] "ہرگز نہ سمجھنا انہیں جو خوش ہوتے ہیں اپنے کیے پر، اور چاہتے ہیں کہ بے کیے اُن کی تعریف ہو، ایسوں کو ہرگز عذاب سے دُور نہ جاننا، اور اُن کے لیے دردناک عذاب ہے!"۔

صدر الاَفاضل علّامہ سیّد نعیم الدین مرادآبادی رحمہ اللہ تعالیٰ اس کے تحت فرماتے ہیں کہ "اس آیت میں وعید ہے خود پسندی کرنے والے کے لیے، اور اس کے لیے جو لوگوں سے اپنی جھوٹی تعریف چاہے"[2]۔ ؏

سو کام خوشامد سے نکلتے ہیں جہاں میں
دیکھو جسے دنیا میں خوشامد کا ہے بندا[3]

لہذا ہمیں چاہیے کہ "اپنے مُعاشرے سے اس لعنت کا خاتمہ کریں، خوشامد، چاپلوسی اور مُبالغہ آرائی پر مشتمل جھوٹی تعریف کرنے والوں کی حَوصلہ شکنی کریں، ان کی باتوں میں آکر غرور، تکبُر، فخر اور خود پسندی کا شکار ہونے سے بچیں، کسی دُنیوی مفاد کی غرض سے صاحبِ منصب کے سامنے خود کو ذلیل ورُسوانہ کریں، اس

---

(١) پ ٤، آل عمران: ١٨٨.
(۲) "تفسیر خزائن العرفان" پ۴، آل عمران، زیرِ آیت: ۱۸۸، صـ۱۴۵۔
(۳) "کلیاتِ اقبال" "بانگِ درا، ایک مکڑا اور مکھی (ماخوذ) صـ۶۰۔

کی خوشامد، چاپلوسی اور جھوٹی تعریفوں کے پُل نہ باندھیں، اپنی عزّتِ نفس کو مجروح نہ ہونے دیں، اور اللہ ربّ العالمین کی رحمت پر بھروسہ رکھیں!"[۱]۔

خلاصۂ کلام

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! ایک اچھے مسلمان کی علامت و پہچان یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی اللہ و رسول کی اِطاعت و فرمانبرداری میں گزارے، اَحکامِ شریعت کی پابندی کرے، نیک کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے، اپنے مسلمان بھائیوں کی مدد کرے، اُن کے ساتھ خوش اَخلاقی اور حُسنِ سُلوک سے پیش آئے، روزِ آخرت پر کامل یقین رکھے، اور تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرے، لہذا ہمیں چاہیے کہ فرائض وواجبات کی پابندی کریں، نماز روزہ کی پابندی کریں، زکات کی ادائیگی میں سُستی نہ برتیں، سُود خوری، شراب نوشی، رشوَت ستانی، فحش وبدگوئی، جھوٹ، چغلی، حسد، وعدہ خلافی، ناپ تول میں کمی، ملاوَٹ، خوشامد، چاپلوسی اور دیگر فحش اور لایعنی (فُضول) باتوں سے اپنے آپ کو دُور رکھیں، اور جہنم میں لے جانے والے اعمالِ بد اور صغیرہ وکبیرہ گناہوں سے بچتے رہیں!۔

دعا

اے اللہ! ہمیں نیک اعمال کی توفیق عطا فرما، فرائض وواجبات کی پابندی کی توفیق عطا فرما، جھوٹ، چغلی، حسد، وعدہ خلافی، ناپ تول میں کمی، ملاوَٹ، ذخیرہ اندوزی، سُود خوری، رشوَت ستانی اور بدکاری سمیت جہنم میں لے جانے والے تمام اعمالِ بد سے بچا، تقویٰ و پرہیزگاری عطا فرما، نیک بنا، اور نیکوں کی صحبت اختیار کرنے کی سوچ عطا فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

---

(۱) "تحسین خطابت ۲۰۲۳ء" جنوری، خوشامد اور چاپلوسی کی مذمّت، ۱/۹۸۔

خُطبات

جمعہ و عیدَین و نکاح

خطبۂ جمعہ

پہلا خطبہ

(۱) اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ فَضَّلَ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی العَالَمِیْنَ جَمِیْعاً، وَاَقَامَہٗ یَوْمَ القِیَامَۃِ لِلْمُذْنِبِیْنَ شَفِیْعاً، فَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی وَسَلَّمَ وَبَارَكَ عَلَیْہِ، وَعَلٰی کُلِّ مَنْ ھُوَ مَحْبُوْبٌ وَّمَرْضِیٌّ لَّدَیْہِ، صَلاۃً تَبْقٰی وَتَدُوم، بِدَوامِ الْمَلِكِ الْحَیِّ الْقَیُّوْمِ، وَاَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ، وَاَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الحَقِّ اَرْسَلَہٗ، صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَاَصْحابِہٖ اَجْمَعِینَ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ، اَمَّا بَعْدُ:

فَیَا اَیُّھَا الْمُؤْمِنُوْنَ! رَحِمَنَا وَرَحِمَکُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی اُوصِیْکُمْ وَنَفْسِیْ بِتَقْوَی اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ فِی السِّرِّ والْاِعْلَانِ، فَاِنَّ التَّقْوَی سَنَامُ ذُرَی الْاِیْمَانِ! وَاذْکُرُوْا اللّٰہَ عِنْدَ کُلِّ شَجَرٍ وَّحَجَرٍ، وَّاعْلَمُوْا

(۱) عربی عبارت میں اگر حرکت تشدید کے اُوپر ہو تو اسے زَبر پڑھا جاتا ہے، اور اگر حرکت تشدید کے نیچے ہو تو اسے زیر پڑھا جائے گا۔

اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيْرٌ! وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ! فَاِنَّ السُّنَنَ هِيَ الاَنْوارُ، وَزَيِّنُوْا قُلُوْبَكُمْ بَحُبِّ هٰذَا النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ أَفْضَلُ الصَّلَاةِ والتَّسْلِيْمِ؛ فَاِنَّ الحُبَّ هُوَ الْاِيْمَانُ كُلُّهُ، اَلَا لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَّا مَحَبَّةَ لَهُ. اَلَا لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَّا مَحَبَّةَ لَهُ، اَلَا لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَّا مَحَبَّةَ لَهُ، رَزَقَنَا اللّٰهُ تَعَالٰى وَاِيَّاكُمْ حُبَّ حَبِيْبِهِ هٰذَا النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ اَكْرَمُ الصَّلَاةِ وَالتَّسْلِيْمِ كَمَا يُحِبُّ رَبُّنَا وَيَرْضٰى ﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ، وَ مَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ!﴾ بَارَكَ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ فِي الْقُرْآنِ الْعَظِيْمِ، وَنَفَعَنَا وَاِيَّاكُمْ بِالْآيَاتِ وَالذِّكْرِ الحَكِيْمِ، اِنَّهُ تَعَالٰى مَلِكٌ كَرِيْمٌ جَوّادٌ بَرٌّ رَؤُوْفٌ رَّحِيْمٌ، اَقُوْلُ قَوْلِيْ هٰذَا وَاسْتَغْفِرُ اللّٰهَ! لِيْ وَلَكُمْ وَلِسَائِرِ الْمُؤْمِنِينَ والْمُؤْمِنَاتِ، اِنَّهُ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ[1].

(۱) یہ خطبہ پڑھ کر اندازاً قرآن مجید کی تین ۳ آیات کی مقدار بیٹھے، پھر اُٹھ کر دوسرا خطبۂ جمعہ شروع کرے۔

دوسرا خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ، وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الحَقِّ اَرْسَلَهٗ، صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ اَبَداً، لَاسِيَّمَا عَلٰى اَوَّلِهِمْ بِالتَّصْدِيْق، وَاَفْضَلِهِمْ بِالتَّحْقِيْق، اَلْمَوْلَى الاِمَامِ الصِّدِّيْق، اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْن، سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا الْاِمَامِ اَبِيْ بَكْرِ الصِّدِّيْق رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْه وَعَلٰى اَعْدَلِ الْاَصْحَاب، مُزَيِّنِ الْمِنْبَرِ وَالْمِحْرَاب، اَلْمُوَافِقِ رَأْيُهٗ بِالْوَحْيِ وَالْكِتَاب، سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا الْاِمَام، اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْن، وَغَيْظِ الْمُنَافِقِيْن، وَاِمَامِ الْمُجَاهِدِيْن فِيْ رَبِّ الْعَالَمِيْن، اَبِيْ حَفْصٍ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّاب رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ وَعَلٰى جَامِعِ الْقُرْآن، كَامِلِ الْحَيَآءِ وَالْاِيْمَان، سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا الاِمَام، اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْن، وَاِمَامِ الْمُتَصَدِّقِيْن لِرَبِّ العَالَمِيْن، اَبِيْ عَمْرٍو عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ وَعَلٰى اَسَدِ اللّٰهِ الْغَالِب، اِمَامِ الْمَشَارِقِ والْمَغَارِب، سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا الْاِمَام، اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْن، وَاِمَامِ الْوَاصِلِيْن اِلَى رَبِّ

العَالَمِیْن، اَبِیْ الْحَسَنِ عَلِیّ بْنِ اَبِیْ طَالِب کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم وَعَلٰی ابْنَیْهِ الکَرِیْمَیْنِ السَّعِیْدَیْنِ الشَّهِیْدَیْنِ، الْقَمَرَیْنِ الْمُنِیْرَیْن، النَیّرَیْنِ الزَّاهِرَیْن، الطَیّبَیْنِ الطاهِرَیْن، سَیّدَیْنَا اَبِی مُحَمَّدٍ الْحَسَن، وَاَبِیْ عَبْدِ اللہِ الْحُسَیْن، وَعلٰی اُمِّهِمَا سَیّدَةِ النِّسَاء، الْبَتُوْلِ الزَّهْرَآء، فِلْذَةِ کَبِدِ خَیْرِ الْاَنْبِیَاء صَلَوَاتُ اللہِ تَعَالٰی وَسَلَامُهُ عَلٰی اَبِیْهَا الْکَرِیْم، وَعَلَیْهَا وَعَلٰی بَعْلِهَا وَابْنَیْهَا وَعَلٰی عَمَّیْهِ الشَّرِیْفَیْنِ الْمُطَهَّرَیْنِ مِنَ الْاَدْنَاس، سَیّدَیْنَا اَبِیْ عُمَارَةَ حَمْزَةَ، وَاَبِیْ الْفَضْلِ الْعَبَّاس، وَعلٰی سَائِرِ فِرَقِ الْاَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَة، وَعَلَیْنَا مَعَهُمْ یَا اَهْلَ التَّقْوٰی وَاَهْلَ الْمَغْفِرَةِ.

اَللّٰهُمَّ انْصُرْ مَنْ نَّصَرَ دِیْنَ سَیّدِنا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَعلٰی آلِهِ وَاَصْحَابِهِ اَجْمَعِیْنَ وَبارِكَ وَسَلَّمَ رَبَّنَا یَا مَوْلَانَا وَاجْعَلْنَا مِنْهُمْ! واخْذُلْ مَنْ خَذَلَ دِیْنَ سَیّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَعلٰی آلِهِ وَاَصْحَابِهِ وَبارِكَ وَسَلَّمَ رَبَّنَا یَا مَوْلَانَا وَلَا تَجْعَلْنَا مِنْهُمْ! عِبَادَ اللہ! رَحِمَکُمُ اللہُ اِنَّ اللہَ یَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَاءِ ذِی الْقُرْبٰی، وَیَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ، یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُونَ! وَلَذِکْرُ اللہِ تَعَالٰی اَعْلٰی وَاَوْلٰی، وَاَجَلُّ وَاَعَزُّ، وَاَعْظَمُ وَاَکْبَرُ!.

خطبۂ عید الفطر

پہلا خطبہ

[1]اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدَ الشَّاكِرِيْن، اَلْحَمْدُ لِلّٰه كَمَا نَقُوْلُ وَخَيْراً مِمَّا نَقُوْل، اَلْحَمْدُ لِلّٰه قَبْلَ كُلِّ شَيْءٍ، اَلْحَمْدُ لِلّٰه مَعَ كُلِّ شَيْءٍ، اَلْحَمْدُ لِلّٰه كَمَا يَنْبَغِيْ بِجَلَالِ وَجْهِهِ الْكَرِيْم، اَلْحَمْدُ لِلّٰه كَمَا حَمِدَهُ الْاَنْبِيَاءُ وَالْمُرْسَلُوْن، وَالْمَلَائِكَةُ الْمُقَرَّبُوْن، وَعِبَادُ اللّٰهِ الصَّالِحُوْن، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْد، وَاَفْضَلُ صَلَوَاتِ اللّٰهِ، وَاَزْكٰى تَحِيَّاتِ اللّٰهِ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِ اللّٰه، وَسِرَاجِ اُفُقِ اللّٰه، وَقَاسِمِ رِزْقِ اللّٰه، وَاِمَامِ حَضْرَةِ اللّٰه، وَزِيْنَةِ عَرْشِ اللّٰهِ، وَعَرُوْسِ مَمْلَكَةِ اللّٰهِ، نَبِيِّ الْاَنْبِيَاء، عَظِيْمِ الرَّجَاء، عَمِيْمِ الْجُوْدِ وَالْعَطَاء، مَاحِي الذُّنُوْبِ وَالْخَطَاءِ، حَبِيْبِ رَبِّ الْاَرْضِ وَالسَّمَاء، الَّذِىْ كَانَ نَبِيّاً وَّآدَمُ بَيْنَ الطِّيْنِ وَالْمَاء، نَبِيِّ الْحَرَمَيْن، اِمَامِ الْقِبْلَتَيْن، سَيِّدِ الْكَوْنَيْن، وَسِيْلَتِنَا فِي الدَّارَيْن، صَاحِبِ قَابَ

(۱) عربی عبارت میں اگر حرکت تشدید کے اُوپر ہو تو اسے زبر پڑھا جاتا ہے، اور اگر حرکت تشدید کے نیچے ہو تو اسے زیر پڑھا جائے گا۔

قَوْسَيْن، الْمُزَيَّنِ بِكُلِّ زَيْن، الْمُنَزَّهِ مِنْ كُلِّ عَيْبٍ وَشَيْن، جَدِّ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْن، دُرِّ اللهِ الْمَكْنُوْن، سِرِّ اللهِ الْمَخْزُوْن، نُوْرِ الْاَفْئِدَةِ وَالْعُيُوْن، سُرُوْرِ الْقَلْبِ الْمَحْزُوْن، عَالِمِ مَا كَانَ وَمَا يَكُوْن، سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْن، خَاتَمِ النَّبِيِّيْن، اَكْرَمِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْن، قَائِدِ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِيْن، مَعْدَنِ اَنْوَارِ الله، وَمَخْزَنِ اَسْرَارِ الله، وَخَزَائِنِ رَحْمَةِ الله، نَبِيِّنَا وَحَبِيْبِنَا وَشَفِيْعِنَا، وَغَيْثِنَا وَغِيَاثِنَا وَمُغِيْثِنَا، وَعَوْنِنَا وَمُعِيْنِنَا، وَوَكِيْلِنَا وَكَفِيْلِنَا، سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا وَمَلْجَأُنَا وَمَأْوَانَا، مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ رَبِّ الْعَالَمِيْن، وَعَلٰى آلِهِ الطَّيِّبِيْن، وَاَصْحَابِهِ الطَّاهِرِيْن، وَاَزْوَاجِهِ الطَّاهِرَاتِ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ، وَعِتْرَتِهِ الْمُكَرَّمِيْنَ الْمُعَظَّمِيْن، وَاَوْلِيَاءِ مِلَّتِهِ الْكَامِلِيْنَ الْعَارِفِيْن، وَعُلَمَاءِ اُمَّتِهِ الرَّاشِدِيْنَ الْمُرْشِدِيْن، وَعَلَيْنَا مَعَهُمْ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْن، اَللهُ اَكْبَرُ اللهُ اَكْبَر، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ، وَاللهُ اَكْبَرُ اللهُ اَكْبَر، وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ، وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، اِلٰهاً وَّاحِداً اَحَداً صَمَداً، فَرْداً قَيُّوْماً، مَلِكاً جَبَّاراً، لِلذُّنُوْبِ غَفَّاراً، وَّلِلْعُيُوْبِ سَتَّاراً، وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُه، اَرْسَلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّه،

وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْداً، اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَر، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، واللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ، وَلِلّٰهِ الْحَمْد، اَمَّا بَعْد:

فَيَا اَيُّهَا الْمُؤْمِنُون! رَحِمَنَا وَرَحِمَكُمُ اللّٰهُ اِعْلَمُوْا اَنَّ يَوْمَكُمْ هٰذَا يَوْمٌ عَظيم، اَلَا وَلِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ: (۱) فَرْحَةٌ عِنْدَ الِافْطَار (۲) وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقاءِ الرَّحْمٰن. اَلَا وَاِنَّ فِيْ الْجَنَّةِ بَاباً يُقَالُ لَهُ: "اَلرَّيَّانُ" لَا يَدْخُلُهُ اِلَّا الصَّائِمُوْنَ. اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَر، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، واللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَر، وَلِلّٰهِ الْحَمْد! بَارَكَ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ فِي الْقُرْآنِ الْعَظِيْمِ، وَنَفَعَنَا وَاِيَّاكُمْ بِالْآيَاتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ، اِنَّهُ تَعَالٰى مَلِكٌ كَرِيْمٌ جَوَادٌ بَرٌّ رَؤُوْفٌ رَّحِيْمٌ، اَقُوْلُ قَوْلِيْ هٰذَا وَاسْتَغْفِرُ اللّٰهَ لِيْ وَلَكُمْ وَلِسَائِرِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَات، وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَات، اِنَّهُ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ! اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه، واللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَر، وَلِلّٰهِ الْحَمْد![1].

---

(۱) دوسرا خطبہ شروع کرنے سے پہلے سات ۷ بار، اور ختم کرنے پر ۱۴ بار، امام منبر پر کھڑے کھڑے "اللہ اکبر" آہستہ کہے، یہی سنّت ہے۔["بہارِ شریعت" حصہ چہارُم، عیدین کا بیان، ۱/۷۸۳]

دوسرا خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ، وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ، وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہ، وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الحَقِّ اَرْسَلَہٗ، صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ اَبَداً، لَاسِیَّمَا عَلٰی اَوَّلِھِمْ بِالتَّصْدِیْقِ، وَاَفْضَلِھِمْ بِالتَّحْقِیْق، اَلْمَوْلٰی الْاِمَامِ الصِّدِّیْق، اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْن، وَاِمَامِ الْمُشَاھِدِیْنَ لِرَبِّ الْعَالَمِیْن، سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا الْاِمَام اَبِیْ بَکْرِ الصِّدِّیْق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ وَعَلٰی اَعْدَلِ الاَصْحَاب، مُزَیِّنِ الْمِنْبَرِ وَالْمِحْرَاب، الْمُوَافِقِ رَأْیُہٗ بِالْوَحْیِ وَالْکِتَاب، سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا الْاِمَام، اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْن، وَغَیْظِ الْمُنَافِقِیْن، اِمَامِ الْمُجَاھِدِیْنَ فِیْ رَبِّ الْعَالَمِیْن، اَبِیْ حَفْصٍ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ وَعَلٰی جَامِعِ الْقُرْآن، کَامِلِ الْحَیَاءِ وَالْاِیْمَان، مُجَھِّزِ جَیْشِ الْعُسْرَۃِ فِیْ رِضَی الرَّحْمٰن، سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا الْاِمَام، اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْن، اِمَامِ الْمُتَصَدِّقِیْنَ

لِرَبِّ العَالَمِيْن، اَبِيْ عَمْرٍو عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْه وَعَلٰى اَسَدِ اللّٰهِ الْغَالِب، اِمَامِ الْمَشَارِقِ والْمَغَارِب، حَلَّالِ الْمُشْكِلَاتِ وَالنَّوائِب، دَفَّاعِ الْمُعْضَلَاتِ وَالْمَصَائِب، اَخِى الرَّسُوْل، وَزَوْجِ الْبَتُوْل، سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا الْاِمَام، اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْن، وَاِمَامِ الْوَاصِلِيْنَ اِلَى رَبِّ العَالَمِيْن، اَبِى الْحَسَنِ عَلِيِّ بْنِ اَبِىْ طَالِبٍ كَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالَى وَجْهَهُ الْكَرِيْم وَعَلَى ابْنَيْهِ الكَرِيْمَيْنِ السَّعِيْدَيْنِ الشَّهِيْدَيْن، الْقَمَرَيْنِ الْمُنِيْرَيْن، النَّيِّرَيْنِ الزَّاهِرَيْنِ الْبَاهِرَيْن، الطَّيِّبَيْنِ الطَّاهِرَيْن، سَيِّدَيْنَا اَبِىْ مُحَمَّدٍ الْحَسَن، وَاَبِىْ عَبْدِ اللّٰهِ الْحُسَيْن رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَعَلٰى اُمِّهِمَا سَيِّدَةِ النِّسَاءِ، الْبَتُوْلِ الزَّهْرَاء صَلَوَاتُ اللّٰهِ تَعَالٰى وَسَلَامُهُ عَلٰى اَبِيْهَا الْكَرِيْم، وَعَلَيْهَا وَعَلٰى بَعْلِهَا وَابْنَيْهَا وَعَلٰى عَمَّيْهِ الشَّرِيْفَيْن، الْمُطَهَّرَيْنِ مِنَ الْاَدْنَاسِ، سَيِّدَيْنَا اَبِيْ عُمَارَةَ حَمْزَةَ، وَاَبِي الْفَضْلِ الْعَبَّاسِ، وَعَلٰى سَائِرِ فِرَقِ الْاَنْصَارِ والْمُهَاجِرَة، وَعَلَيْنَا مَعَهُمْ.

اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَر، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَر، وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ. اَللّٰهُمَّ انْصُرْ مَنْ نَّصَرَ دِيْنَ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَاَصْحَابِهِ اَجْمَعِيْنَ وَبَارِكْ وَسَلِّم رَبَّنَا يَا مَوْلَانَا وَاجْعَلْنَا مِنْهُمْ! واخْذُلْ مَنْ خَذَلَ دِيْنَ سَيِّدِنَا

وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَاَصْحَابِهِ اَجْمَعِيْنَ وَبَارِكْ وَسَلِّم رَبَّنَا يَا مَوْلَانَا وَلَا تَجْعَلْنَا مِنْهُمْ! اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَر، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه، وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَر، وَلِلّٰهِ الْحَمْد. اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَان، وَاِيْتَاءِ ذِي الْقُرْبٰى، وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ، يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْن! وَلَذِكْرُ اللّٰهِ تَعَالٰى اَعْلٰى وَاَوْلٰى، وَاَجَلُّ وَاَعَزُّ، وَاَتَمُّ وَاَهَمُّ، وَاَعْظَمُ وَاَكْبَر!.

خطبۂ عید الاضحیٰ

پہلا خطبہ

(۱) اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْدَ الشَّاكِرِيْن، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ كَمَا نَقُوْلُ وَخَيْراً مِمَّا نَقُوْل، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ قَبْلَ كُلِّ شَيْءٍ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ بَعْدَ كُلِّ شَيْءٍ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ مَعَ كُلِّ شَيْءٍ، وَالْحَمْدُ لِلّٰہ يَبْقٰى رَبُّنَا وَيَفْنٰى كُلُّ شَيْءٍ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ كَمَا يَنْبَغِيْ لِجَلَالِ وَجْهِهِ الْكَرِيْم، وَعَظِيْمِ سُلْطَانِهِ الْقَدِيْم، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ كَمَا حَمِدَهُ الْاَنْبِيَاءُ وَالْمُرْسَلُوْن، وَالْمَلَائِكَةُ وَالْمُقَرَّبُوْن، وَعِبَادُ اللّٰہِ الصَّالِحُوْن، وَخَيْراً مِّنْ كُلِّ ذٰلِكَ كَمَا حَمِدَ نَفْسَهُ فِيْ كِتَابِهِ الْمَكْنُوْن، اَللّٰہُ اَكْبَرُ اللّٰہُ اَكْبَر، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہ، وَاللّٰہُ اَكْبَرُ اللّٰہُ اَكْبَر، وَلِلّٰہِ الْحَمْد، وَاَفْضَلُ صَلَوَاتِ اللّٰہ، وَاَزْكٰى تَحِيَّاتِ اللّٰہ، عَلٰى خَيْرِ خَلْقِ اللّٰہ، وَسِرَاجِ اُفُقِ اللّٰہ، وَقَاسِمِ رِزْقِ اللّٰہ، وَاِمَامِ حَضَرَةِ اللّٰہ، وَزِيْنَةِ عَرْشِ اللّٰہ، وَعَرُوْسِ مَمْلَكَةِ اللّٰہ، نَبِيِّ الْاَنْبِيَاء، عَظِيْمِ الرَّجَاءِ، عَمِيْمِ الْجُوْدِ وَالْعَطَاء، مَاحِيْ الذُّنُوْبِ

---

(۱) عربی عبارت میں اگر حرکت تشدید کے اُوپر ہو تو اسے زَبر پڑھا جاتا ہے، اور اگر حرکت تشدید کے نیچے ہو تو اسے زیر پڑھا جائے گا۔

وَالْخَطَاءِ، حَبِيْبِ رَبِّ الْاَرْضِ وَالسَّمَاءِ، الَّذِیْ کَانَ نَبِيًّا وَّآدَمُ بَيْنَ الطِّيْنِ وَالْمَاءِ، نَبِیِّ الْحَرَمَيْن، اِمَامِ الْقِبْلَتَيْن، سَيِّدِ الْكَوْنَيْن، وَسِيْلَتِنَا فِی الدَّارَيْن، صَاحِبِ قَابَ قَوْسَيْن، الْمُزَيَّنِ بِكُلِّ زَيْن، الْمُنَزَّهِ مِنْ كُلِّ عَيْبٍ وَّشَيْن، جَدِّ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْن، دُرِّ اللهِ الْمَكْنُوْن، سِرِّ اللهِ الْمَخْزُوْن، نُوْرِ الْاَفْئِدَةِ وَالْعُيُوْن، سُرُوْرِ الْقَلْبِ الْمَحْزُوْن، عَالِمِ مَا كَانَ وَمَا يَكُوْن، سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْن، خَاتَمِ النَّبِيِّيْن، اَكْرَمِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْآخِرِيْن، قَائِدِ الْغُرِّ الْمُحَجِّلِيْن، مَعْدَنِ اَنْوَارِ الله، وَمَخْزَنِ اَسْرَارِ الله، وَخَزَائِنِ رَحْمَةِ الله، وَمَوَائِدِ نِعْمَةِ الله، نَبِيِّنَا وَحَبِيْبِنَا، وَشَفِيْعِنَا وَمَلِيْكِنَا، وَغَوْثِنَا وَغَيْثِنَا وَغِيَاثِنَا وَمُغِيْثِنَا، وَعَوْنِنَا وَمُعِيْنِنَا، وَوَكِيْلِنَا وَكَفِيْلِنَا، سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا، وَمَلْجَأِنَا وَمَأْوَانَا، مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ رَبِّ الْعَالَمِيْن، وَعَلٰی آلِهِ الطَّيِّبِيْن، وَاَصْحَابِهِ الطَّاهِرِيْن، وَاَزْوَاجِهِ الطَّاهِرَاتِ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْن، وَعِتْرَتِهِ الْمُكَرَّمِيْنَ الْمُعَظَّمِيْن، وَاَوْلِيَاءِ مِلَّتِهِ الْكَامِلِيْنَ الْعَارِفِيْن، وَعُلَمَاءِ اُمَّتِهِ الرَّاشِدِيْنَ الْمُرْشِدِيْن، وَعَلَيْنَا مَعَهُمْ وَلَهُمْ وَفِيْهِمْ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْن، اَللهُ اَكْبَرُ اللهُ اَكْبَر، لَا اِلٰهَ اِلَّا الله، وَاللهُ اَكْبَرُ اللهُ اَكْبَر، وَلِلّٰهِ الْحَمْد.

وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، اِلٰهاً وَّاحِداً، اَحَداً صَمَداً، فَرْداً وِتْراً، حَيّاً قَيُّوْماً، مَلِكاً جَبَّاراً، لِلذُّنُوْبِ غَفَّاراً، وَّلِلْعُيُوْبِ سَتَّاراً، شَهَادَةً يَرْضٰى بِهَا وَجْهُ الرَّحْمٰنِ. وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُوْلُه، اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَر، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه، واللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ، وللّٰهِ الْحَمْد، اَمَّا بَعْد:

فَيَا اَيُّهَا الْمُؤْمِنُون! رَحِمَنَا وَرَحِمَكُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى اِعْلَمُوْا اَنَّ يَوْمَكُمْ هٰذَا يَوْمٌ عَظيم، قَالَ شَفِيْعُ الْمُذْنِبِيْن، رَسُوْلُ رَبِّ الْعَالَمِيْن، مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا مِنْ اَيَّامٍ الْعَمَلُ الصَّالِحُ فِيْهِنَّ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى، مِنْ هٰذِهِ الْاَيَّامِ الْعَشْرِ»[1]. وَقَالَ: «مَا عَمِلَ ابْنُ آدَمَ مِنْ عَمَلٍ يَوْمِ النَّحْرِ اَحَبَّ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى، مِنْ اِهْرَاقِ الدَّمِ، وَاِنَّهُ لَيَأْتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِقُرُوْنِهَا، وَاَشْعَارِهَا، وَاَظْلَافِهَا، وَاِنَّ الدَّمَ لَيَقَعُ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى بِمَكَانٍ قَبْلَ اَنْ يَّقَعَ بِالْاَرْضِ، فَطِيْبُوْا بِهَا نَفْساً»[2].

(١) "سنن الترمذي" أبواب الصوم، باب ما جاء في العمل أيّام العشر، ر: ٧٥٧، صـ١٩١.

(٢) المرجع نفسه، أبواب الأضاحي، باب ما جاء في فضل الأضحية، ر: ١٤٩٣، صـ٣٦٣.

اَللهُ اَکْبَرُ اللهُ اَکْبَر، لَا اِلٰهَ اِلَّا الله، واللهُ اَکْبَرُ اللهُ اَکْبَر، وللهِ الْحَمْد، اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ * وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ!﴾ [الزُلزلة: ۷، ۸].

اَللهُ اَکْبَرُ اللهُ اَکْبَر، لَا اِلٰهَ اِلَّا الله، واللهُ اَکْبَرُ اللهُ اَکْبَر، وللهِ الْحَمْد! بَارَكَ اللهُ لَنَا وَلَكُمْ فِي الْقُرْآنِ الْعَظِيْم، وَنَفَعَنَا وَاِيَّاكُمْ بِالْآيَاتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْم، اِنَّهٗ تَعَالٰى مَلِكٌ كَرِيْم، جَوَادٌ بَرٌّ رَؤُوْفٌ رَّحِيْم![1].

---

(۱) دوسرا خطبہ شروع کرنے سے پہلے سات ۷ بار، اور ختم کرنے پر ۱۴ بار، امام منبر پر کھڑے کھڑے "اللہ اکبر" آہستہ کہے، یہی سنّت ہے۔ ["بہارِ شریعت" حصہ چہارُم، عیدین کا بیان، ۱/۷۸۳]

دوسرا خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ، وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا، وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ، وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ، وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ اَرْسَلَہٗ، صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ اَبَداً لَاسِیَّمَا عَلٰی اَوَّلِھِمْ بِالتَّصْدِیْقِ، وَاَفْضَلِھِمْ بِالتَّحْقِیْقِ، الْمَوْلَی الْاِمَامِ الصِّدِّیْقِ، اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ، وَاِمَامِ الْمُشَاھِدِیْنَ لِرَبِّ الْعَالَمِیْنَ، سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا الْاِمَامِ، اَبِیْ بَکْرِ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَعَلٰی اَعْدَلِ الْاَصْحَابِ، مُزَیِّنِ الْمِنْبَرِ وَالْمِحْرَابِ، الْمُوَافِقِ رَاْیُہٗ بِالْوَحْیِ وَالْکِتَابِ، سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا الْاِمَامِ، اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ، وَغَیْظِ الْمُنَافِقِیْنَ، اِمَامِ الْمُجَاھِدِیْنَ فِیْ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، اَبِیْ حَفْصٍ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَعَلٰی جَامِعِ الْقُرْآنِ، کَامِلِ الْحَیَاءِ وَالْاِیْمَانِ، مُجَھِّزِ جَیْشِ الْعُسْرَۃِ فِیْ رِضَی الرَّحْمٰنِ، سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا الْاِمَامِ، اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ، اِمَامِ

الْـمُتَصَدِّقِیْنِ لِرَبِّ الْعَالَمِیْن، اَبِیْ عَمْرٍو عُثْمَانَ بْنِ عَفَّان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ وَعَلٰی اَسَدِاللّٰہِ الْغَالِب، اِمَامِ الْـمَشَارِقِ وَالْـمَغَارِب، حَلَّالِ الْـمُشْکِلَاتِ وَالنَّوَائِب، دَفَّاعِ الْـمُعْضَلَاتِ وَالْـمَصَائِب، اَخِی الرَّسُوْل، وَزَوْجِ الْبَتُوْل، سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا الْاِمَام، اَمِیْرِ الْـمُؤْمِنِیْن، وَاِمَامِ الْوَاصِلِیْنَ اِلٰی رَبِّ العَالَمِیْن، اَبِیْ الْحَسَنِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِب کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْمَ وَعَلَی ابْنَیْہِ الْکَرِیْمَیْن، السَّعِیْدَیْنِ الشَّہِیْدَیْن، الْقَمَرَیْنِ الْـمُنِیْرَیْن، النَّیِّرَیْنِ الزَّاہِرَیْنِ الْبَاہِرَیْن، الطَّیِّبَیْنِ الطَّاہِرَیْن، سَیِّدَیْنَا اَبِیْ مُحَمَّدٍ الْحَسَنِ وَاَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ الْحُسَیْن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا وَعَلٰی اُمِّہِمَا سَیِّدَۃِ النِّسَاء، الْبَتُوْلِ الزَّہْرَاء، فِلْذَۃِ کَبِدِ خَیْرِ الْاَنْبِیَاء صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَعَالٰی وَسَلَامُہُ عَلَی اَبِیْہَا الْکَرِیْمِ، وَعَلَیْہَا وَعَلٰی بَعْلِہَا وَابْنَیْہَا وَعَلٰی عَمَّیْہِ الشَّرِیْفَیْن، الْـمُطَہَّرَیْنِ مِنَ الاَدْنَاس، سَیِّدَیْنَا اَبِیْ عُمَارَۃَ حَمْزَۃ، وَاَبِی الْفَضْلِ الْعَبَّاس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا وَعَلٰی سَائِرِ فِرَقِ الْاَنْصَارِ وَالْـمُہَاجِرَۃِ، وَعَلَیْنَا مَعَہُمْ یَا اَہْلَ التَّقْوٰی وَاَہْلِ الْـمَغْفِرَۃ! اللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَر، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَر، وَلِلّٰہِ الْحَمْد۔

اَللّٰهُمَّ انْصُرْ مَنْ نَّصَرَ دِيْنَ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَاَصْحَابِهِ اَجْمَعِيْنَ وَبَارَكَ وَسَلَّمْ رَبَّنَا يَامَوْلَانَا وَاجْعَلْنَا مِنْهُمْ! وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَ دِيْنَ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَاَصْحَابِهِ اَجْمَعِيْنَ وَبَارَكَ وَسَلَّمْ رَبَّنَا يَامَوْلَانَا وَلَا تَجْعَلْنَا مِنْهُمْ!.

اللهُ اَكْبَرُ اللهُ اَكْبَر ، لَا اِلٰهَ اِلَّا الله، واللهُ اَكْبَرُ اللهُ اَكْبَر ، وللهِ الْحَمْد، عِبَادَ الله رَحِمَكُمُ اللهُ! اِنَّ اللهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ والْاِحْسَان، وَاِيْتَاءِ ذِى الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ والْبَغْيِ، يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْن! وَلَذِكْرُ اللهِ تَعَالٰى اَعْلٰى وَاَوْلٰى وَاَجَلُّ وَاَعَزُّ وَاَتَمُّ وَاَهَمُّ وَاَعْظَمُ وَاَكْبَر!.

خطبۂ نکاح

(۱)اَلْحَمْدُ لله نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِيْنُهُ، وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوْذُ بِاللهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا، وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللهُ فَلَا مُضِلَّ لَه، وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَه، وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَه، وَأَشْهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُوْلُه.

أَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم، بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا﴾ [النساء: ١]، ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴾ [آل عمران: ١٠٢]، ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۙ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا﴾ [الأحزاب: ٧٠، ٧١].

---

(۱) عربی عبارت میں اگر حرکت تشدید کے اُوپر ہو تو اسے زبر پڑھا جاتا ہے، اور اگر حرکت تشدید کے نیچے ہو تو اسے زیر پڑھا جائے گا۔

عن النَّبِيِّ ﷺ: «تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ: (١) لِمَالِهَا (٢) وَلِحَسَبِهَا (٣) وَلِجَمَالِهَا (٤) وَلِدِيْنِهَا. فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّيْنِ تَرِبَتْ يَدَاكَ»[١]. وَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: «الدُّنْيَا مَتَاعٌ، وَخَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ»[٢]. وَقَالَ عليه الصلاة والسلام: «النِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِيْ، فَمَنْ لَّمْ يَعْمَلْ بِسُنَّتِيْ، فَلَيْسَ مِنِّي»[٣].

---

(١) "صحيح مسلم" كتاب الرضاع، باب استحباب نكاح ذات الدين، ر: ٣٦٣٥، صـ٦٢٤.

(٢) المرجع نفسه، باب خير متاع الدنيا المرأة الصالحة، ر: ٣٦٤٩، صـ٦٢٧.

(٣) "سنن ابن ماجه" كتاب النكاح، باب ما جاء في فضل النكاح، ر: ١٨٤٦، صـ٣١٠.

مآخِذ و مَراجع

ماٰخِذومَراجع

عربی کتب

- القرآن الكريم، كلام الله تعالى.
- إتحاف الزائر وإطراف المقيم للسائر في زيارة النّبي ﷺ، عبد الصمد بن عبد الوهّاب (ت٦٨٦هـ) تحقيق: حسين محمد علي شكري، بيروت: شركة دار الأرقم بن أبي الأرقم، ط١.
- الإتقان في علوم القرآن، السُيوطي (ت٩١١هـ) كراتشي: قديمي كتب خانَه.
- إحياء علوم الدِّين، الغزالي (ت٥٠٥هـ) بيروت: دار الكتب العلميّة ١٤٠٦هـ، ط١.
- الأدب المفرَد، محمد بن إسماعيل البخاري (ت٢٥٦هـ) تحقيق: محمد فؤاد عبد الباقي، بيروت: دار البشائر الإسلاميّة ١٤٠٩هـ، ط٣.
- إرشاد الساري، القسطلاني (ت٤٤٦هـ) بيروت: دار الفكر ١٤٢١هـ.
- أُسْد الغابة في معرفة الصحابة، ابن الأثير الجزري (ت٦٣٠هـ) تحقيق: الشيخ علي محمد معوّض، بيروت: دار الكتب العلمية، ١٤٢٤هـ، ط٢.

- الأسرار المرفوعة في الأخبار الموضوعة، المعروف بالموضوعات الكُبرى، ملّا علي القاري (ت ١٠١٤هـ) تحقيق: محمد الصبّاغ، بيروت: دار الأمانة / مؤسّسة الرسالة.

- الأسماء والصفات، أحمد بن الحسين البَيهقي (ت٤٥٨هـ) تحقيق: الشيخ عماد الدين أحمد حيدر، بيروت: دار الكتب العربي ١٤١٥هـ، ط٢.

- أنيس الفقهاء في تعريفات الألفاظ المتداوِلة بين الفقهاء، قاسم بن عبد الله القَونوي الرومي (ت ٩٧٨هـ) تحقيق: يحيى حسن مراد، بيروت: دار الكتب العلمية ١٤٢٤هـ.

- بريقة محموديّة في شرح طريقة محمدية، أبو سعيد محمد بن محمد الخادمى الحنفي (ت: ١١٥٦ هـ) مصر: مطبعة الحلَبي ١٣٤٨ هـ.

- تاريخ دِمشق، ابن عساكر (ت٥٧١هـ) تحقيق: علي شيري، بيروت: دار الفكر ١٤١٩هـ، ط١.

- الترغيب والترهيب، المُنذِري (ت٦٥٦ هـ) تحقيق: إبراهيم شمس الدين، بيروت: دار الكتب العلميّة ١٤١٧هـ، ط١.

- التعريفات، السيّد شريف الجُرجاني (ت٨١٦هـ) تحقيق: إبراهيم الأبياري، بيروت: دار الكتاب العربي ١٤٢٣هـ.

- تعليم المتعلّم فى طريق التعلّم، الزرنوجي (ت٥٩٣هـ) تحقيق:

صلاح محمّد الخيمي، نذير حمدان، دِمشق: دار ابن كثير ١٤٣٥هـ، ط٣.

- التفسيرات الأحمديّة، مُلّا جِيوَن (ت١١٣٠هـ) بشاور: مكتبه حقّانية.

- تفسير الآلُوسي = رُوح المعاني في تفسير القرآن العظيم، شِهاب الدّين الآلوسي (ت١٢٧٠هـ) تحقيق: علي عبد الباري عطية، بيروت: دار الكتب العلمية ١٤١٥هـ، ط١.

- تفسير رُوح البيان، إسماعيل حقّي (ت ١١٢٧هـ) بيروت: دار الفكر.

- تفسير القرآن العظيم، ابن كثير (ت٧٧٤هـ) بيروت: دار الكتب العلمية ١٤٢١هـ.

- التفسير الكبير، فخر الدّين الرازي (ت٦٠٦هـ) بيروت: دار إحياء التراث العربي ١٤١٧هـ، ط٢.

- تنبيه المغترّين، الشَّعراني (ت٩٧٣هـ) تحقيق: وائل أحمد عبد الرحمن، القاهرة: المكتبة التوفيقية.

- التوبيخ والتنبيه، أبو محمد عبد الله بن محمد الأصبهاني (ت٣٦٩هـ) تحقيق: مجدي السيد إبراهيم، القاهرة: مكتبة الفرقان.

- التيسير شرح الجامع الصغير، المُناوي (ت١٠٣١هـ) تحقيق: د. مصطفى محمد الذَهبي، القاهرة: دار الحديث ١٤٢١هـ.

- جامع بيان العلم وفضله، ابن عبد البر (ت٤٦٣هـ) تحقيق: أبو الأشبال الزُهيري، السعودية: دار ابن الجَوزي، ١٤١٤هـ، ط١.
- جامع البيان في تأويل القرآن، ابن جرير الطَبَري (ت٣١٠هـ) تحقيق: صدقي جميل العطّار، بيروت: دار الفكر ١٤١٥هـ.
- الجامع لأحكام القرآن، القُرطُبي (ت٦٧١هـ) تحقيق: عبد الرزّاق المهدي، كوئته: المكتبة الرشيديّة.
- حلية الأولياء وطبقات الأصفياء، أبو نعَيم الأصفهاني (ت٤٣٠هـ) تحقيق: مصطفى عبد القادر عطا، بيروت: دار الكتب العلمية.
- الخصائص الكبرى، السُيوطي (ت٩١١هـ) بيروت: دار الكتب العلمية ١٤٢٢هـ، ط٢.
- الخيرات الحِسان في مناقب الإمام الأعظم، ابن حجر الهيتمي (ت٩٧٣هـ) كراتشي: مدينة ببلشنگ كمپني.
- الدرّ المنثور في التفسير المأثور، السُيوطي (ت٩١١هـ) بيروت: دار الفكر ١٤١٤هـ.
- ذكر الموت، ابن أبي الدنيا (ت٢٨١هـ) عجمان: مكتبة الفرقان، ١٤٢٣هـ.
- ذَمّ الغِيبة والنميمة، ابن أبي الدنيا (ت٢٨١هـ) تحقيق: بشير محمد عيون، دِمشق: مكتبة دار البيان، والرياض: مكتبة المؤيّد

١٤١٣هـ، ط١.

- ذَمّ الكذب - من الصمت وآداب اللسان، ابن أبي الدنيا (ت٢٨١هـ) دِمشق: دار السنابِل، ١٩٩٣ء.

- الرّسالة القشَيريّة، القشَيري (ت٤٥٦هـ) بيروت: مؤسّسة الكتب الثقافية ١٤٢٠هـ، ط١.

- الرَوض الأنف في شرح السيرة النبويّة لابن هِشام، أبو القاسم عبد الرحمن السهَيلي (ت٥٨١هـ) تحقيق: عمر عبد السلام السلامي، بيروت: دار إحياء التراث العربي، ١٤٢١هـ، ط١.

- الرَوض الفائق في المواعظ والرقائق، الحريفيش (ت٨٠١هـ) المطبعة العامرة الشرفية ١٣٠٨هـ، ط١.

- الرياض النضرة في مناقب العشرة، محبّ الدّين الطَبَري (ت٦٩٤هـ) بيروت: دار الكتب العلمية، ط٢.

- الزواجر عن اقتراف الكبائر، ابن حجر الهيتمي (ت٩٧٤هـ) بيروت: دار الفكر ١٤٠٧هـ، ط١.

- الزُهد، ابن أبي الدنيا (ت٢٨١هـ) دِمشق: دار ابن كثير ١٤٢٠هـ، ط١.

- الزُهد، أحمد بن حنبل (ت٢٤١هـ) تحقيق: يحيى بن محمد سوس، مصر: دار ابن رجب ٢٠٠٣ء، ط٢.

- سُبل السلام، محمد بن إسماعيل الصَنعاني (ت١١٨٢هـ) القاهرة: دار الحديث.
- سنن ابن ماجه، محمد بن يزيد (ت٢٧٥هـ) بيروت: دار إحياء التراث العربي ١٤٢١هـ، ط١.
- سنن أبي داود، سليمان بن الأشعَث (ت٢٧٥هـ) الرياض: دار السّلام ١٤٢٠هـ، ط١.
- سنن الترمذي، محمد بن عيسى (ت٢٧٩هـ) الرياض: دار السلام ١٤٢٠هـ، ط١.
- سنن الدارقُطني، علي بن عمر الدارقُطني (ت٣٨٥هـ) تحقيق: الشيخ مجدي حسن، ملتان: نشر السُنّة ١٤٢٠هـ.
- سنن الدارمي، الدارمي (ت٢٥٥هـ) تحقيق فواز أحمد زمرلي، بيروت: دار الكتاب العربي ١٤٠٧هـ، ط١.
- سنن الكبرى، البَيهقي (ت٤٥٨هـ) تحقيق: محمد عبد القادر عطا، بيروت: دار الكتب العلمية ١٤٢٤هـ، ط٣.
- سنن النَّسائي، أحمد بن شعَيب (ت٣٠٣هـ) الرياض: دار السلام ١٤٢٠هـ، وبيروت: دار الفكر ١٤٢٥هـ.
- السيرة الحلَبية، نور الدين الحلَبي (ت ١٠٤٤هـ) تحقيق: عبد الله

الخليلي، بيروت: دار الكتب العلمية ١٤٢٢هـ، ط١.

- سيرة ومناقب عمر بن عبد العزيز الخليفة الزاهد، ابن الجَوزي (ت٥٩٧هـ) الأستاذ نعيم زَرزُور، بيروت: دار الكتب العلمية ١٤٢٢هـ.
- شرح السُنّة، البغَوي (ت٥١٦هـ) تحقيق: محمد سعيد اللحّام، بيروت: دار الفكر ١٤١٩هـ.
- شرح الشفا، ملّا علي القاري (ت١٠١٤هـ) بيروت: دار الكتب العلمية ١٤٢١هـ، ط١.
- شرح العقائد النَّسَفية، التفتازاني (ت٧٩٢هـ) تحقيق: محمد عدنان درويش، دِمشق: مكتبة دار البيروتي ١٤١١هـ.
- شُعب الإيمان، البَيهقي (ت٤٥٨هـ) تحقيق: حمدي الدمرداش محمّد العدل، بيروت: دار الفكر ١٤٢٤هـ، ط١.
- الشفا بتعريف حقوق المصطفى، قاضي عياض (ت٥٤٤هـ) تحقيق: عبد السّلام محمد أمين، بيروت: دار الكتب العلمية ١٤٢٢هـ، ط٢.
- صحيح البخاري، محمد بن إسماعيل البخاري (ت٢٥٦هـ) الرياض: دار السّلام ١٤١٩هـ، ط٢.

- صحيح مسلم، مسلم بن الحجّاج (ت٢٦١هـ) الرياض: دار السّلام ١٤١٩هـ، ط١.
- الصمت وآداب اللسان، ابن أبي الدنيا (ت٢٨١هـ) تحقيق: أبو إسحاق الحويني، بيروت: دار الكتاب العربي ١٤١٠هـ، ط١.
- طبَقات الشافعية الكبرى، تاج الدين السُبكي (ت٧٧١هـ) تحقيق: د. محمود محمد الطناحي، د. عبد الفتّاح محمد الحلو، صَنعاء: هجر للطباعة والنشر والتوزيع ١٤١٣هـ، ط٢.
- عمدة القاري شرح صحيح البخاري، العيني (ت٨٥٥هـ) بيروت: دار الفكر ١٤١٨هـ، ط١.
- عيون الحكايات، ابن الجَوزي (ت٥٩٧هـ) تحقيق: عبد العزيز سيّد هاشم الغزولي، بيروت: دار الكتب العلمية.
- فتح الباري بشرح صحيح البخاري، العَسقلاني (ت٨٥٢هـ) القاهرة: دار الحديث ١٤٢٤هـ.
- الفتح الكبير في ضمّ الزيادة إلى الجامع الصغير، السُيوطي (ت٩١١هـ) تحقيق: يوسف النبهاني، بيروت: دار الفكر ١٤٢٣هـ، ط ١.
- الفردَوس بمأثور الخطاب، الدَيلمي (ت٥٠٩هـ) تحقيق: السعيد

بن بسيوني زَغلول، بيروت: دار الكتب العلمية ١٩٨٦م، ط١.

- قرة العيون ومفرح القلب المحزون، أبو ليث سمرقندي (ت٣٧٣هـ) تحقيق: السيّد العربي، مصر: دار الخلفاء.

- الكامل في ضعفاء الرِجال، الجُرجاني (ت٣٦٥هـ) تحقيق: عادل أحمد عبد الموجود - علي محمد معوض، بيروت: الكتب العلمية ١٤١٨هـ، ط١.

- الكبائر، الذهبي (ت٧٤٨هـ) بيروت: دار الندوة الجديدة.

- كتاب السُنّة، ابن أبي عاصم (ت٢٨٧هـ) تحقيق: الألباني، بيروت: المكتب الإسلامي ١٤٠٠هـ، ط١.

- كشف الخفاء ومُزيل الإلباس، أبو الفداء العَجلوني (ت١١٦٢هـ) تحقيق: عبد الحميد بن أحمد بن يوسف بن هَنداوي، بيروت: المكتبة العصرية ١٤٢٠هـ، ط١.

- كشف المشكل من حديث الصحيحَين، ابن الجَوزي (ت٥٩٧هـ) تحقيق: علي حسين البواب، الرياض: دار الوطن.

- كنز العمّال، علاء الدين علي بن حُسام الدين (ت٩٧٥هـ) تحقيق: بَكري حيّاني- صفوة السقا، بيروت: مؤسَّسة الرسالة١٤٠١هـ، ط٥.

- لسان العرب، جمال الدين ابن منظور الأنصاري (ت٧١١هـ)

بيروت: دار صادر ١٤١٤هـ، ط١.

- مجمع بحار الأنوار، محمد طاهر الصديقي الهندي (ت١٠٧٨هـ) المدينة المنوّرة: مكتبة دار الإيمان ١٤١٥هـ، ط٣.

- مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، الهيثمي (ت٨٠٧هـ) تحقيق محمد عبد القادر أحمد عطا، بيروت: دار الكتب العلميّة ١٤٢٢هـ، ط١.

- مدارِك التنزيل وحقائق التأويل، النَّسَفي (ت٧١٠هـ) تحقيق: الشيخ زكريّا عميرات، بشاوَر: مكتبة القرآن والسُنّة.

- مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، علي القاري (ت١٠١٤هـ) بيروت: دار الفكر ١٤٢٢هـ، ط١.

- المستدرَك على الصحيحَين، الحاكم (ت٤٠٥هـ) تحقيق: حمدي الدمرداش محمد، مكّة المكرّمة: مكتبة نزار مصطفى الباز ١٤٢٠هـ، ط١.

- المستشرقون والمبشّرون في العالَم العربي والإسلامي، الشيخ إبراهيم خليل أحمد، السعودية: دار الوعي العربي.

- المُسند، أبو يعلى الموصلي (ت٣٠٧هـ) تحقيق: ظهير الدين عبد الرحمن، بيروت: دار الفكر ١٤٢٢هـ، ط١.

- المُسند، أحمد بن حنبل (ت٢٤١هـ) تحقيق: صدقي محمد جميل

العطّار، بيروت: دار الفكر ١٤١٤هـ، ط٢.

- المسند، الإمام الشافعي (ت٢٠٤هـ) بيروت: دار الكتب العلمية ١٤٠٠هـ.

- مُسند البزّار، أبو بكر أحمد بن عَمرو (ت٢٩٢هـ) تحقيق: د. محفوظ الرحمن زين الله، المدينة المنوّرة: مكتبة العلوم والحكم.

- مُسند الحارث، الحارث بن أبي أسامة (ت٢٨٢هـ) تحقيق حسين أحمد صالح الباكري، المدينة المنوّرة: مركز خدمة السنّة والسيرة النبويّة ١٤١٣هـ، ط١.

- مُسند الشاميين، أبو القاسم الطَبَراني (ت:٣٦٠هـ) تحقيق: حمدي بن عبد المجيد السلفي، بيروت: مؤسّسة الرسالة ١٤٠٥هـ، ط١.

- المصنَّف، ابن أبي شَيبة (ت٢٣٥هـ) تحقيق: كمال يوسف الحُوت، الرياض: مكتبة الرُشد ١٤٠٩هـ، ط١.

- المصنَّف، عبد الرزّاق الصَنعاني (ت٢١١هـ) تحقيق: حبيب الرحمن الأعظمي، بيروت: المكتب الإسلامي ١٤٠٣هـ، ط٢.

- معالم التنزيل، البغَوي (ت٥١٦هـ) تحقيق: خالد عبد الرحمن العك، بيروت: دار المعرفة ١٤٢٣هـ، ط٥.

- المعجم الأوسط، الطَبَراني (ت٣٦٠هـ) تحقيق: محمد حسن محمد

حسن إسماعيل الشافعي، بيروت: دار الفكر ١٤٢٠هـ، ط١.

- المعجم الصغير، الطَبَراني (ت٣٦٠هـ) تحقيق: عبد الرحمن محمد عثمان، بيروت: دار الفكر ١٤١٨هـ، ط١.

- المعجم الكبير، الطَبَراني (ت٣٦٠هـ) تحقيق: حمدي عبد المجيد السلَفي، بيروت: دار إحياء التراث العربي ١٤٢٢هـ، ط٢.

- مفردات ألفاظ القرآن، الرّاغب الأصفهاني (ت٥٠٢هـ) تحقيق: نديم مرعَشلي، تهران: المكتبة المرتضويّة لإحياء الآثار الجعفريّة.

- المقصد العلي في زوائد أبي يعلى المُوصلي، علي بن أبي بكر الهيثمي (ت٨٠٧هـ) تحقيق: سيد كسروي حسن، بيروت: دار الكتب العلمية.

- مَكارِم الأخلاق، الطَبَراني (ت٣٦٠هـ) (مطبوع مع مكارم الأخلاق لابن أبي الدنيا) بيروت: دار الكتب العلمية ١٤٠٩هـ، ط١.

- مُكاشَفة القلوب، الغزالي (ت٥٠٥هـ) بشاور: مكتبة فاروقيّة.

- مَناهل الصفا في تخريج أحاديث الشفا، السُيوطي (ت: ٩١١هـ) تحقيق: الشيخ سمير القاضي، لُبنان: مؤسّسة الكتب الثقافية - دار الجنان للنشر والتوزيع ١٤٠٨هـ، ط١.

- المنهاج لشرح صحيح مسلم بن الحجّاج، النَّوَوي (ت٦٧٦هـ) بيروت: دار إحياء التراث العربي، ط٤.

- المَواهب اللدُنية، أحمد بن محمّد القسطلاني (ت٩٢٣هـ) تحقيق: صالح أحمد الشامي، بيروت: المكتب الاسلامي، ١٤٢٥هـ، ط٢.
- الموَطّأ، الإمام مالك (ت١٧٩هـ) تحقيق: نجيب ماجدي، بيروت: المكتبة العصرية ١٤٢٣هـ.
- نسيم الرياض في شرح الشفاء، شِهاب الدين الخَفاجي (ت١٠٦٩هـ) تحقيق: محمد عبد القادر عطاء، بيروت: دار الكتب العلمية ١٤٢١هـ، ط١.
- النهاية في غريب الحديث والأثر، ابن الأثير (ت٦٠٦هـ) تحقيق: طاهر أحمد الزاوى - محمود محمد الطناحي، بيروت: المكتبة العلمية ١٣٩٩هـ.
- الوفاء بأحوال المصطفى، ابن الجَوزي (ت٥٩٧هـ) تحقيق محمد زُهري النجار، الرياض: المؤسّسة السعيديّة.
- الهداية في شرح بداية المبتدي، المَرغيناني (ت٥٩٣هـ) تحقيق: محمد عدنان درويش، بيروت: شركة دار الأرقم بن أبي الأرقم.

فارسی کتب

- اَشِعۃ اللمعات فی شرح المشکاۃ، شیخ عبد الحق محدِّث دہلوی (ت ۱۰۵۲ھ) نَوَلکِشَور: مطبع نامی۔

- گلستانِ سعدی، شیخ سعدی (ت ۶۹۱ھ) اعظم گڑھ، یوپی: الجامعۃ الاشرفیہ ۱۴۲۵ھ، ط ا۔
- مدارج النبوّت، شیخ عبد الحق محدِّث دہلوی (ت ۱۰۵۲ھ) لاہور: نوریّہ رضویہ پبلشنگ کمپنی ۱۹۹۷م، ط ۲۔

اردو کتب

- اردو انسائیکلوپیڈیا، پروفیسر فضل الرحمن، نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان ۱۹۹۷ء، ط ا۔
- اردو لغت (تاریخی اُصول پر)، ترقی اُردو بورڈ، کراچی: محیط اردو پریس ۱۹۷۹ء۔
- اسلام اور مسلمانوں کے خلاف یورپی سازشیں، علّامہ جلال العالم، مترجم: قاضی ابو سلمان محمد کفایت اللہ، لاہور: دار الاِبلاغ پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز، ۲۰۰۵ء، ط ا۔
- اسلام آباد کلب: دھوتی سے آگے، روزنامہ ۹۲، ڈیجیٹل ایڈیشن ۲۴ جنوری ۲۰۲۳ء۔
- اسلام اور ہیومن رائٹس، آن لائن آرٹیکل ۲۶ فروری 2015ء۔
- اسلام دشمن طاقتیں مسلمان عورت کو حق دلانے کے لیے بے چین کیوں؟ فکر و خبر ڈیجیٹل ایڈیشن ۸، دسمبر ۲۰۲۲ء۔
- اسلامی جُمہوریہ پاکستان کا دُستور، قومی اسمبلی پاکستان ۳۱ مئی 2018۔
- اِشرافیہ کی مُراعات اور غریب کا پسینہ، روزنامہ جنگ ڈیجیٹل ایڈیشن ۸ جون ۲۰۲۲ء۔
- اِعلاءُ کلمۃ اللہ وما اُھِلّ بہ لِغیر اللہ، پیر سیّد مہر علی شاہ گیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (ت ۱۳۲۷ھ) لاہور: ایم ایم پبلی کیشنز ۱۴۳۲ھ، ط ۸۔

- اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی بحیثیت سائنسدان، ہندوستان سماچار (ڈیجیٹل اِشاعت) ۱۲ اکتوبر ۲۰۲۱ء۔
- امام احمد رضا کی عالمی اَہمیت، آن لائن آرٹیکل۔
- امام احمد رضا کا نظریۂ تعلیم، محمد جلال الدین قادری (۱۴۲۹ھ) لاہور: محمود ریاض پرنٹرز ۱۹۸۴ء، ط ۱۔
- اُمّتِ مسلمہ کا فکری جُمود، اَسباب و اثرات، ڈیجیٹل ایڈیشن، مکالمہ، اپریل ۲۰۱۸ء۔
- انسانی حقوق کا عالمی منشور، نیویارک: محکمۂ اطلاعاتِ عامّہ اقوامِ متحدہ ۱۹۶۵ء۔
- انوار علمائے اہلِ سنّت سندھ، سیّد محمد زین العابدین شاہ راشدی، لاہور: زاویہ پبلشرز ۲۰۰۶ء، ط ۱۔
- آئینِ پاکستان، اسلام آباد: قومی اسمبلی پاکستان ۲۰۱۵ء۔
- باطنی بیماریوں کی معلومات، المدینۃ العلمیہ، کراچی: مکتبۃ المدینہ ۲۰۲۳ء۔
- بیت المقدس ہمارے دلوں میں، ڈاکٹر جاسم محمد مطر شِہاب، نئی دہلی: اِیفا پبلیکیشنز۔
- بد نگاہی، قرآن و حدیث کی رَوشنی میں، آن لائن آرٹیکل۔
- بہارِ شریعت، مفتی امجد علی اعظمی (ت ۱۳۶۷ھ) کراچی: مکتبۃ المدینہ ۱۴۲۹ھ۔
- پھولوں کی ڈالی، خواجہ عزیز الحسن صاحب (ت ۱۹۴۴ء) لکھنؤ: منیجر صدیق بک ڈپو ۱۹۴۱ء۔
- تاریخ بیت المقدس، ممتاز لیاقت، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز ۱۹۷۲ء، ط ۲۔
- تحریکِ ختمِ نبوّت میں حضرت پیر مہر علی شاہ کا مجدِّدانہ کردار، نوائے وقت ڈیجیٹل

ایڈیشن ۱۲۳ اگست ۲۰۱۳ء۔

- تحسینِ خطابت ۲۰۲۰ء، ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن تحسینی، کراچی: الغنی پبلیشر، ط۱، ۲۰۲۲ء۔

- تحسینِ خطابت ۲۰۲۱ء، ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن تحسینی، پشاور: المکتبۃ النظامیۃ ۲۰۲۳ء، ط۱۔

- تحسینِ خطابت ۲۰۲۲ء، ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن تحسینی، کراچی: اداہ اہلِ سنّت ۲۰۲۳ء، ط۱، (آن لائن)۔

- تحسینِ خطابت ۲۰۲۳ء، ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن تحسینی، کراچی: اداہ اہلِ سنّت ۲۰۲۳ء، ط۱، (آن لائن)۔

-تذکرہ امام شاہ احمد نورانی، محمد یٰسین قصوری نقشبندی، لاہور: قادری رضوی کتب خانہ ۱۴۳۲ھ، ط۱۔

- تفسیرِ نعیمی، مفتی احمد یار خان نعیمی (ت ۱۳۹۱ھ) لاہور: مکتبہ اسلامیہ۔

-تعارُف علمائے اہلِ سنّت، مولانا محمد صدیق ہزاروی، لاہور: مکتبہ قادریہ ۱۳۹۹ھ، ط۱۔

- جنّتی زیور، عبد المصطفی اعظمی (ت ۱۴۰۶ھ) تحقیق مجلس المدینۃ العلمیۃ، کراچی: مکتبۃ المدینہ ۱۴۳۵ھ، ط۷۔

- حدائق بخشش، امام احمد رضا (ت ۱۳۴۰ھ)، کراچی: مکتبۃ المدینہ۔

- حضرت پیر مہر علی شاہ اور ردّ قادیانیت، محمد صدیق ہزاروی، لاہور: رضا اکیڈمی۔

- حوصلہ افزائی کی ترغیب، مگر کیسے؟ روزنامہ دنیا (سنڈے میگزین) ڈیجیٹل نیوز پیپر، ۲۸فروری ۲۰۲۱ء۔
- خزائن العرفان فی تفسیر القرآن، نعیم الدین مرادآبادی (ت ۱۳۶۷ھ) کراچی: ادارہ اہلِ سنّت ۲۰۲۰ء، ط۲۔
- دُروسِ سرمایہ کاری، جاوید شیخ، امین اشعر، کاشف علی شیخ، کراچی: الغزالی پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز ۲۰۲۱ء، ط۱۔
- دنیا نیوز، ڈنمارک: عراقی سفارت خانے کے باہر قرآن کی بے حرمتی کا ایک اَور واقعہ، ڈیجیٹل ایڈیشن ۲۵ جولائی ۲۰۲۳ء۔
- رفیق الحرمین، محمد الیاس عطار قادری، کراچی: مکتبۃ المدینہ ۲۰۲۳ء۔
- روزنامہ ایکسپریس، قرآنِ پاک کی بے حرمتی کے واقعات، ڈیجیٹل ایڈیشن ۶ اگست ۲۰۲۳ء۔
- روزنامہ جنگ، ۵دسمبر ۲۰۱۶ء۔
- سائنس کیا ہے؟ سیّد قاسم محمود (ت ۲۰۱۰ء)، لاہور: الفضیل کتب ۲۰۰۳ء۔
- سپریم کورٹ فحاشی کی تعریف کا فیصلہ، شُعور. پی کے شعیب مدنی۔
- سرمایہ دارانہ نظام ایک تنقیدی جائزہ، محمد احمد حافظ، کراچی: الغزالی پبلی کیشنز ۲۰۰۹ء، ط۲۔
- سرمایہ داری کے نقیب، ڈاکٹر جاوید اکبر انصاری، لاہور: لیگی بکس ۲۰۱۹ء، ط۱۔
- سنڈے میگزین، روزنامہ جنگ ۳مارچ ۲۰۰۲ء۔

-سہ ماہی انوارِ رضا، حضرت سفیرِ اسلام نمبر، شمارہ نمبر ۴، ملک محبوب الرسول قادری، جَوہر آباد ضلع خوشاب: انٹر نیشنل غوثیہ فورم ۲۰۱۱ء۔

- سیرت حضرت پیر مہر علی شاہ، محمد حسیب القادری، لاہور: اکبر بک سیلرز۔

- شاہ احمد نورانی، ابو داؤد محمد صادق رضوی (ت ۱۴۳۶ھ) گوجرانوالہ: مکتبہ رضائے مصطفیٰ ۲۰۰۳ء، ط ۲۔

- شاہ احمد نورانی... زمانہ ساز مدبّر اور دیدہ وَر رَہنما، آن لائن آرٹیکل، ۳۰ اگست ۲۰۱۲ء۔

- ضیاء النبی، پیر محمد کرم شاہ الاَزہری (ت ۱۹۹۸ء) لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۱۴۲۰ھ، ط ۴۔

- عجائب القرآن، عبد المصطفیٰ اعظمی (ت ۱۹۸۵ء) لاہور: شبیر برادرز ۲۰۰۱ء۔

- عقیدۂ ختمِ نبوّت کے لیے مولانا شاہ احمد نورانی کی خدمات، شمارہ نمبر ۱۴، ڈاکٹر شاکر حسین خان، کراچی: مجلہ معارف اسلامیہ جامعہ کراچی ۲۰۱۳ء۔

-علّامہ شاہ احمد نورانی اور عالَمِ اسلام، مولانا محمد مقبول الرحمن، کراچی: الناصر پبلی کیشنز ۲۰۱۶ء۔

-علّامہ شاہ احمد نورانی ایک ہفت پہلو اور ہشت رنگ شخصیت، روز نامہ پاکستان ۹ دسمبر ۲۰۲۲ء۔

- غرائب القرآن، عبد المصطفیٰ اعظمی (ت ۱۹۸۵ء) لاہور: شبیر برادرز ۲۰۰۱ء۔

- غیبت کی تباہ کاریاں، محمد الیاس عطار قادری، کراچی، مکتبۃ المدینہ، ۲۰۰۹ء۔

- فاسٹ فوڈ کے صحت پر مضر اثرات، روزنامہ نوائے وقت ڈیجیٹل ایڈیشن، ۱۷ مئی ۲۰۱۴ء۔
- فتاوی رضویہ، امام احمد رضا خان (ت ۱۳۴۰ھ) تحقیق: ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن تحسینی، کراچی: ادارۂ اہلِ سنّت ۲۰۱۷ء، ط ۱۔ ولاہور: رضا فاؤنڈیشن ۱۴۱۲ھ، ط ۱۔
- فحاشی کی جامع تعریف اور اس کے اِنسداد کے لیے عملی تجاویز، مفتی محمد خان قادری (ت ۲۰۲۰ء) لاہور: ملی مجلس شرعی ۲۰۱۵ء، ط ۱۔
- فرہنگ آصفیہ، مولوی سید احمد دہلوی، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز ۲۰۰۲ء۔
- فریڈم ایکویلٹی اینڈ ہیومن رائٹس، آرٹیکل۔
- فیضانِ پیر مہر علی شاہ، مجلس المدینۃ العلمیہ، کراچی: مکتبۃ المدینہ، ۲۰۱۳ء۔
- قرآن اور جدید سائنس، آزاد دائرۃ المعارف وکیپیڈیا۔
- کُلیاتِ اقبال، لاہور: اقبال اکادمی پاکستان ۱۹۹۰ء، ط ۱۔
- ماہنامہ الحقیقہ، تحفُظِ ختمِ نبوّت نمبر، سیّد صابر حسین شاہ، شکر گڑھ ضلع نارووال: ادارہ الحقیقہ پاکستان ۲۰۱۹ء، ط ۱۔
- مبلّغِ اسلام علّامہ شاہ محمد عبد العلیم صدیقی قادری، خلیل احمد رانا، تحقیق: محمد صدیق فانی، کراچی: ورلڈ اسلامک مشن ۱۴۱۴ھ۔
- مرآۃ المناجیح، مفتی احمد یار خان نعیمی (۱۳۹۱ھ) گجرات: نعیمی کتب خانہ۔
- مسلمان سائنسدان اور ان کی خدمات، ابراہیم عمادی ندوی، لاہور: اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ ۱۹۹۲ء، ط ۳۔

- مسلمان سائنسدانوں کی اِیجادات، دنیا نیوز ڈیجیٹل ایڈیشن، ۸ ستمبر ۲۰۱۸ء۔

- مسلمان سائنسدانوں کی چند اہم دریافتیں اور اِیجادات، ایک جائزہ، ۱۲ اپریل ۲۰۱۹ء۔

- مسلمانوں کا فکری اِغواء، مریم خنساء، لاہور: دار الکتب السلفیہ۔

- مسلم دنیا کا جُمود، روزنامہ ڈان ڈیجیٹل ایڈیشن، ۲۷ جون ۲۰۱۳ء۔

- مسلم سائنسدانوں کی رَوشن اِیجادات، ڈان نیوز ڈیجیٹل ایڈیشن۔

- مہرِ منیر، مولانا فیض احمد صاحب فیض، اسلام آباد: گولڑہ شریف ۱۹۹۷ء، ط ۸۔

- نامورَ مسلم سائنسدان، ڈاکٹر سعدیہ چوہدری، لاہور: الفجر پبلی کیشنز ۲۰۱۲ء، ط ۱۔

- نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری، مفتی شریف الحق امجدی (ت ۱۴۲۱ھ) کراچی: برکاتی پبلیشرز۔

- نوائے وقت کراچی، یکم جولائی ۲۰۰۳ء۔

- نور العرفان، مفتی احمد یار خان نعیمی (ت ۱۳۹۱ھ) لاہور: پیر بھائی کمپنی۔

- نیکی کی دعوت، محمد الیاس عطار قادری رضوی، کراچی: مکتبۃ المدینہ ۱۴۳۲ھ۔

- وسائلِ بخشش، محمد الیاس عطار قادری، کراچی، مکتبۃ المدینہ، ۱۴۳۵ھ، ط ۲۔

- وکی پیڈیا، آزاد دائرۃ المعارف۔

- وہابیت کا فروغ امریکی خواہش پر ہوا، سعودی ولی عہد کا واشنگٹن پوسٹ کو انٹرویو، سحر ٹی وی ۲۶ مارچ ۲۰۱۸ء۔

- ہیلری کلنٹن کا ایک اعتراف (ویڈیو کلپ مع ترجمہ)، اردو محفل ۱۷ جون ۲۰۱۹ء۔

- ہیومن کون ہے؟ ہیومن اِزم کی بنیادیں کیا ہیں؟ آن لائن آرٹیکل۔

انگلش کتب

- Encyclopedia Britannica, Colin Macfarquhar, Andrew Bell, London: Archibald Constable And Company 1823AD.
- Civil Democratic Islam, Cheryl Benard, Santa Monica: Rand Corporation 1700 Main Street, 2003 AD.
- Neo-Colonialism, Dr. Kwame Ankrumah (L1972), London: Thomas & Sons, Ltd, 1965 AD.

ادارۂ اہل سنّت کی مطبوعات

عربی کتب

١. كنز الإيمان في ترجمة القرآن: للإمام أحمد رضا خانْ (ت١٣٤٠هـ) مع تفسير خزائن العرفان: لصدر الأفاضل السيّد محمد نعيم الدّين المرادآبادي (ت١٣٦٧هـ) طبعت ثانياً من "دار الفقيه" أبوظبي الإمارات ١٤٤٢هـ/ ٢٠٢٠م.

٢. العطايا النبويّة في الفتاوى الرضوية: للإمام أحمد رضا خانْ (ت١٣٤٠هـ) (٢٢ مجلّداً بالأرديّة) محقَّقة، طبعت ١٤٣٨هـ/ ٢٠١٧م.

٣. جدّ الممتار على ردّ المحتار: له (ت١٣٤٠هـ) (سبع مجلّدات) محقَّقة، طبعت من "دار الفقيه" أبوظبي الإمارات، ١٤٣٤هـ/ ٢٠١٣م.

٤. المعتقَد المنتقَد: للعلّامة فضل الرّسول القادري البَدَايُوني (ت١٢٨٩هـ) مع حاشية قيّمة مسمّاة: المعتمَد المستنَد بناء نجاة الأبد: للإمام أحمد رضا خانْ (ت١٣٤٠هـ) محقّق، طُبع ثانياً ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٨م. نشر إلكتروني أوّلاً ١٤٤٣هـ/ ٢٠٢٢م.

٥. الدَّولة المكّية بالمادّة الغَيبيّة: له، محقَّق، طبع ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٨م.

٦. إنباء الحي أنّ كلامَه المصونَ تبيانٌ لكلِّ شيء (مجلّدان): له، محقَّق، طبع ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٨م.

٧. شرح عقود رسم المفتي: للإمام ابن عابدين الشّامي (ت١٢٥٢هـ) محقَّقة، طبعت رابعاً من "دار الفتح" الأردن، ١٤٤٣هـ/ ٢٠٢٢م.

٨. أجلى الإعلام أنّ الفتوى مطلقاً على قول الإمام: للإمام أحمد رضا خانْ (ت١٣٤٠هـ) محقَّقة، طبعت رابعاً من "دار الفتح" الأردن، ١٤٤٣هـ / ٢٠٢٢م.

٩. الفضل الموهبي في معنى إذا صحّ الحديث فهو مذهبي: له (ت١٣٤٠هـ) محقَّقة، طبعت رابعاً من "دار الفتح" الأردن، ١٤٤٣هـ/ ٢٠٢٢م.

١٠. جليُّ الصَّوْت لنَهي الدَّعْوة أمَامَ موت (بالأرديّة): له، ١٤٢٨هـ/ ٢٠٠٧م.

١١. رادّ القحط والوباء بدعوة الجيران ومُؤاساة الفقراء: للإمام أحمد رضا خانْ (ت١٣٤٠هـ) محقَّقة، مترجمة بالعربيّة، طبعت من "الإدارة لتحقيقات الإمام أحمد رضا" كراتشي ١٤٢٩هـ/ ٢٠٠٨م.

١٢. أعجب الإمداد في مكفَّرات حقوق العباد: له، محقَّقة، مترجمة بالعربيّة، طبعت من "الإدارة لتحقيقات الإمام أحمد رضا" كراتشي ١٤٢٩هـ/ ٢٠٠٨م.

١٣. صفائح اللُجَين في كون تصافُح بكفَّي اليدَين: له، محقَّقة، مترجمة بالعربيّة، طبعت من "الإدارة لتحقيقات الإمام أحمد رضا" كراتشي ١٤٢٩هـ/ ٢٠٠٨م.

١٤. الإجازات المتينة لعلماء بكّة والمدينة: للإمام أحمد رضا خانْ (ت١٣٤٠هـ) محقَّقة، طبعت ١٤٤٠هـ / ٢٠١٨م. نشر إلكتروني أوّلاً ١٤٤٣هـ/ ٢٠٢٢م.

١٥. الظَفر لقول زُفر: له، محقَّقة، طبعت ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٨م.

١٦. شمائم العنبر في أدب النداء أمام المنبر: له، محقَّقة، طبعت ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٨م.

١٧. صَيقل الرَّين عن أحكام مجاوَرة الحرمَين: له، محقَّقة، طبعت ١٤٤٠هـ / ٢٠١٨م.
١٨. الجبل الثانوي على كلية التهانوي: له، محقَّقة، طبعت ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٨م.
١٩. كفل الفقيه الفاهِم في أحكام قرطاس الدراهم: له، محقَّقة، طبعت ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٨م.
٢٠. هاديُ الأُضحِية بالشاء الهنديّة: له، محقَّقة، طبعت ١٤٤٠هـ / ٢٠١٨م.
٢١. الصافية الموحية لحكم جلد الأُضحِية: له، محقَّقة، طبعت ١٤٤٠هـ / ٢٠١٨م.
٢٢. الكشفُ شافيا حكم فونوجرافيا: له، محقَّقة، طبعت ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٨م.
٢٣. الزُّلال الأنقى من بحر سبقة الأتقى (في أفضلية سيّدنا أبي بكر رضي الله تعالى عنه): له، محقَّقة، طبعت ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٨م.
٢٤. "القول النَّجيح لإحقاق الحقّ الصّريح" مع حاشية "السعي المشكور في إبداء الحقّ المهجور": له، محقَّقة، طبعت ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٨م.
٢٥. قَوارع القَهّار على المجسِّمة الفُجّار: للإمام أحمد رضا خانْ (ت١٣٤٠هـ) مترجمة بالعربية، محقَّقة، طبعت من "دار المقطَّم" القاهرة ١٤٣٢هـ/ ٢٠١١م.
٢٦. أنوار المنّان في توحيد القرآن: له، مترجمة بالأردية، محقَّقة، ١٤٢٩هـ/ ٢٠٠٨م.
٢٧. الأمن والعُلى لناعتِي المصطفى بدافع البلاء مترجَم بالعربيّة: له، محقَّق، طبع ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٩م.

٢٨. منير العين في حكم تقبيل الإبهامَين، للإمام أحمد رضا خانْ (ت١٣٤٠هـ) مترجمة بالعربية، ١٤٤٤هـ/ ٢٠٢٢م (نشر إلكتروني).

٢٩. إقامة القيامة على طاعِن القيام لنبي تهامة (بالأرديّة): للإمام أحمد رضا خانْ ١٤٢٧هـ/ ٢٠٠٦م.

٣٠. حُسام الحرمَين على منحر الكفر والمَين: له (ت١٣٤٠هـ) محقَّقة، أوّلاً طبعت من "مؤسّسة الرضا" لاهور ١٤٢٧هـ/ ٢٠٠٦م. وثانياً (نشر إلكتروني) بتحقيق وترتيب جديد ٢٠١٩م.

٣١. فتاوى الحرمَين برَجفِ ندوةِ المَين: للإمام أحمد رضا خانْ (ت١٣٤٠هـ) محقَّق، ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٩م (نشر إلكتروني).

٣٢. إذاقة الأثام لمانعِي عملِ المَولد والقيام (بالأردية): للعلّامة المفتي نقي علي خانْ (ت١٢٩٧هـ) محقَّقة، طبعت ١٤٢٩هـ/ ٢٠٠٨م.

٣٣. أصول الرَّشاد لقَمع مَباني الفساد (ضوابط لمعرفة البدَع والمنكَرات) (بالأردية): للعلّامة المفتي نقي علي خانْ (ت١٢٩٧هـ) محقَّقة، ١٤٣٠هـ / ٢٠٠٩م. وثانياً (بالعربية) من "دار الفقيه" أبوظبي الإمارات ١٤٣٦هـ/ ٢٠١٥م.

٣٤. قواعد أصوليّة لفهم الآيات القرآنيّة والأحاديث النبويّة (ضوابط لمعرفة البدَع والمنكَرات) (بالعربية): للدكتور المفتي محمد أسلم رضا المَيمني، محقَّقة، طبعت ثانياً ١٤٤٠هـ / ٢٠١٩م. و(بالأردية): له، محقَّقة، طبعت ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٩م.

٣٥. مقدّمة الجامع الرّضوي (ضوابط في الحديث الضعيف): لملِك العلماء المحدِّث المفتي ظفر الدّين البِهاري، محقَّقة، طبعت ثانياً نسخة معدَّلة من "دار الفقيه" أبوظبي الإمارات، ١٤٣٦هـ/ ٢٠١٥م.

٣٦. تحسين الوصول إلى مصطلح حديث الرّسول ﷺ: له، محقَّقة (بالأرديّة)، طبعت ثالثاً ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٩م.

٣٧. تحسين الوُصول إلى مصطلح حديث الرّسول ﷺ: له، محقَّقة (بالعربية) طبعت رابعاً ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٩م.

٣٨. حياة الإمام أحمد رضا: للدكتور المفتي محمد أسلم رضا المَيمني، رسالة مختصرة في سيرة الإمام، محقَّقة، طبعت من "الإدارة لتحقيقات الإمام أحمد رضا" كراتشي ١٤٢٧هـ/ ٢٠٠٦م.

٣٩. نظم العقائد النَّسَفية (النّظم العربي): المفتي الشيخ إبراهيم علي الحمدُو العمر الحلَبي، طبع ثانياً ١٤٣٩هـ/ ٢٠١٨م.

٤٠. نظم العقائد النَّسَفية (النّظم الأردو): للشّيخ محمد سلمان الفريدي المصباحي الهندي، طبع ١٤٣٩هـ/ ٢٠١٨م.

٤١. متن الآجُروميّة في النحو: ترتيب جديد: الدكتور المفتي محمد أسلم رضا المَيمني، ١٤٤٣هـ/ ٢٠٢١م (نشر إلكتروني).

٤٢. مختصر الآجُروميّة في النحو: ترتيب جديد: الدكتور المفتي محمد أسلم رضا المَيمني، ١٤٤٣هـ/ ٢٠٢١م (نشر إلكتروني).

٤٣. الدعوة إلى الفكر، للشيخ منشا تابِش القصوري، ترجمتها بالعربية: الأستاذ العلّامة محمد عبد الحكيم شرف القادري (ت١٤٢٨هـ) محقَّق، ١٤٤٣هـ/ ٢٠٢٢م (نشر إلكتروني).

٤٤. "معارف رضا" المجلّة السَّنَوية العربيّة ١٤٢٩هـ/ ٢٠٠٨م (العدد السّادس) طبعت من "الإدارة لتحقيقات الإمام أحمد رضا" كراتشي.

اردو کتابیں

٤٥. اسلامی عقائد و مسائل (اردو): ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن تحسینی، محقَّق، ثانیاً ۱۴۴۲ھ/۲۰۲۱ء۔

٤٦. عظمتِ صحابہ واہلِ بیتِ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم (اردو): ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن تحسینی، محقَّق، ۱۴۴۲ھ/۲۰۲۰ء، الغنی پبلیشرز ۱۴۴۲ھ/۲۰۲۱ء۔

٤٧. قائدِ ملّت اسلامیہ علّامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حیات، خدمات اور سیاسی جدوجہد (اردو): مفتی عبدالرشید ہمایوں المدنی، محقَّق، ۱۴۴۲ھ/۲۰۲۱ء (آن لائن)۔

٤٨. تحقیقاتِ امام علم وفن (اردو): حضرت خواجہ مظفر حسین رضوی، محقَّق، ۱۴۴۲ھ/۲۰۲۱ء، الغنی پبلیشرز ۱۴۴۲ھ/ ۲۰۲۱ء۔

٤٩. تعارف حضرت علّامہ مفتی محمد ابوبکر صدیق قادری شاذلی (اردو): مفتی عبد الرشید ہمایوں المدنی، محقَّق، ۱۴۴۲ھ/ ۲۰۲۰ء (آن لائن)۔

٥٠. تحسینِ خطابت (واعظ الجمعہ ۲۰۱۸ء) (اردو) ۱۴۴۵ھ/۲۰۲۴ء، عدد صفحات: ۳۲۰ (آن لائن)۔

٥١. تحسینِ خطابت (واعظ الجمعہ ۲۰۱۹ء) (اردو) ۱۴۴۵ھ/۲۰۲۴ء، عدد صفحات: ۴٦۸ (آن لائن)۔

٥٢. تحسینِ خطابت (واعظ الجمعہ ۲۰۲۰ء) (اردو) (۲ جلدیں) عدد صفحات: ۹۸۲۔ الغنی پبلیشرز ۱۴۴۳ھ/۲۰۲۲ء۔

٥٣. تحسینِ خطابت (واعظ الجمعہ ۲۰۲۱ء) (اردو) ۱۴۴۴ھ/۲۰۲۳ء، (۲ جلدیں) عدد صفحات: ۸۷۲، المکتبۃ النظامیہ پشاور۔

٥٤. تحسینِ خطابت (واعظ الجمعہ ۲۰۲۲ء) (اردو) ۱۴۴۴ھ/۲۰۲۳ء، (۲ جلدیں) عدد صفحات: ۹٦۰ (آن لائن)۔

٥٥. تحسینِ خطابت (واعظ الجمعہ ۲۰۲۳ء) (اردو) ۱۴۴۵ھ/۲۰۲۴ء، (۲ جلدیں) عدد صفحات: ۹۴۴ (آن لائن)۔

٥٦. امام اِحمد رضا ایک فقیہِ مجتہد (اردو) ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن تحسینی، محقَّق،۱۴۴۴ھ/۲۰۲۲ء(آن لائن)۔

٥٧. تحسینِ خطابت (واعظ الجمعہ ۲۰۲۳ء) (اردو) ۱۴۴۵ھ/۲۰۲۴ء، عدد صفحات:۹۴۴ (آن لائن)۔

انگریزی کتابیں

58. 20 FUNDAMENTAL PRINCIPLES TO IDENTIFY SHIRK & BID`AH: By: Dr. Mufti Muhammad Aslam Raza Memon Tahsini.
59. Tahsin al-Wusul – By: Dr. Mufti Muhammad Aslam Raza Memon Tahsini.
60. The Hereafter (On the Muslim belief of life after death), By: Dr. Mufti Muhammad Aslam Raza Memon Tahsini.

عنقریب شائع ہونے والی کتب

١. عقائدوکلام (اردو): للإمام أحمد رضا خانْ (ت١٣٤٠ھ).

٢. تلخيص الفتاوى الرضوية (اردو): له، (ستّ مجلّدات).